بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم وَعَلٰی عَبۡدِہٖ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 56

ایڈیٹر
منیر احمد خادم

نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
محمد ابراہیم سرور

ہفت روزہ بدر قادیان

The Weekly BADR Qadian

شمارہ 51/52

شرح چندہ
سالانہ 300 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی جہاز
20 پاؤنڈ یا 40 ڈالر امریکن
بذریعہ بحری ڈاک
10 پاؤنڈ یا 20 ڈالر امریکن

عیدالاضحیہ اور جلسہ سالانہ قادیان 2007ء

بہت بہت مبارک ہو!

16/9 ذوالحجہ 1428 ہجری 20/27 فتح 1386 ہش 20/27 دسمبر 2007ء

سیدنا حضرت اقدس امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ برطانیہ 2007ء کے افتتاحی اجلاس میں خطاب فرماتے ہوئے۔
حضور انور جلسہ سالانہ کے افتتاحی اجلاس سے قبل لوائے احمدیت لہرانے کے بعد دُعا کر رہے ہیں۔ اس موقعہ پر ان ممالک کے جھنڈے لہرائے گئے جہاں پر جماعت احمدیہ کا قیام ہو چکا ہے۔

جماعت احمدیہ کالیکٹ نے امسال ایک ''القرآن'' نمائش لگائی، جسے دیکھتے ہوئے زائرین کا منظر
ایسی نمائشیں کیرالہ میں دیگر مقامات پر بھی لگائی گئیں۔
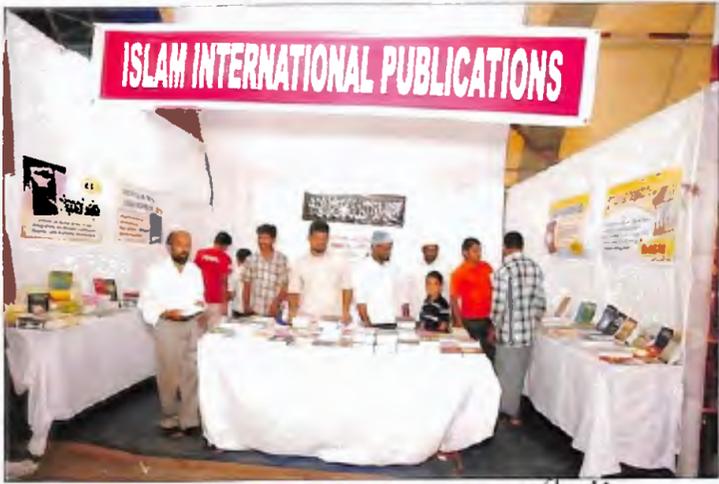
اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشن کے عنوان سے کالیکٹ میں ایک بک اسٹال لگایا گیا جس میں احباب
جماعت ڈیوٹی دیتے ہوئے۔

مجلس انصاراللہ کالیکٹ زون کے اراکین سرکاری ضلعی ہسپتال کے مریضوں میں پھل تقسیم کرتے ہوئے

مجلس انصاراللہ بھارت کے زیر اہتمام رام گڑھ راجستھان میں مفت میڈیکل کیمپ لگایا گیا مکرم ڈاکٹر دلاور خان صاحب قائد ایثار مجلس
انصاراللہ مکرم ڈاکٹر سید سعید احمد صاحب ڈیوٹی دیتے ہوئے

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کے موقعہ پر مکرم مولانا محمد انعام صاحب غوری ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان
خطاب فرماتے ہوئے۔

مجلس انصاراللہ بھارت کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر حسنِ کارکردگی میں مجلس انصاراللہ قادیان نے اوّل پوزیشن حاصل کی، انعام لینے کے بعد
مجلس عاملہ کا گروپ فوٹو۔

سالانہ اجتماع مجلس انصاراللہ ویسٹ گوداوری آندھرا پردیش کے موقعہ پر مکرم سلیم احمد صاحب ناظم انصاراللہ
انعامات تقسیم کرتے ہوئے۔

محترم مولانا محمد انعام صاحب غوری ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان و محترم حافظ صالح محمد الہ دین صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ قادیان اور
محترم ڈاکٹر محمد عارف صاحب نائب امیر مقامی قادیان کے اعزاز میں مجلس انصاراللہ بھارت کی طرف سے دیئے گئے استقبالیہ کا منظر

جناب عزت مآب J.M Evans چانسلر ورلڈ اکیڈمی آف یو.ایس.اے محترم جناب ڈاکٹر افتخار احمد ایاز سابق امیر جماعت احمدیہ
برطانیہ کو وائس چانسلر کی Profile پیش کرتے ہوئے۔

مسجد اقصیٰ قادیان سے ملحقہ دو منزلہ عمارت شنکر داس جو صدر انجمن احمدیہ قادیان کے دفاتر کے طور پر استعمال ہوتی رہی کو گذشتہ دنوں
مسجد اقصیٰ کی توسیع کے لئے منہدم کیا گیا۔

اِنسان جب خدا تعالیٰ کی محبت کی آگ میں پڑکر اپنی تمام ہستی کو جلا دیتا ہے تو وہی محبت کی موت اُسکو ایک نئی زندگی بخشتی ہے

فرمودات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

''اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ابتدائے زمانہ میں صرف ایک الہامی کتاب انسان کو کیوں دی گئی، ہر ایک قوم کے لئے جُدا جُدا کتابیں کیوں نہ دی گئیں اِس کا جواب یہ ہے کہ ابتدائے زمانہ میں انسان تھوڑے تھے اور اس تعداد سے بھی کمتر تھے جو انکو ایک قوم کہا جائے اِس لئے اُن کے لئے صرف ایک کتاب کافی تھی پھر بعد اس کے جب دُنیا میں انسان پھیل گئے اور ہر ایک حصّہ زمین کے باشندوں کا ایک قوم بن گئی اور بباعث دور دراز مسافتوں کے ایک قوم دُوسری قوم کے حالات سے بالکل بے خبر ہو گئی ایسے زمانوں میں خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نے تقاضا فرمایا کہ ہر ایک قوم کے لئے جُدا جُدا رسول اور الہامی کتابیں دی جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور پھر جب نوع انسان نے دُنیا کی آبادی میں ترقی کی اور ملاقات کے لئے راہ کُھل گئی اور ایک ملک کے لوگوں کو دوسرے ملک کے لوگوں کے ساتھ ملاقات کرنے کے لئے سامان میسّر آ گئے اور اس بات کا علم ہو گیا کہ فلاں فلاں حصّہ زمین پر نوع انسان رہتے ہیں اور خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ اِن سب کو پھر دوبارہ ایک قوم کی طرح بنا دیا جائے اور بعد تفرقہ کے پھر اُنکو جمع کیا جاوے۔(حاشیہ : ایک قوم بنانے کا ذکر قرآن شریف کی سورہ کہف میں موجود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وترکنا بعضہم یومئذ یموج فی بعض ونفخ فی الصور فجمعنٰھم جمعًا. یعنی ہم آخری زمانہ میں ہر ایک قوم کو آزادی دینگے تا اپنے مذہب کی خوبی دوسری قوم کے سامنے پیش کرے اور دوسری قوم کے مذہبی عقائد اور تعلیم پر حملہ کرے اور ایک مدت تک ایسا ہوتا رہیگا پھر قرنا میں ایک آواز پھونک دیجائیگی تب ہم تمام قوموں کو ایک قوم بنا دینگے اور ایک ہی مذہب پر جمع کر دینگے۔) تب خُدا نے تمام ملکوں کیلئے ایک کتاب بھیجی اور اس کتاب میں حکم فرمایا کہ جس جس زمانہ میں کہ کتاب مختلف ممالک میں پہنچے اُن کا فرض ہوگا کہ اُن کو قبول کر لیں اور اُس پر ایمان لاویں اور وُہ کتاب قرآن شریف ہے جو تمام ملکوں کا باہمی رشتہ قائم کرنے کے لئے آئی ہے قرآن سے پہلی سب کتابیں مختص القوم کہلاتی تھیں یعنی صرف ایک قوم کے لئے ہی آتی تھیں۔ چنانچہ شامی، فارسی، ہندی، چینی، مصری، رومی یہ سب قومیں تھیں جن کے لئے جو کتابیں یا رسول آئے وہ صرف اپنی قوم تک محدود تھے دُوسری قوم سے اُن کو کچھ تعلق اور واسطہ نہ تھا مگر سب کے بعد قرآن شریف آیا جو ایک عالمگیر کتاب ہے اور کسی خاص قوم کے لئے نہیں بلکہ تمام قوموں کے لئے ہے ایسا ہی قرآن شریف ایک ایسی اُمت کیلئے آیا جو آہستہ آہستہ ایک ہی قوم بنا چاہتی تھی۔ سو اب زمانہ کے لئے ایسے سامان میسّر آ گئے ہیں جو مختلف قوموں کو وحدت کا رنگ بخشتے جاتے ہیں۔ باہمی ملاقات جو اصل جڑھ ایک قوم بننے کی ہے ایسی سہل ہو گئی ہے کہ برسوں کی راہ چند دنوں میں طے ہو سکتی ہے اور پیغام رسانی کیلئے وُہ سبیلیں پیدا ہو گئی ہیں کہ جو ایک برس میں بھی کسی دُور دراز ملک کی خبر نہیں آسکتی تھی وُہ اب ایک ساعت میں آسکتی ہے۔ زمانہ میں ایک ایسا انقلاب عظیم پیدا ہو رہا ہے اور تمدّنی دریا کی دھار نے ایک ایسی طرف رُخ کر لیا ہے جس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ اب خدا تعالیٰ کا یہی ارادہ ہے کہ تمام قوموں کو جو دُنیا میں پھیلی ہوئی ہیں ایک قوم بنا دے اور ہزار ہا برسوں کے بچھڑے ہوؤں کو پھر باہم ملا دے اور یہ خبر قرآن شریف میں موجود ہے اور قرآن شریف نے ہی کھلے طور پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ دنیا کی تمام قوموں کے لئے آیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ قُلْ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔ یعنی تمام لوگوں کو کہہ دے کہ میں تم سب کے لئے رسول ہو کر آیا ہوں۔ اور پھر فرماتا ہے وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ یعنی میں نے تمام عالموں کے لئے تجھے رحمت کر کے بھیجا ہے اور پھر فرماتا ہے لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا یعنی ہم نے اِس لئے بھیجا ہے کہ تمام دُنیا کو ڈرا دے لیکن ہم بڑے زور سے کہتے ہیں کہ قرآن شریف سے پہلے دُنیا کی کسی الہامی کتاب نے یہ دعویٰ نہیں کیا بلکہ ہر ایک نے اپنی رسالت کو اپنی قوم تک ہی محدود رکھا یہاں تک کہ جس نبی کو عیسائیوں نے خدا قرار دیا اُس کے مُنہ سے بھی یہی نکلا کہ ''میں اسرائیل کی بھیڑوں کے سوا اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا۔'' اور زمانہ کے حالات نے بھی گواہی دی کہ قرآن شریف کا یہ دعویٰ تبلیغ عام کا عین موقعہ پر ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت تبلیغ عام کا دروازہ کھل گیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے بعد نزول اس آیت کے کہ قُلْ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کی طرف دعوت اسلام کے خط لکھے تھے کسی اور نبی نے غیر قوموں کے بادشاہوں کی طرف دعوت دین کے ہرگز خط نہیں لکھے کیونکہ وہ دُوسری قوموں کی دعوت کے لئے مامور نہ تھے یہ عام دعوت کی تحریک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ہی شروع ہوئی اور مسیح موعود کے زمانہ میں اور اُس کے ہاتھ سے کمال تک پہنچی۔'' (چشمہ معرفت صفحہ ۷۴ تا ۷۷)

''یاد رہے کہ انسان اس خدائے غیب الغیب کو ہرگز اپنی قوت سے شناخت نہیں کر سکتا جب تک وہ خود اپنے تئیں اپنے نشانوں سے شناخت نہ کراوے اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا جب تک وہ تعلق خاص خُدا تعالیٰ کے ذریعہ سے پیدا نہ ہو اور نفسانی آلائشیں ہرگز نفس میں سے نکل نہیں سکتیں جب تک خُدائے قادر کی طرف سے ایک روشنی دل میں داخل نہ ہو اور دیکھو کہ میں اس شہادتِ رویت کو پیش کرتا ہوں کہ وہ تعلق محض قرآن کریم کی پیروی سے حاصل ہوتا ہے دوسری کتابوں میں اب کوئی زندگی کی روح نہیں اور آسمان کے نیچے صرف ایک ہی کتاب ہے جو اس محبوب حقیقی کا چہرہ دکھلاتی ہے یعنی قرآن شریف۔

اور میرے پر جو میری قوم طرح طرح کے اعتراض پیش کرتی ہے مجھے ان کے اعتراضوں کی کچھ بھی پروا نہیں اور سخت بے ایمانی ہوگی اگر میں ان سے ڈر کر سچائی کی راہ کو چھوڑ دوں اور خود اُن کو سوچنا چاہئے کہ ایک شخص کو خُدا نے اپنی طرف سے بصیرت عنایت فرمائی ہے اور آپ اُس کو راہ دکھلا دی ہے اور اُس کو اپنے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف فرمایا ہے اور ہزار نشان اسکی تصدیق کیلئے دکھلائے ہیں کیونکہ ایک مخالف کی ظنیات کو کچھ چیز سمجھ کر اس آفتاب صداقت سے منہ پھیر سکتا ہے اور مجھے اس بات کی بھی پرواہ نہیں کہ اندرونی اور بیرونی مخالف میری عیب جوئی میں مشغول ہیں۔ اس سے بھی میری کرامت ہی ثابت ہوتی ہے وجہ یہ کہ اگر میں ہر قسم کا عیب اپنے اندر رکھتا ہوں اور بقول ان کے میں عہد شکن اور کذّاب اور دجّال اور مفتری اور خائن ہوں اور حرام خور ہوں اور قوم میں پھوٹ ڈالنے والا اور فتنہ انگیز ہوں اور فاسق اور فاجر ہوں اور خدا پر قریباً تیس برس سے افتراء کرنے والا ہوں اور نیکوں اور راستبازوں کو گالیاں دینے والا ہوں اور میری روح میں بجز شرارت اور بدی اور بدکاری اور نفس پرستی کے اور کچھ نہیں اور محض دُنیا کے ٹھگنے کے لئے میں نے ایک دکان بنائی ہے اور نعوذ باللہ بقول ان کے میرا خدا پر بھی ایمان نہیں اور دنیا کا کوئی عیب نہیں جو مجھ میں نہیں۔ مگر باوجود ان باتوں کے جو تمام دنیا کے عیب مجھ میں موجود ہیں اور ہر ایک قسم کا ظلم میرے نفس میں بھرا ہوا ہے اور بہتوں کے میں نے بیجا طور پر مال کھا لئے اور بہتوں کو میں نے (جو فرشتوں کی طرح پاک تھے) گالیاں دی ہیں اور ہر ایک بدی اور ٹھگ بازی میں سب سے زیادہ حصہ لیا تو پھر اس میں کیا بھید ہے کہ بد اور بدکار اور خائن اور اور کذّاب تو میں تھا مگر میرے مقابل پر ہر ایک فرشتہ سیرت جب آیا تو وہی مارا گیا جس نے مُباہلہ کیا وہی تباہ ہوا جس نے میرے پر بدُعا کی وہ بدُعا اُسی پر پڑی۔ جس نے میرے پر کوئی مقدمہ عدالت میں دائر کیا اُسی نے شکست کھائی چنانچہ بطور نمونہ اسی کتاب میں ان باتوں کا ثبوت مشاہدہ کرو گے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ایسے مقابلہ کے وقت میں ہی ہلاک ہوتا۔ میرے پر ہی بجلی پڑتی بلکہ کسی کے مقابل پر کھڑے ہونے کی بھی ضرورت نہ تھی کیونکہ مجرم کا خود خدا دشمن ہے۔ پس برائے خدا سوچو کہ یہ اُلٹا اثر کیوں ظاہر ہوا کیوں میرے مقابل پر نیک مارے گئے اور ہر ایک مقابلہ میں خُدا نے مجھے بچا لیا۔ کیا اس سے میری کرامت ثابت نہیں ہوتی۔ پس یہ شکر کا مقام ہے کہ جو بدیاں میری طرف منسوب کی جاتی ہیں وہ بھی میری کرامت ہی ثابت کرتی ہیں۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲)

''یاد رہے کہ توبہ کا لفظ نہایت لطیف اور روحانی معنی اپنے اندر رکھتا ہے جسکی غیر قوموں کو خبر نہیں یعنی توبہ کہتے ہیں اُس رجوع کو کہ جب انسان تمام نفسانی جذبات کا مقابلہ کر کے اور اپنے پر ایک موت کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ کی طرف چلا آتا ہے۔ سو یہ کچھ سہل بات نہیں ہے اور ایک انسان کو اُسی وقت تائب کہا جاتا ہے جبکہ وہ بکلی نفس امارہ کی پیروی سے دست بردار ہو کر اور ہر ایک تلخی اور ہر ایک موت خدا کی راہ میں اپنے لئے گوارا کر کے آستانہ حضرت احدیت پر گر جاتا ہے تب وہ اس لائق ہو جاتا ہے کہ اس موت کی عوض میں خدا تعالیٰ اسکو زندگی بخشے چونکہ آریہ لوگ صرف بہت سے جونوں کو مدار نجات سمجھ بیٹھے ہیں اس لئے اُن کا اس طرف خیال نہیں آتا ہے نہیں جانتے کہ جس طرح میلا کپڑا بھٹی پر چڑھنے سے اور پھر دھوبی کے ہاتھ سے آب شفاف کے کنارے پر طرح طرح کے صدمات اُٹھانے سے آخر کار وہ سفید ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ توبہ جسکے معنی میں بیان کر چکا ہوں انسان کو صاف پاک کر دیتی ہے انسان جب خدا تعالیٰ کی محبت کی آگ میں پڑ کر اپنی تمام ہستی کو جلا دیتا ہے تو وہی محبت کی موت اُسکو ایک نئی زندگی بخشتی ہے۔ کیا تم نہیں سمجھ سکتے کہ محبت بھی ایک آگ ہے اور گناہ بھی ایک آگ ہے پس یہ آگ جو محبت الٰہی کی آگ ہے گناہ کی آگ کو معدوم کر دیتی ہے یہی نجات کی جڑ ہے۔'' (قادیان کے آریہ اور ہم۔ صفحہ ۵۳-۵۴)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور "وَسِّعْ مَکَانَکَ" کا عظیم الشان الہام

قادیان دارالامان ان دنوں صد سالہ خلافت احمدیہ جوبلی کی مبارک اور پُر رونق آمد کے باعث دیگر تیاریوں کے ساتھ ساتھ عالیشان جماعتی عمارات کی تعمیر وجہ سے اور مقامات مقدسہ کی قدیمی عمارتوں کی تزئین کے باعث ایمان سے بھرپور عجیب پُرکیف منظر پیش کر رہا ہے۔ عمارتیں کہاں نہیں بنتیں دنیا میں ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت عمارات تعمیر ہو رہی ہیں بلکہ آخری زمانہ کے متعلق تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی تھی کہ لوگ عمارات بنانے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں گے۔ لیکن یہاں قادیان دارالامان مین تعمیر ہونے والی ایک ایک عمارت سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی منہ بولتی تصویر ہے کیونکہ یہ عمارتیں خداتعالیٰ کے مبارک الہام کے نتیجہ میں تعمیر ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ اگر کوئی شخص میری طرف جھوٹا الہام بنا کر منسوب کرے گا تو مَیں اُسے دائیں ہاتھ سے پکڑلوں گا اور اس کی شاہ رگ کو کاٹ دوں گا یعنی اس کو اپنی عظیم طاقت سے نیست و نابود کردوں گا۔ (سورۃ الحاقۃ) اس فرمان الٰہی کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک الہام عرصہ سو سال سے نہایت آب و تاب سے پورے ہو رہے ہیں تو یقیناً یہ آپ کی صداقت کا چمکتا ہوا ثبوت ہے۔

ان الہامات میں سے ایک الہام "وَسِّعْ مَکَانَکَ" بھی ہے جو سب سے پہلے 1882ء میں ہوا جبکہ آپؑ کتاب "براہین احمدیہ" تصنیف فرمارہے تھے۔ آپؑ کو الہام ہوا: "وَلَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ" اور اس کے بعد الہام ہوا: "وَوَسِّعْ مَکَانَکَ" یعنی اپنے مکان کو وسیع کرلے۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے لکھا:-

"اس پیشگوئی میں صاف فرمادیا کہ وہ دن آتا ہے کہ ملاقات کرنے والوں کا بہت ہجوم ہو جائے گا یہاں تک کہ ہر ایک کا تجھ سے ملنا مشکل ہو جائے۔ پس تُو اُس وقت ملال ظاہر نہ کرنا اور لوگوں کی ملاقات سے تھک نہ جانا۔ سبحان اللہ! یہ کس شان کی پیشگوئی ہے اور آج سے 17 برس پہلے اس وقت بتلائی گئی کہ جب میری مجلس میں شاید دو تین آدمی آتے ہوں گے اور وہ بھی کبھی کبھی اس سے کیسا علم غیب خدا کا ثابت ہوتا ہے۔"

(سراج منیر، صفحہ 64-63، تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 41)

پھر یہی الہام تذکرہ میں چار جگہوں پر درج ہے۔ چنانچہ 1897ء کے الہامات میں درج ہے کہ:

"ایک عرصہ ہوا مجھے الہام ہوا تھا کہ: "وَسِّعْ مَکَانَکَ یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ" یعنی اپنے مکان کو وسیع کر لوگ دُور دُور سے تیرے پاس آئیں گے۔ سو پشاور سے مدراس تک تو مَیں نے اس پیشگوئی کو پوری ہوتے دیکھ لیا مگر اس کے بعد دوبارہ پھر یہی الہام ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ پیشگوئی پھر زیادہ قوت اور کثرت کے ساتھ پوری ہوگی۔ وَاللّٰہُ یَفْعَلُ مَا یَشَاءُ لَا مَانِعَ لِمَا اَرَادَ" (یعنی اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کے ارادہ کو کوئی روکنے والا نہیں) (اشتہار مورخہ 17 فروری 1897ء، تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 246)

پھر 14 جولائی 1903ء کے حوالہ سے درج ہے کہ:

لَا تَیْئَسُوْا مِنْ خَزَآئِنِ رَحْمَۃِ اللّٰہِ ۔ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۔ یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔ وَسِّعْ مَکَانَکَ ۔ اِنِّیْ اَنَرْتُکَ وَاخْتَرْتُکَ۔

(کاپی الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ 11)

ترجمہ: اللہ کی رحمت کے خزانوں سے ناامید مت ہو۔ ہم نے تجھے خیر کثیر دیا دُور دُور سے تیرے پاس ہدیے آئیں گے۔ لوگ دُور دُور سے تیرے پاس آئیں گے۔ تُو اپنے مکان کو وسیع کر۔ مَیں نے تجھے روشن کیا اور چُن لیا ہم نے تجھ پر دُنیا کے دروازے کھول دیئے۔

پھر 1903ء کے الہامات میں درج ہے کہ:

اَلَیْسَ ھٰذَا بِالْحَقِّ ۔ وَلَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ وَوَسِّعْ مَکَانَکَ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنَّ لَھُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّھِمْ ۔ وَاتْلُ عَلَیْھِمْ مَّا اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ۔

ترجمہ: اور کیا یہ حق نہیں ہے۔ اور چاہئے کہ تو مخلوق الٰہی کے ملنے کے وقت چیں بہ جبیں نہ ہو۔ اور چاہئے کہ تو لوگوں کی کثرت ملاقات سے تھک نہ جائے اور تجھے لازم ہے کہ اپنے مکانوں کو وسیع کرے تا لوگ جو کثرت سے آئیں گے ان کو اُترنے کے لئے کافی گنجائش ہو اور ایمان والوں کو خوشخبری دے کہ خدا کے حضور میں ان کا قدم صدق پر ہے اور جو کچھ تیرے رب کی طرف سے تیرے پر وحی نازل کی گئی ہے وہ ان لوگوں کو سنادے۔

پھر 1907ء کے الہامات میں درج ہے کہ:

لَکُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۔ خیر و نصرت و فتح انشاء اللہ تعالیٰ وَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَھْرَکَ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ۔ اِنِّیْ مَعَکَ وَذَکَرْتُکَ فَاذْکُرْنِیْ وَسِّعْ مَکَانَکَ ۔ حَانَ اَنْ تُعَانَ وَتُرْفَعَ بَیْنَ النَّاسِ۔ اِنِّیْ مَعَکَ یَا اِبْرَاھِیْمُ اِنِّیْ مَعَکَ وَمَعَ اَھْلِکَ اِنَّکَ مَعِیْ وَاَھْلُکَ ۔ اِنِّیْ اَنَا الرَّحْمٰنُ فَانْتَظِرْ ۔ قُلْ یَاْخُذُکَ اللّٰہُ ۔

یعنی تمہارے لئے دُنیا اور آخرت میں بشارت ہے۔ تیرا انجام نیک ہے خیر ہے اور نصرت اور فتح انشاء اللہ تعالیٰ۔ ہم تیرا بوجھ اتار دیں گے جس نے تیری کمر توڑ دی اور تیرے ذکر کو اونچا کردیں گے۔ مَیں تیرے ساتھ ہوں مَیں نے تجھے یاد کیا ہے سو تو مجھے بھی یاد کر اور اپنے مکان کو وسیع کردے۔ وہ وقت آتا ہے کہ تو مدد دیا جاوے گا اور لوگوں میں تیرا نام عزت اور بلندی سے لیا جائے گا۔ مَیں تیرے ساتھ ہوں اے ابراہیم۔ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور ایسا ہی تیرے اہل کے ساتھ۔ اور تو میرے ساتھ ہے اور ایسا ہی تیرے اہل۔ مَیں رحمٰن ہوں میری مدد کا منتظر رہ اور اپنے دشمن کو کہہ دے کہ خدا تجھ سے مواخذہ لے گا۔ (صفحہ 624)

تاریخ بتاتی ہے کہ جس وقت پہلی مرتبہ حضور علیہ السلام پر یہ الہام نازل ہوا تو آپ نہایت غربت و بے کسی و گمنامی کی حالت میں تھے۔ اور حضور کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ آپ کو اس لئے مکانات بنوانے چاہئیں کہ ایک دَور ایسا بھی آنے والا ہے جب کہ قادیان میں مہمانوں کی کثرت ہو جائے گی لیکن صرف اللہ کے اس مبارک کلام کو ظاہری طور پر پورا کرنے کے لئے آپ نے ایک مخلص دوست میاں عبداللہ صاحب سنوری کو درج ذیل ارشاد فرمایا۔ یہ واقعہ سیرت المہدی حصہ اوّل میں یوں درج ہے۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ جب حضور کو وَسِّعْ مَکَانَکَ (یعنی اپنے مکان کو وسیع کر) کا الہام ہوا تو حضور نے مجھ سے فرمایا کہ مکانات بنوانے کے لئے ہمارے پاس روپیہ نہیں۔ اس حکم الٰہی کی اس طرح تعمیل کردیتے ہیں کہ دو تین چھپر بنوا لیتے ہیں۔ چنانچہ حضور نے مجھے اس کام کے واسطے امرتسر حکیم محمد شریف صاحب کے پاس بھیجا جو حضور کے پرانے دوست تھے۔ اور جن کے پاس حضور اکثر امرتسر میں ٹھہرا کرتے تھے تاکہ میں ان کی معرفت چھپر باندھنے والے اور چھپر کا سامان لے آؤں۔ چنانچہ مَیں جا کر حکیم صاحب کی معرفت امرتسر سے آدمی اور چھپر کا سامان لے آیا۔ اور حضرت صاحب نے اپنے مکان میں تین چھپر تیار کروائے۔ یہ چھپر کئی سال تک رہے پھر ٹوٹ پھوٹ گئے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ بات دعویٰ مسیحیت سے پہلے کی ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ توسیع مکان سے مراد کثرت مہمانان و ترقی قادیان بھی ہے۔"

(سیرۃ المہدی حصہ اوّل صفحہ 45-144)

بعد کے حالات بتاتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس الہام کی روشنی میں اس بات کا پختہ علم ہو چکا ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ جماعت احمدیہ کے ذریعہ دنیا میں وسیع و عریض اور عالیشان عمارات کی تعمیر ہوگی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب سے باذنہٖ تعالیٰ جماعت کی بنیاد رکھی گئی ہے گزشتہ سو سال میں جماعت کی مختلف النوع عمارات تعمیر ہوتی رہی ہیں جن میں مساجد، مشن ہاؤسز، لنگر خانے، گیسٹ ہاؤسز، سکول، ہسپتال، چھاپہ خانوں کی عمارتیں، جماعتی دفاتر، غرباء کے لئے پوری دنیا میں تعمیر کروائی جانے والی عمارات شامل ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان عمارات میں غیر معمولی اضافہ جماعت کی صد سالہ جوبلی 1989ء کے موقع پر ہوا۔ 1989ء کے بعد تو گویا مختلف النوع عمارات کی تعمیر کا ایک ہجوم ہے جس کو احاطہ تحریر میں لانا مشکل ہے۔

ہم پوری دنیا میں تعمیر ہونے والی تمام عمارات کو احاطہ تحریر میں نہیں لاسکتے۔ البتہ قادیان میں 1889 کی صد سالہ جوبلی اور اب 2008ء کی خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی کی تیاری میں تعمیر ہونے والی عظیم الشان عمارتوں کی ایک جھلک ہم اپنے محترم قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

باقی صفحہ نمبر 36 پر ملاحظہ فرمائیں

ہمیشہ عزیز اور حکیم خدا کے آگے جھکو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر زیادہ سے زیادہ عمل پیرا ہونے کی کوشش کرو

مخالفین کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں وہ ضرور خدائی عذاب اور قہر میں مبتلاء ہونگے بالآخر فتح ہماری ہے اور یقیناً ہماری ہے

اللہ تعالیٰ کی صفت "حکیم" کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر بصیرت افروز خطبہ جمعہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 14 ردسمبر 2007 بمقام مسجد بیت الفتوح لندن

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی صفات عزیز اور حکیم کے تسلسل میں جو خطبات دے رہا ہوں اسی تسلسل میں ان صفات سے سب سے زیادہ حصہ پانے والے وجود یعنی حضرت محمد رسول اللہ، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے حوالے سے کچھ بیان کروں گا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (بقرہ: ۱۵۲) ترجمہ: جیسا کہ ہم نے تمہارے اندر تم ہی میں سے رسول بھیجا ہے جو تم پر ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب اور (اس کی) حکمت سکھاتا ہے اور تمہیں ان باتوں کی تعلیم دیتا ہے جن کا تمہیں پہلے کچھ علم نہ تھا۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور اعمال اور نصائح جو روزمرہ کے معاملات سے لیکر قومی معاملات تک پھیلے ہوتے ہیں اور جن میں آپ کا ہر قدم اور ہر نصیحت حکمت لئے ہوئے ہے ان کے پیچھے چل کر ہم حکمت اور فراست کے حامل بن سکتے ہیں۔ "يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا" کہکر اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تصدیق کر دی ہے اور فرمادیا کہ اس نبی کی کوئی بات بھی ایسی نہیں جس کے متعلق تم سمجھو کہ یہ بے مقصد اور حکمت سے خالی ہے اور پھر یہ نبی تمہیں حکم ہی ایسا دیتا ہے کہ جس کے عملی نمونے بھی دکھاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اس کے اسوہ پر عمل کرو اور اگر کوئی بات واضح طور پر سمجھ نہ بھی آئے تو یہ ایمان ہو کہ یقیناً اس میں کوئی حکمت ہے اور ہمارے فائدے کے لئے ہے۔ یہی سوچ ایک مومن کی شان ہونی چاہئے۔

اب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث پیش کرتا ہوں جس میں آپ نے مختلف امور بیان فرمائے ہیں:

آپ کی ایک حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ كَلِمَةُ الْحِكْمَةِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ مَا وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا (ابن ماجہ، کتاب الزہد، بحوالہ حدیقۃ الصالحین صفحہ: 208) یعنی حکمت کی بات مومن کی گمشدہ متاع ہوتی ہے اسے چاہئے کہ جہاں کہیں بھی اسے حکمت کی بات ملے اسے لے لے۔

اس میں جہاں یہ واضح فرمایا کہ حکمت کی بات چاہے غیر مذہب والے سے ملے، کم پڑھے لکھے سے ملے یا کسی بچے سے ملے اگر حکمت ہے تو اسے اپنالو کیونکہ تم اس کے حقدار ہو اُسے انکساری کے ساتھ اختیار کرلو دوسرے اس طرف توجہ دلائی کہ ایک مومن کو فضولیات سے بچتے ہوئے حکمت کی بات تلاش کرتے رہنا چاہئے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو اشخاص ایسے ہیں جن پر رشک کرنا چاہئے ایک وہ جس کو اللہ نے مال و دولت سے نوازا پھر وہ اپنی دولت کو اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے۔ اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے علم و حکمت سے نوازا ہو اور وہ اپنے علم و حکمت کی روشنی سے دوسروں کو منوّر کرتا ہو۔ اس حدیث کے ذریعہ مومنوں کے واسطہ سے یہ کام کر دیا کہ حکمت کو حاصل بھی کرو اور پھیلاؤ بھی تو مومن کی شان یہی ہے کہ اس کو آگے پھیلاتا چلا جائے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے عمدہ وہ مجلس ہے جس میں حکمت کی باتیں پھیلائی جاتی ہیں۔ فرمایا: تو یہ ہماری مجالس کے معیار ہونے چاہئیں۔ اللہ کا حکم ہے کہ لغو مجلس میں نہیں بیٹھنا چاہئے اسی طرح ایسی مجالس میں بھی نہیں بیٹھنا چاہئے جہاں اللہ اور اس کے رسول کی ہتک کی جارہی ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں علم و حکمت اور دانائی کی باتوں کو حاصل کرنے کے لئے اس قدر تڑپ تھی کہ آپ نے جنگی قیدیوں کی آزادی کے لئے یہ شرط رکھ دی کہ اگر وہ انصار کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں گے تو وہ آزاد کر دیئے جائیں گے۔ آپ کو تبلیغ کے لئے بھی ایسے ذرائع اختیار کرنے کا حکم تھا جو حکمت سے بھرپور ہوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۔(سُورۃُ النّحل:126)

ترجمہ: اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے اور ان سے ایسی دلیل کے ساتھ بحث کر جو بہترین ہو۔ یقیناً تیرا رب ہی اسے جو اس کے راستے سے بھٹک چکا ہو، سب سے زیادہ جانتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کا بھی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

پس یہ حکم کہ تبلیغ کرنے والوں کو کہہ کہ موقعہ محل کے لحاظ سے صحیح بات کرو اور صرف خشک دلیلوں اور کج بحثی میں نہ پڑو۔ یہی وہ طریق ہے جو عموماً دوسرے کے دل کو نرم کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

پھر قومی معاملات میں آپ کے پُرحکمت فیصلے تھے۔ غزوہ اُحد کے موقع پر جب ایک مرتبہ آپ کا فیصلہ نہ ماننے کی وجہ سے مسلمانوں کو نقصان ہوا اور مسلمان زخموں سے چُور تھے ایسے میں دوسرے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ کفار مکہ دوبارہ حملہ کرنے والے ہیں کیونکہ ان کے بعض قریبی ان کو یہ طعنہ دے رہے تھے کہ نہ تو تم نے مسلمانوں کو شکست دی نہ تم نے مال غنیمت حاصل کیا، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ان کا تعاقب کریں گے اور آپ نے فرمایا میرے ساتھ وہی لوگ شامل ہونگے جو پہلے غزوہ اُحد میں شامل تھے۔ یہ آپ کا پرحکمت فیصلہ تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ تو گئے لیکن دشمن حملہ نہ کرسکا۔ یہودیوں کی گالیوں کے جواب میں بھی آپ نے پرحکمت جواب کا طریق اختیار کیا تھا۔ چنانچہ جب یہودی آپ سے ملتے تو کہتے السَّام علیک (یعنی تجھ پر ہلاکت ہو) اور آپ اس کے جواب میں صرف علیک فرماتے یعنی تم پر بھی ہو۔ بعض دفعہ صحابہ عرض کرتے کہ اس نے السلام علیک کی بجائے السام علیک کہا ہے تو آپ اس کا یہی جواب دیتے کہ میں نے اس کی ہی بات کا جواب دیا ہے۔

آپ کے پرحکمت فیصلے تاریخ میں یوں درج ہیں۔ لکھا ہے جب مکہ فتح ہوا اس موقع پر ابوسفیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ مانگو کیا مانگتے ہو۔ اس پر ابوسفیان نے کہا کہ آپ اپنی قوم پر رحم کریں اُن کو معاف کر دیں۔ آپ نے فرمایا اعلان کرو کہ جو ابوسفیان کے گھر کی چھت کے نیچے آجائے گا اس کو امن دیا جائے گا اسی طرح آپؐ نے اس موقع پر فرمایا کہ جو بلال کے جھنڈے کے نیچے آجائے گا اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ کیسا پرحکمت فیصلہ تھا۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو حضرت ابوبکر یا حضرت عمر کے جھنڈے کے نیچے آجائے گا اس کو امن دیا جائے گا بلکہ بلال کا ذکر کیا جو ایک حبشی غلام تھے جن کا آقا ان کو تپتی ریت پر لٹا کر طرح طرح کی اذیتیں دیتا تھا آپ نے اس فیصلہ سے ایک طرف تو غلامی کا خاتمہ کیا دوسری طرف ایک غریب غلام کے زخموں پر محبت اور عزت کا مرہم بھی لگایا۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اور جب سے انسان نے اپنے خون کا بدلہ لیا آج تک ایسا پرحکمت بدلہ نہیں لیا گیا۔ دوڑ دوڑ کر لوگ جن میں بڑے بڑے رؤسا اور امراء شامل تھے حضرت بلال کے جھنڈے کے نیچے آتے چلے جاتے تھے۔ اس وقت بلال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کس قدر درود بھیج رہے ہونگے۔

آج بھی اس حکمت کا تقاضا ہے کہ اس عزیز خدا کی پہچان کرائی جائے۔ آج احمدی یاد رکھیں کہ یہ نظارے پھر دوہرائے جانے ہیں۔ لیکن ہم نے کسی پر ظلم نہیں کرنا بلکہ وہ راستہ اختیار کرنا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا تھا۔ پس ہمیشہ اس عزیز اور حکیم خدا کے آگے جھکو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر زیادہ سے زیادہ عمل پیرا ہونے کی کوشش کرو۔

خطبہ جمعہ کے آخر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے شیخوپورہ پاکستان کے ہمایوں وقار صاحب کا ذکر فرمایا جنہیں 7 دسمبر کو شیخوپورہ میں بعض نامعلوم افراد نے شہید کر دیا۔ فرمایا ان کی عمر 32 سال کی تھی۔ حضور نے فرمایا ان شہیدوں کا خون ضرور رنگ لائے گا اس کی ہمیں فکر نہیں لیکن مخالفین کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں وہ ضرور خدائی عذاب اور قہر میں مبتلاء ہونگے یہ ظلم زیادہ دیر تک نہیں چلے گا۔ فتح ہماری ہے اور یقیناً ہماری ہے۔ اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کے درجات بلند کرے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے۔ نماز جمعہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے شہید مرحوم کا نماز جنازہ پڑھایا۔

اعلان نکاح

خاکسار کی بھانجی عزیزہ عطیۃ القدیر صاحبہ بنت سید معین احمد آف سرلو نیا گاؤں ضلع نیا گڑھ کٹک اڑیسہ کا نکاح ہمراہ مکرم عطاء الرشید صاحب ولد ڈاکٹر عبد الرشید صاحب آف مانیکا گوڑا صوبہ اڑیسہ کے ساتھ مبلغ 65501 روپے حق مہر پر مکرم سید فہیم احمد صاحب مبلغ سلسلہ گنٹوک سکم نے مورخہ 7 ستمبر 2007 کو پڑھا۔ رشتہ ہر جہت سے بابرکت اور مثمر بثمرات حسنہ ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

(اعانت بدر 200 روپے) (سید نعیم احمد اڑیسہ)

دعاؤں کے ساتھ اس صدی کو الوداع کہیں اور دعاؤں کے ساتھ نئی صدی کا استقبال کریں

ہم خلافت احمدیہ کے سوویں سال سے گزر رہے ہیں اگلے سال ہم نے خلافت احمدیہ کی نئی صدی کا استقبال کرنا ہے اس نئی صدی میں داخل ہونے کے لئے خالصۃً اسی کا ہو کر دعاؤں میں وقت گزارنا چاہئے

اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقصد کو پورا کرنے والا بنائے اور خلافت سے فیضیاب کرنے کے لئے ایسی دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اللہ سے محبت پیدا کرنے والی ہوں۔

خلاصہ اختتامی خطاب سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 29 رجولائی 2007ء برموقع جلسہ سالانہ یوکے بمقام حدیقۃ المہدی

جماعت احمدیہ برطانیہ کے تیسرے روز کے آخری اجلاس میں سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے جلسہ سالانہ 1907ء کے خطاب کے حوالہ سے ہی نصائح فرمائیں۔ آپ کے خطاب سے قبل بعض غیر مسلم معزز شخصیات نے اپنے تاثرات بیان فرمائے جس کے بعد اختتامی اجلاس تلاوت قرآن مجید سے شروع ہوا مکرم فیروز عالم صاحب نے سورہ صف کے آخری رکوع کی تلاوت کی اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر صغیر سے بامحاورہ ترجمہ پیش کیا بعد ازاں فلسطین کے خدام نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی قصیدہ خوش الحانی سے سنایا جس کا اردو ترجمہ محترم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد امام مسجد فضل لندن نے سنایا جس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام:

اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار
اے میرے پیارے میرے محسن میرے پروردگار

نہایت خوش الحانی سے پڑھا گیا۔ اس نظم کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطاب شروع ہوا۔ حضور انور نے تشہد تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا آج بھی میں کچھ حد تک وہی مضمون بیان کروں گا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ سالانہ 1907ء میں بیان فرمایا تھا۔ یہ تقریر دو دن جاری رہی تھی اگرچہ یہ ساری تقریر تو نہیں بیان کی جاسکے گی لیکن جہاں تک ممکن ہو سکے گا اس کے بعض حصے اس موقع پر بیان ہوں گے۔ حضور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے خطاب میں تقویٰ کی نصیحت فرمائی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایسی ایمانی ترقی عطا کرے گا اور تم کو وہ نور بخشا جائے گا جو تمہارے جسم کے ہر حصے میں اور ہر حرکت و سکون میں ہوگا اور جن راہوں پر تم چلو گے وہ نور سے بھر جائیں گی۔ پس ہر ایک احمدی کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس میں اور غیر میں تقویٰ ایک واضح لکیر کھینچتا ہے۔ جو متقی نہیں وہ قرآن کے نور سے کچھ روشنی نہیں پا سکے گا تقویٰ ایک روحانی ہتھیار ہے جس کی فی زمانہ ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں شیطان کا مغلوب ہونا مقدر ہے لیکن اس کے لئے مسیح موعودؑ کا حقیقی تابعدار بننا ہوگا۔ اب شیطان کو "جَرِیُّ اللّٰہِ فِی حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ" کے ذریعہ سے شکست مقدر ہے۔ آخری زمانے کی نسبت پہلی کتابوں میں لکھا ہے کہ شیطان کے ساتھ ایک بڑی جنگ ہوگی اور حقیقی طور پر اس کا مغلوب ہونا مسیح موعود کے ہاتھوں سے ہوگا۔ اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس آخری فتح کے لئے ہم ان تمام احکامات پر عمل کریں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید کی روشنی میں بیان فرمائے ہیں۔

حضورؓ فرماتے ہیں واضح رہے کہ صرف زبان سے بیعت کا اقرار کچھ چیز نہیں جب تک دل کی عزیمت سے اس پر پورا پورا عمل نہ ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً فرمایا کہ اِنِّی اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ کہ میں ہر اس شخص کی حفاظت کروں گا جو تیرے گھر کی چاردیواری میں ہے اور تیری تعلیم پر عمل پیرا ہے پس ہر مصیبت سے، ہر مشکل سے، ہر بلا سے اور ہر حملے سے بچنے کا یہ ایک آسان نسخہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتایا ہے۔ اگر ہم سچے دل سے آپ کی تعلیم پر عمل کریں گے تو خدا تعالیٰ ہمیں ہر بلا سے محفوظ رکھے گا مگر یاد رکھنا چاہئے کہ شیطان کا مرنا صرف زبان سے نہیں بلکہ تم لوگوں کو عملی طور پر دکھانا چاہئے کہ شیطان مر گیا ہے۔ خدا کا وعدہ ہے کہ آخری مسیح کے زمانہ میں شیطان بالکل مر جائے گا یہ تو تم جانتے ہو کہ شیطان لاحول سے بھاگتا ہے لیکن وہ زبانی لاحول سے نہیں بھاگتا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جس کے ذرّے ذرّے میں لاحول سرایت کر جاتا ہے اور جو اس خدا سے استعانت طلب کرتا ہے وہ بچایا جاتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم سب مردے ہو مگر جنکو میں زندہ کروں اور تم سب گمراہ ہو مگر جن کو میں ہدایت دوں اور سب اندھے ہو مگر جن کو میں بینائی بخشوں۔

جب تک خدا کا فیض حاصل نہیں ہوتا تب تک دنیا کی محبت کا طوق گلے کا ہار بنا رہتا ہے۔ خدا کا فیض بھی دعا سے شروع ہوتا ہے مگر دعا ایک موت ہے اس موت کے بعد ہی حقیقی زندگی ملتی ہے یاد رکھو دعا میں ایک مقناطیسی اثر ہوتا ہے یہ کوئی دعا نہیں کہ منہ تو اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہتا رہے اور دل میں اس کے خلاف خیال رہیں یہ تو عمل کا ضائع کرنا ہے جب تک انسان کتاب اللہ پر عمل نہیں کرتا تب تک اس کی نمازیں وقت کا ضائع کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خٰشِعُوْنَ (مومنون 3-2) یعنی جب دعا کرتے کرتے انسان کا دل پگھل جائے اور آستانہ الوہیت پر ایسے خلوص اور صدق سے گر جاوے کہ بس اسی میں محو ہو جاوے اور سب خیالات کو مٹا کر اسی سے فیض اور استعانت طلب کرے اور ایسی یکسوئی حاصل ہو جائے کہ ایک قسم کی رقت اور گداز پیدا ہو جائے تب فلاح کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ آگے فرمایا: اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (مومنون:4) یہاں لغو سے مراد دنیا ہے یعنی جب انسان کو نمازوں میں خشوع و خضوع حاصل ہونے لگ جاتا ہے تو پھر دنیا کی محبت اس کے دل سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کاشتکاری تجارت اور نوکری چھوڑ دیتا ہے بلکہ دنیا اس کا اصل مقصود نہیں ہوتی ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رِجَالٌ لَا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔ (نور:38)

مطلب یہ ہے کہ دنیا سے تعلق رکھنے والا دنیادار نہیں کہلاتا بلکہ دنیا دار وہ ہے جسے خدا یاد نہ ہو پس عبادت کا اثر جسم اور روح دونوں پر پڑتا ہے اور اسی کے نتیجہ میں انسان کے اندر ظاہری اخلاق بھی پیدا ہوتے ہیں وہ عبادات کیا ہیں جو جسم اور روح میں انقلاب پیدا کرتے ہیں؟۔ عبادات کا حقیقی مغز نماز ہے اس مغز کی حفاظت کرو تو تم اپنے اندر روحانی انقلاب پیدا کرنے والے ہو گے۔ فرمایا آج دنیا میں دکھاوے کی نمازیں پڑھنے والے بہت ہیں یہ ایسے ہی لوگ ہیں جن کی مسجدوں میں کشت و خون کے بازار گرم ہوتے ہیں لیکن تم وہ نمازیں پڑھو جن کے اسلوب تم کو مسیح محمدی نے سکھائے ہیں۔ نماز وہ نہیں ہے جو عام لوگ رسم کے طور پر پڑھتے ہیں بلکہ اصل نماز وہ ہے جس سے دل گداز ہو جاتا ہے۔ یاد رکھو نماز کی حفاظت کی ضرورت ہم کو ہے اللہ کو نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو غنی عن العالمین ہے۔ اس لئے خدا کی طرف جھکو خدا کی طرف جھکنے میں اگر تمام دنیا بھی دشمن ہو جائے کچھ بگاڑ نہیں سکتی یاد رکھو نماز ایسی چیز ہے جس سے دنیا بھی سنور جاتی ہے اور دین بھی سنور جاتا ہے۔ پس آج ہر احمدی کو خدا سے تعلق جوڑنے کے لئے اور ہر قسم کی بھلائی کے حصول کے لئے اور اپنی اور اپنی نسلوں کی حفاظت کیلئے ایسی عبادتیں کرنی ہونگی جو خالصۃً اللہ کی رضا کی خاطر ہوں۔ پھر شیطان کا کوئی حملہ ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ہمارا بہت ہی پیار کرنے والا خدا آج بھی ہمیں نشانات دکھا رہا ہے اور اس جماعت کو فنا کرنے کے خواب دیکھنے والوں کے ہاتھوں کو آج ہم خود فنا ہوتے دیکھ رہے ہیں پس آج ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ خدا کے مسیح کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اللہ سے اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرنے اور قائم رکھنے کے لئے مدد اور استعانت کے طالب ہوں۔ چاہئے کہ تمہارے دن اور تمہاری راتیں غرض کوئی گھڑی دعاؤں سے خالی نہ ہو جب یہ حالت ہوگی تب ہم اللہ کے وعدوں کے وارث بننے والے ہوں گے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی بلند و شان کو دیکھ کر مکمل فروتنی اختیار کریں گے تو اس کی مہربانیاں اور احسان ہم پر نازل ہونگے اگر ہم ہر چیز پر اس کی ذات کو ترجیح دیں گے تو ہم اس کی جنتوں کے وارث بنیں گے۔ یہ وہ کیفیت ہے جو ہر احمدی پر طاری ہونی چاہئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ اس نے ہم کو زمانے کے امام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی ہے پس یہ ایسا احسان ہے جو ہم کو خدا کی محبت بڑھانے والا ہونا چاہئے۔ مسیح آخر الزمان کو اللہ نے خاتم الخلفاء بنا کر بھیجا ہے اس خاتم الخلفاء کی خلافت کا زمانہ اب قیامت تک ہے۔ خدا کا ا

ہے کہ ہم کو خلافت کا انعام دیا ہے جو اس انعام سے منسلک رہے گا وہ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی کامیابیوں کا وارث ہوگا۔

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے بصیرت افروز خطاب کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ہم خلافت احمدیہ کے سوویں سال سے گزر رہے ہیں اگلے سال ہم نے خلافت احمدیہ کی نئی صدی کا استقبال کرنا ہے اس نئی صدی میں داخل ہونے کے لئے خالصۃً اسی کا ہو کر دعاؤں میں وقت گزارنا چاہئے۔ فرمایا: میں نے دو سال پہلے جماعت کو بعض دعاؤں کی طرف توجہ دلائی تھی۔ پس میں ہر احمدی سے کہتا ہوں کہ بقایہ عرصہ میں توجہ کے ساتھ ان دعاؤں کو پڑھیں تا کہ جب ہم اگلی صدی میں داخل ہوں تو پہلے سے بڑھکر اللہ تعالیٰ کے انعامات کے وارث بنیں۔ ان دعاؤں میں سے ایک سورہ فاتحہ ہے اس پر غور کریں تو اس کا ہر ہر لفظ دین کے قیام و استحکام اور ہر احمدی کے اپنے ایمان میں ترقی کے لئے عظیم الشان دعا ہے یہ ایک ایسی دعا ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے زندہ تعلق جوڑنے کا راستہ دکھایا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں سورہ فاتحہ کا نام اُمُّ القرآن بھی ہے جس نے سیپ کیطرح قرآن کے جواہرات اور موتیوں کو اپنے اندر لیا ہوا ہے سورہ فاتحہ کے اور بھی بہت سے نام ہیں اس کا ایک نام فاتحۃ الکتاب ہے اور فاتحۃ الکتاب اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ نے اس سورہ کو قرآن کے احکام کو کھولنے کے لئے حکم قرار دیا ہے اور جن امور کا انسان کو مبدء و معاد کے سلسلہ میں جاننا ضروری ہے وہ سب اس میں موجود ہیں اور یہ سورہ مسیح موعود اور مہدی معہود کے زمانے کی بشارت دیتی ہے پس اس کے ہر ہر لفظ پر غور کر کے پڑھنا روحانی ترقی کا باعث ہے۔ اس میں چار صفات بیان کی گئی ہیں فرمایا ان صفات کا ذکر میں پہلے مختصر اپنے خطبات میں کر چکا ہوں۔

فرمایا اسی طرح درود شریف پڑھنے کی تاکید بھی کی گئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا مجھ پر درود بھیجا کرو تمہارا مجھ پر درود بھیجنا تمہاری پاکیزگی کا ذریعہ ہے اور اس کے ذریعہ اللہ ان راستوں کی طرف تمہاری رہنمائی فرمائے گا جو حقیقت کے راستے ہیں لیکن یہ درود اس کے الفاظ کو سمجھتے ہوئے اور اس کے مفہوم کو سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے تب ہی یہ درود انسان کو اعلیٰ معیاروں کی طرف لے جانے والا بنتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک کشف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ایک رات آپ نے اس کثرت سے درود پڑھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے آپ کے در و دیوار پر نور کی مشکیں چھڑکیں۔ آپ کے پوچھنے پر کہ یہ کیا ہے ان فرشتوں نے کہا یہ وہ درود کی برکتیں ہیں جو تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجا تھا اسی طرح ایک کشف میں آپ نے دیکھا کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادہ الٰہی احیاء دین کے لئے جوش میں ہے اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا: ھٰذَا رَجُلٌ یُحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرطِ اعظم اس عہدہ کی محبت رسول ہے۔ پس اس زمانے کے امام کو جن کو اللہ تعالیٰ نے احیاء دین کے لئے مبعوث فرمایا ہے ان کو یہ مقام ان کے آقا و مطاع سے عشق کے نتیجہ میں ملا ہے۔ آج بھی ہمیں یہی نسخہ استعمال کرنا ہوگا پس ہر احمدی اپنی تمام دعاؤں پر اس دعا کو مقدم کر لے تو جہاں وہ روحانی ترقی حاصل کریگا وہیں اس کو دعاؤں کی قبولیت بھی حاصل ہوگی۔ لیکن خلوص اور دل کا درد شرط ہے۔

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ نے فرمایا آج تمام دنیا میں پیغام حق پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے دنیا کے چپے چپے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچانا اور اللہ اکبر کے نعرے لگانا ہمارے ذمہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے ہی ہمیں اس کام میں مدد حاصل ہوگی۔

پھر یہ دعا کرنے کے لئے کہا گیا تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک بیماری سے شفا کے لئے الہاماً سکھائی گئی تھی یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ فرمایا اللہ کی حمد و عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درود کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے جسمانی اور روحانی شفا حاصل ہوتی ہے اسکو بہت پڑھنا چاہئے۔ پھر یہ دعا بھی تھی رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ۔ یعنی اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تو ہمیں ہدایت دے چکا ہو اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر یقیناً تو ہی ہے جو بہت عطا کرنے والا ہے۔ فرمایا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ دعا پڑھنے کی بہت تاکید فرمائی ہے آپ کی وفات کے بعد حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خواب میں ملاقات ہوئی اور آپ نے یہ دعا پڑھنے کی تاکید فرمائی۔ فرمایا اس میں نظام خلافت سے جڑے رہنے کی بھی دعا ہے گمراہ ہونے سے بچنے کے لئے بڑی اہم دعا ہے۔ اسی طرح ایک دعا یہ تھی رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ (بقرہ:250) یعنی اے ہمارے رب ہم پر صبر نازل کر اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور کافر قوم کے خلاف ہماری مدد کر فرمایا صبر کے حصول اور ثبات قدم کے لئے یہ بڑی اہم دعا ہے منکرین مسیح موعود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں کو ایسی تکالیف دیتے ہیں کہ اگر اللہ کا فضل نہ ہو تو ثبات مشکل ہے اسلئے یہ دعا نہایت ضروری ہے کہ اے خدا اپنی قدرت کے نظارے ہمیں دکھا اور مخالفین سے ہمیں نجات بخش۔

پھر ایک دعا یہ تھی اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قوم سے خطرہ ہوتا یا قومی طور پر کوئی فساد دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔ چونکہ ہماری حالت بھی آج کل ایسی ہے کہ مُلّا کبھی کسی ملک کے ساتھ مل جاتا ہے اور کبھی کسی ملک کے ساتھ اور ہمیں جماعتی طور پر نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے تو اس کے شر سے بچنے کے لئے یہ بڑی اہم دعا ہے۔

فرمایا دشمن کا حملہ دو طرح کا ہوتا ہے کبھی سامنے سے اور کبھی خفیہ تدبیروں کے ذریعہ اس دعا میں دونوں باتوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ ظاہری حملہ کے لئے ہے اور اندرونی منصوبوں اور شرارتوں کیلئے وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ ہے اس زمانے میں مسیح موعود کی جماعت کے پاس صرف دعاؤں کا وسیلہ ہے اور دعاؤں کا ہتھیار ہے اس لئے عبادات کی طرف بہت توجہ دیں۔

پھر ایک دعا جو جوبلی کی دعاؤں میں بتائی گئی تھی وہ استغفار ہے یعنی اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ استغفار کے حقیقی اور اصلی معنی یہ ہیں کہ خدا سے درخواست کرنا کہ بشریت کی کمزوری ظاہر نہ ہو پس شیطان کے حملے جو قدم قدم پر ہو رہے ہیں ان سے بچنے کے لئے استغفار ایک اہم دعا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقصد کو پورا کرنے والا بنائے اور خلافت سے فیضیاب کرنے کے لئے ایسی دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اللہ سے محبت پیدا کرنے والی ہوں۔ پس دعاؤں کے ساتھ اس صدی کو الوداع کہیں اور دعاؤں کے ساتھ نئی صدی کا استقبال کریں اگر ایسا کریں گے تو کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ کو نہایت شان سے پورا ہوتے دیکھیں گے۔ پس اپنے عمل اور دعاؤں سے اس امانت کی حفاظت کرو تا کہ جس طرح تم اپنے بزرگوں کی قربانیوں اور دعاؤں کے پھل کھا رہے ہو اسی طرح تمہاری قربانیوں اور دعاؤں کے پھل تمہاری نسلیں کھائیں۔ اللہ ہم سب کو اپنے عہدوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو خیریت سے اپنے گھروں کو پہنچائے ہر تکلیف اور پریشانی سے محفوظ رکھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں آپ کے حق میں پوری ہوں۔

☆☆☆

حیاتِ طیبہ کا آخری جلسہ سالانہ........

جلسہ سالانہ ۲۷ دسمبر ۱۹۰۷ء کے موقعہ پر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا علم و معرفت سے لبریز بصیرت افروز افتتاحی خطاب

جو شخص سچے جوش اور پُورے صدق اور اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی طرف آتا ہے وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ یہ یقینی اور سچی بات ہے کہ جو خدا کے ہوتے ہیں خدا ان کا ہوتا ہے اور ہر ایک میدان میں ان کی نصرت اور مدد کرتا ہے

خدا کا شکر: دیکھو اوّل اللہ جلّشانہ کا شکر ہے کہ آپ صاحبوں کے دلوں کو اس نے ہدایت دی اور باوجود اس بات کے کہ ہزاروں مولوی ہندوستان اور پنجاب کے تکذیب میں لگے رہے اور ہمیں دجّال اور کافر کہتے رہے، آپ کو ہمارے سلسلہ میں داخل ہونے کا موقع دیا۔

خدا کا معجزہ: یہ بھی اللہ جلّ شانہ کا بڑا معجزہ ہے کہ باوجود اس قدر تکذیب اور تکفیر کے اور ہمارے مخالفوں کی دن رات کی سرتوڑ کوششوں کے یہ جماعت بڑھتی جاتی ہے۔ میرے خیال میں اس وقت ہماری جماعت چار لاکھ سے بھی زیادہ ہوگی اور یہ بڑا معجزہ ہے کہ ہمارے مخالف دن رات کوشش کر رہے ہیں اور جانکاہی سے طرح طرح کے منصوبے سوچ رہے ہیں اور سلسلہ کو بند کرنے کے لئے پورا زور لگا رہے ہیں مگر خدا ہماری جماعت کو بڑھاتا جاتا ہے اور مخالف اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

خدا کی حکمت: جانتے ہو کہ اس میں کیا حکمت ہے؟ حکمت اس میں یہ ہے کہ اللہ جلّ شانہ جس کو مبعوث کرتا ہے اور جو واقعی طور پر خدا کی طرف سے ہوتا ہے وہ روز بروز ترقی کرتا اور بڑھتا ہے اور اس کا سلسلہ دن بدن رونق پکڑتا جاتا ہے اور اس کے روکنے والا دن بدن تباہ اور ذلیل ہوتا جاتا ہے اور اس کے مخالف اور مکذّب آخرکار بڑی حسرت سے مرتے ہیں۔ ان کی طاقتیں سلب ہو جاتی ہیں کوششیں رائگاں جاتی ہیں۔

مخالفین کی تباہی: جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ ہماری مخالفت کرنے والے اور ہمارے سلسلہ کو رد کرنے والے بیسوں مر چکے ہیں۔

خدا تعالیٰ کے ارادہ کو جو درحقیقت اس کی طرف سے ہے کوئی بھی روک نہیں سکتا۔ اور خواہ کوئی کتنی ہی کوششیں کرے اور ہزاروں منصوبے سوچے مگر جس سلسلہ کو خدا شروع کرتا ہے اور جس کو وہ بڑھانا چاہتا ہے اس کو کوئی نہیں روک سکتا کیونکہ اگر ان کی کوششوں سے وہ سلسلہ رُک جائے تو ماننا پڑے گا کہ روکنے والا خدا پر غالب آ گیا۔ حالانکہ خدا پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔

پھر ایک یہ معجزہ ہے کہ ان لوگوں کی بابت جو ہزاروں لاکھوں ہمارے پاس آتے رہتے ہیں اللہ جلّ شانہٗ نے براہین احمدیہ میں پہلے ہی سے خبر دے رکھی تھی۔ اور یہ وہ کتاب ہے جو عرب، فارس، انگلستان اور دیگر ممالک میں 25 برس کا عرصہ گذرا شائع ہو چکی ہے۔ اس میں بہت سے اسی زمانہ کے الہام بھی درج ہیں۔

25 برس پہلے کی اقتداری پیشگوئی: اور یہ ایک ایسی بدیہی بات ہے جس سے کوئی یہودی، عیسائی، مسلمان، برہمو، آریہ انکار نہیں کر سکتا اور اس کتاب کا ہمارے اشد العداوت یعنی مولوی محمد حسین صاحب نے اسی زمانہ میں ریویو بھی لکھا تھا اسکو بھی علم ہے کہ جب وہ آتا تو مجھ کو اکیلا پاتا اور اسی کتاب براہین احمدیہ میں آنے والی مخلوق کی صاف طور پر پیشگوئی درج ہے۔ اور یہ کوئی معمولی پیشگوئی نہیں بلکہ عظیم الشان پیشگوئی ہے اور یہ ہے۔

الہامات الٰہیہ: یأتیك من كل فجٍّ عمیق. یأتون من كل فجٍّ عمیق. ینصرك اللّٰہ من عندہٖ. یرفع اللّٰہ ذكرَكَ. ویتم نعمته علیك فی الدنیا والاٰخرة (صفحہ 241) اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح وانتهٰی امرالزمان الینا الیس هٰذا بالحق (صفحہ 240) وما كان اللّٰہ لیتركك حتٰی یمیزالخبیث من الطیّب (صفحہ 491) فحان ان تعان و تُعرف بین الناس (صفحہ 489) انّی ناصرك اِنّی احافظك انّی جاعلك للنّاس امامًا (صفحہ 507)

یہ اس کی عبارت ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اس وقت تو اکیلا ہے مگر وہ زمانہ تجھ پر آنے والا ہے کہ تو تنہا نہیں رہے گا۔ فوج در فوج لوگ دور دراز ملکوں سے تیرے پاس آئیں گے۔

مخلوق کا آنا اور انتظام مہمانان: اور آپ جانتے ہیں کہ جب اس قدر مخلوق آئے گی تو آخر اُن کے کھانے کے واسطے بھی انتظام چاہئے اس لئے فرمایا یأتیك من كلّ فجٍّ عمیق یعنی وہ لوگ تحفے تحائف اور ہزاروں روپے تیرے لئے لے کر آویں گے۔ پھر خدا فرماتا ہے۔ ولا تصعّر لخلق اللّٰہ ولا تسئم من النّاس (صفحہ 242) یعنی کثرت سے مخلوق تیرے پاس آئے گی۔ اس کثرت کو دیکھ کر گھبرا نہ جانا اور ان کے ساتھ کج خلقی سے پیش نہ آنا۔

پیشگوئی کے وقت قادیان کی حالت: اس وقت جبکہ یہ الہام براہین احمدیہ میں شائع کئے گئے تھے قادیان ایک غیر معروف قصبہ تھا اور ایک جنگل کی طرح پڑا ہوا تھا کوئی اسے جانتا بھی نہ تھا اور اتنے لوگ جو یہاں بیٹھے ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ اس وقت بھی اس کی یہی شہرت تھی۔ بلکہ تم میں سے تقریباً سب کے سب ہی اس گاؤں سے ناواقف تھے۔ اب بتلاؤ کہ خدا کے ارادہ کے بغیر آج سے پچیس چھبیس برس پیشتر اپنی تنہائی اور گمنامی کے زمانہ میں کوئی کس طرح دعویٰ کر سکتا ہے کہ مجھ پر ایک زمانہ آنے والا ہے۔ جبکہ ہزارہا لوگ میرے پاس آئیں گے اور طرح طرح کے تحفے اور تحائف تیرے لئے لادیں گے اور میں دُنیا بھر میں عزت کے ساتھ مشہور کیا جاؤں گا۔ دیکھو جتنے انبیاء آج سے پہلے گذر چکے ہیں ان کے بہت سے معجزات تو نہیں ہوا کرتے تھے بلکہ بعض کے پاس تو صرف ایک ہی معجزہ ہوتا تھا اور جس معجزہ کا میں نے بیان کیا ہے یہ ایک ایسا عظیم الشان معجزہ ہے جو ہر ایک پہلو سے ثابت ہے اور اگر کوئی نراہٹ دھرم اور ضدّی نہ ہو گیا ہو تو اُسے میرا دعویٰ بہر صورت ماننا پڑتا ہے۔ میری اس تنہائی اور گمنامی کے زمانے کے یہاں کے ہندو بھی گواہ ہیں اور وہ بتا سکتے ہیں کہ میں اس وقت اکیلا تھا اور اردگرد کے لوگ بھی مجھے نہ جانتے تھے۔ ہاں اگر کوئی ہندو اس سے انکار کرے تو اس کو چاہئے کہ میرے سامنے آ کر جھوٹ بولے کہ اس وقت بھی اس طرح سے لوگ آیا کرتے تھے۔

نظیر پیش کرو: اور اگر وہ کہیں کہ یہ اتفاقی بات ہے تو پھر کسی اور جگہ سے اس کی نظیر بتادیں اور دُنیا بھر میں اس کا پتہ دیں کہ ایک شخص 25 برس پہلے گمنامی کی حالت میں ہو اور اس وقت اس نے پیشگوئی کی ہو کہ میرے پاس فوج در فوج لوگ آدیں گے اور ہزار ہا روپوں کے مال و متاع اور تحفے تحائف لے کر آدیں گے اور میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہر طرح سے مدد دیا جاؤں گا اور پھر اس طرح سے وہ پیشگوئی پُوری بھی ہو گئی ہو۔

بہانہ جوئی چھوڑو: اگر یہ دکھادیویں تو ہم مان لیں گے۔ یُونہی بہانہ جوئیاں تو ہم قبول نہیں کریں گے۔ کیونکہ اس طرح سے تو کسی نبی کا کوئی بھی معجزہ قبول نہیں کیا جا سکتا۔ ان کو چاہئے کہ کسی کذّاب کی نظیر پیش کریں کہ اس نے پچیس برس پہلے اس طرح سے اقتداری پیشگوئی کی ہو اور پھر وہ پوری بھی ہو گئی ہو۔ اگر یہ ایسا کر دیں تو ہم تیار ہیں کہ انہیں قبول کر لیں۔ اگر کوئی کہے کہ خیر خوابیں آیا ہی کرتی ہیں اور ان میں سے بعض پوری بھی ہوا ہی کرتی ہیں تو اس کا یہ جواب ہے کہ خوابیں تو اکثر چوہڑوں اور چماروں کو بھی آتی ہیں اور ان سب سے پوری ہو جاتی ہیں بلکہ کنچیاں بھی عموماً کہا کرتی ہیں کہ ہماری فلاں خواب پوری نکلی۔ اور ہمارے گھر میں ایک چُوہڑی تھی جو اکثر اپنی خوابیں سُناتی تھی اور وہ سچی بھی ہوتی تھیں لیکن دیکھنے والی بات یہ ہے کہ ان میں یہ قدرت اور نُصرت کہاں ہوتی ہے اس طرح کی فتح اور مدد، اور دشمنوں کا ادبار اور اپنا اقبال، دشمنوں کی ذلت اور اپنی عزت یہ تو صرف انبیاء کے ہی سپرد ہے۔ دوسرے کا تو اس میں کچھ حصہ ہی نہیں۔ یہ تو خدا تعالیٰ کا فعل ہے یہ خوابیں تو نہیں۔

براہین احمدیہ وہ کتاب ہے کہ جس کے کل مذہبوں والے گواہ ہیں اور ہر ایک ملک میں جس کی اشاعت ہو چکی ہے اور یہاں کے ہندو بھی جس کے گواہ ہیں۔ مثلاً لالہ ملاوامل اور شرمپت جو اسی قادیان کے رہنے والے ہیں وہ پہچان سکتے ہیں کہ یہی باتیں تھیں جو اس وقت لکھی گئی تھیں۔ اب دیکھ لو کہ کیا معجزات اس سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ یہی تو معجزہ ہے کہ پیشگوئی کے بعد ہندو، آریہ، عیسائی، مسلمان، نیچری، وہابی، اپنے بیگانے سب کے سب ہمارے دشمن ہو گئے تھے اور ایک دنیا ہماری مخالف ہو گئی تھی اور ہم پر طرح طرح کے فتوے لگائے گئے تھے۔ ہمارے تباہ کرنے میں پورے زور لگائے گئے اور ایسی ایسی حد بندیاں کی گئی تھیں کہ جو ہمیں السلام علیکم کہے وہ بھی کافر اور جو خوش خلقی سے پیش آوے وہ بھی کافر۔ اور ہمارے ساتھ وہ وہ باتیں کرنی روا رکھی گئیں جن کو شریف طبع سُن بھی نہیں سکتے۔ راستوں میں بیٹھ بیٹھ کر لوگوں کو یہاں آنے سے روکا گیا اور طرح طرح کی باتیں پیش کر کے لوگوں کو ورغلایا گیا۔ مگر آخر وہی ہوا جو خدا تعالیٰ نے پہلے ہی سے فرمایا ہوا تھا کہ لاکھوں لوگ تیرے پاس آویں گے اور ہزار ہا روپے اور تحفے تحائف لائیں گے۔ اب خود سوچ کر دیکھو کیا یہ کسی انسان کے بس میں ہے کہ تن تنہا اپنی مشکلات پر غالب آئے۔ ہم کسی کو بالجبر نہیں منواتے بلکہ ہر ایک اپنے طور سے غور کر کے یہ بات سمجھے کہ آیا ہم سچ کہتے ہیں یا نہیں۔

اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ ان کی مخالفت اور دشمنی کی بابت بھی خدا تعالیٰ نے پہلے ہی سے اطلاع دی تھی بلکہ اسی کتاب میں ایک یہ الہام بھی درج ہے۔ یعصمك اللّٰہ من عندہٖ وان لم یعصمك النّاس (صفحہ 510) یعنی اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے گا اور شریروں کی شرارتوں اور دشمنوں کے منصوبوں سے وہ خود تجھے محفوظ رکھے گا اور اگرچہ لوگ تیرے حفاظت اور مدد نہ کریں گے مگر خدا ان سب الزاموں اور بہتانوں سے جو شریر لوگ تجھ پر لگائیں گے تیرا معصوم ہونا ثابت کر دے گا۔

عظیم الشان پیشگوئی: اب دیکھو یہ کیسی عظیم الشان پیشگوئی ہے جو پوری ہوئی۔ آخر سچائی کی جستجو کرنیوالے کو ماننا ہی پڑیگا اور جو بے ایمان ہے اس کا ہم کیا کریں۔ کیونکہ جو سچا ہی نہیں اس کا مذہب بھی کچھ نہیں

کتنا بڑا معجزہ ہے کہ یہ سب مخالف پوراز ور لگالیں اور جو کچھ کر سکیں کریں مگر ہم اپنے وعدوں کو پورا کریں گے۔

ایسا ہی ایک پنڈت لیکھرام تھا وہ قادیان میں آیا اور دو ماہ کے قریب یہاں رہا۔ یہاں کے لوگوں نے اُسے بہکایا اور میری مخالفت پر اُسے آمادہ کیا۔ آخر اس نے مباھلہ کے طور پر ایک دعا لکھی اور اس میں میرا نام اور اپنا نام لکھ کر اپنے پرمیشر سے نہایت تضرع اور ابتہال کے ساتھ پرارتھنا کی کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے پرمیشر اُسے ہلاک کرے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ وید سچے، ویدوں کے رشی منی بھی سچے اور (نعوذ باللہ) ہمارے نبی کریم جھوٹے اور ہمارا قرآن شریف جھوٹا ہے غرض اسی قسم کی باتیں لکھ کر اس نے اپنے پرمیشر سے فیصلہ چاہا اور بہت دُعائیں کیں۔ بہتیرا چلاّیا اور بہت ناک رگڑی ادھر سے چھ برس کی پیشگوئی کی گئی مگر وہ اپنی شوخی کے سبب سے 5 برس میں ہی مر گیا اور مرا بھی اسی طرح جس طرح پیشگوئی میں لکھا تھا یعنی عید کے دوسرے دن چھری سے قتل کیا گیا۔

غرض میرے پاس اس قدر نشان ہیں کہ ان کے بیان کرنے کے لئے وقت کافی نہیں میرے پاس تو یہی نشان کافی ہے کہ اتنے آدمی جو یہاں آتے ہیں ان میں سے ہر ایک آدمی ایک ایک نشان ہے اور خدا تعالیٰ نے ان سب کی پہلے سے خبر دے رکھی ہے۔ اور یہ سب نصرتیں اور تائیدیں جو ہمارے شامل حال ہیں اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے ان کا ہمارے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے۔

مُفتری کو مدد نہیں ملتی: لیکن جو جھوٹا اور مفتری علی اللہ ہوتا ہے اس کو خدا کبھی نصرت نہیں دیتا۔ بلکہ اُلٹا ہلاک کرتا ہے۔ لیکن تم لوگ جانتے ہو کہ ہم پر طرح طرح کے جھوٹے الزام لگائے گئے مقدمہ کئے گئے کچہریوں میں ہمیں بدنام اور بے عزت کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ قتل کے مقدمے دائر کئے گئے۔ قتل کے مقدمہ میں ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے جس کی پیشی میں یہ مقدمہ تھا پوری طرح سے تحقیقات کر کے آخر مجھے کہا کہ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ بَری ہیں۔ اور اگر آپ چاہیں تو ان پر نالش کر کے سزا دلا سکتے ہیں۔

اب بتلاؤ کہ اگر خدا ہمارے ساتھ نہ ہوتا تو اس قسم کی فتح اور نصرت ہمیں حاصل ہو سکتی تھی؟ اس خون کے مقدمہ میں مولوی محمد حسین نے بھی گواہی دی تھی۔ ان لوگوں نے جان توڑ کوششیں کیں اگر خدا ہمارے ساتھ نہ ہوتا تو کچلے جاتے آج کل تین چار گواہ گذار پھانسی دلا سکتے ہیں ان لوگوں نے آٹھ گواہ گذارے لیکن میں نے پہلے ہی سے کہہ دیا تھا کہ میں بَری کیا جاؤں گا۔ اب بتلاؤ کہ ان مقدموں سے ان لوگوں کو کیا حاصل ہوا بجز اس کے کہ ایک اور نشان ظاہر ہو گیا۔

مقدمات کا انجام: یاد رکھو کہ ایک مفتری اور کذّاب کا کام کبھی نہیں چلتا اور اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے مدد اور نصرت کبھی نصیب نہیں ہوتی کیوں کہ اگر مفتری کا کام بھی اسی طرح سے دن بدن ترقی کرتا جاوے تو پھر اس طرح سے تو خدا کے وجود میں بھی شک پڑ جاوے۔ اور خدا کی خدائی میں اندھیر پڑ جاوے۔ جب سے دُنیا پیدا ہوئی عادت اللہ اسی طرح پر ہے کہ جو سچے ہوتے ہیں خدا تعالیٰ انہیں کی مدد کیا کرتا ہے اور عادت اللہ اسی طرح سے ہے کہ ایک جہاں ان کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتا ہے۔ اور جس طرح سے کوئی مسافر چلتا ہے۔ تو کُتّے اِس کے ارد گرد جمع ہو کر بھونکتے اور شور مچاتے ہیں اور اسی طرح سے جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر آتا ہے وہ چونکہ اِن لوگوں میں سے نہیں ہوتا اِس لئے دوسرے لوگ کتوں کی طرح اِس پر پڑتے ہیں اور مخالفت کا شور مچاتے اور دکھ دینے کی کوششیں کرتے ہیں۔ لیکن آخر خدا تعالیٰ ایک نظر میں اِن سب کو ہلاک کر دیتا ہے۔

اب یہ بھی سُن لو کہ وہ بڑا ہی خوش قسمت انسان ہے جو اسلام جیسے پاک مذہب میں داخل ہے لیکن صرف زبان سے اسلام اسلام کہنے سے کچھ نہیں بنتا جب تک کہ سچے دل سے انسان اس پر کاربند نہ ہو جاوے۔ اکثر لوگ اس قسم کے بھی ہوتے ہیں جن کی نسبت قرآن شریف میں لکھا ہے۔

واذالقوا الّذین اٰمنوا قالوٓا اٰمنّا و اذاخلوا الیٰ شیاطینھم قالوٓا انّا معکم انّما نحن مستھزئون

یعنی جب وہ مسلمانوں کے پاس جاتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور جب وہ دوسروں کے پاس جاتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو قرآن شریف میں منافق کہا گیا ہے۔ اس لئے جب تک کوئی شخص پورے طور پر قرآن مجید پر عمل نہیں کرتا تب تک وہ پُورا پُورا اسلام میں بھی داخل نہیں ہوتا۔

قرآن کریم کے نزول کے وقت زمانہ کی حالت: قرآن مجید ایک ایسی پاک کتاب ہے جو اس وقت دنیا میں آئی تھی جبکہ بڑے بڑے فساد پھیلے ہوئے تھے اور بہت سی اعتقادی اور عملی غلطیاں رائج ہو گئی تھیں اور تقریباً سب کے سب لوگ بداعمالیوں اور بدعقیدگیوں میں گرفتار تھے۔ اسی کی طرف اللہ جلّشانہ قرآن مجید میں اشارہ فرماتا ہے ظھر الفساد فی البرّ و البحر یعنی تمام لوگ کیا اہل کتاب اور کیا دوسرے سب کے سب بدعقیدگیوں میں مبتلا تھے اور دنیا میں فساد عظیم برپا تھا۔ غرض ایسے زمانہ میں خدا تعالیٰ نے تمام عقائد باطلہ کی تردید کے لئے قرآن مجید جیسی کامل کتاب ہماری ہدایت کے لئے بھیجی جس میں کل مذاہب باطلہ کا ردّ موجود ہے۔

سُورۂ فاتحہ کی فضلیت: اور خاص کر سُورۂ فاتحہ میں جو پنج وقت ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے اشارہ کے طور پر کُل عقائد کا ذکر ہے جیسے فرمایا الحمد للّٰہ ربّ العالمین یعنی ساری خوبیاں اس خدا کے لئے سزاوار ہیں جو سارے جہانوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ الرحمٰن وہ بغیر اعمال کے پیدا کرنے والا ہے اور بغیر کسی عمل کے عنایت کرنے والا ہے الرحیم اعمال کا پھل دینے والا مالک یوم الدّین جزا سزا کے دن کا مالک ان چار صفتوں میں کُل دنیا کے فرقوں کا بیان کیا گیا ہے۔

آریہ صاحبان: بعض لوگ اس بات سے منکر ہیں کہ خدا ہی تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا ہے وہ کہتے ہیں کہ جیو یعنی ارواح اور پرمانوں یعنی ذرّات خود بخود ہیں اور جیسے پرمیشر آپ ہی آپ چلا آتا ہے ویسے ہی وہ بھی آپ ہی آپ چلے آتے ہیں اور ارواح اور اُن کی کُل طاقتیں، گُن اور خواص جن پر دفتروں کے دفتر لکھے گئے خود بخود ہیں اور باوجود اس کے کہ ان میں قوت اتصال اور قوت انفصال خود بخود پائی جاتی ہے وہ آپس میں میل ملاپ کرنے کے لئے ایک پرمیشر کے محتاج ہیں۔ غرض یہ وہ فرقہ ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے ربّ العالمین کہہ کر اشارہ کیا ہے اور ان کی تردید بھی کی۔

سناتن دھرم والے: دوسرا فرقہ وہ ہے جس کی طرف الرحمٰن کے لفظ میں اشارہ ہے اور یہ فرقہ سناتن دھرم والوں کا ہے۔ گو وہ مانتے ہیں کہ پرمیشر سے ہی سب کچھ نکلا ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ خدا کا فضل کوئی چیز نہیں وہ کرموں کا ہی پھل دیتا ہے۔ یہانتک کہ اگر کوئی مرد بنا ہے تو وہ بھی اپنے اعمال سے اور اگر کوئی عورت بنی ہے تو وہ بھی اپنے اعمال سے اور اگر ضروری اشیاء حیوانات نباتات وغیرہ بنے ہیں تو وہ بھی اپنے اپنے کرموں کی وجہ سے غرض گدھا، بندر، بلاّ جو کچھ ہوا کرموں سے۔ الغرض یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمٰن سے منکر ہیں۔ وہ خدا جس نے زمین، سُورج، چاند ستارے وغیرہ پیدا کئے اور ہوا پیدا کی تا کہ ہم سانس لے سکیں اور ایک دوسرے کی آواز سُن سکیں۔ اور روشنی کے لئے سورج چاند وغیرہ اشیاء پیدا کیں اور اس وقت پیدا کیں۔ جبکہ ابھی سانس لینے والوں کا وجود اور نام و نشان بھی نہ تھا تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ ہمارے ہی اعمال کی وجہ سے پیدا کیا گیا ہے کیا کوئی اپنے اعمال کا دم مار سکتا ہے؟

کرموں کا پھل: کیا کوئی دعویٰ کر سکتا ہے کہ یہ سورج چاند ستارے ہوا وغیرہ میرے اپنے عملوں کا پھل ہے۔ یہ لوگ بھولے ہوئے اور کفر میں گرفتار ہیں سچی بات یہی ہے کہ اللہ کا فضل ہے کئی نعمتیں ایسی ہیں جن میں اعمال کا دخل نہیں اور کئی ایسی ہیں جن میں اعمال کا دخل ہے جیسے عابد زاہد بندگی کرتے ہیں اور اسکا اجر ملتا ہے۔ غرض خدا کی صفت رحمانیت اس فرقہ کی تردید کرتی ہے جو خدا کو بلا مبادلہ یعنی بغیر ہماری کسی محنت اور کوشش کے بعض اشیاء کے عنایت کرنے والا نہیں مانتے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ کی صفت الرحیم کا بیان ہے یعنی محنتوں، کوششوں اور اعمال پر ثمرات حسنہ مرتب کرنے والا۔

اعمال کی ضرورت: یہ صفت اس فرقہ کو ردّ کرتی ہے جو اعمال کو بالکل لغو خیال کرتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ میاں نماز کیا روزے کیا۔ اگر غفور رحیم نے اپنا فضل کیا تو بہشت میں جائیں گے نہیں تو جہنم میں اور کبھی کبھی یہ لوگ اس قسم کی باتیں بھی کہہ دیا کرتے ہیں کہ میاں عبادتیں کر کے ولی تو ہم نے تھوڑا ہی بننا ہے۔ کچھ کیتا کیتا نہ کیتا نہ سہی۔ غرض الرحیم کہہ کر خدا ایسے ہی لوگوں کا ردّ کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ جو محنت کرتا ہے اور خدا کے عشق اور محبت میں محو ہو جاتا ہے۔ وہ دوسروں سے ممتاز اور خدا کا منظور نظر ہو جاتا ہے۔

مجاھدات کی ضرورت: اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی خود دستگیری کرتا ہے جیسے فرمایا والّذین جاھدوا فینا لنھد ینّھم سبلنا۔ یعنی جو لوگ ہماری خاطر مجاہدات کرتے ہیں۔ آخر ہم ان کو اپنا راستہ دکھا دیتے ہیں جتنے اولیاء، انبیاء اور بزرگ لوگ گذرے ہیں انہوں نے خدا کی راہ میں جب بڑے بڑے مجاہدات کئے تو آخر خدا تعالیٰ نے اپنے دروازے ان پر کھول دیئے۔ لیکن وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی اس صفت کو نہیں مانتے۔ عموماً انکا یہی مقولہ ہوتا ہے کہ میاں ہماری کوششوں میں کیا پڑا ہے جو کچھ تقدیر میں پہلے روز سے لکھا ہے وہ تو ہو کر رہے گا۔ ہماری محنتوں کی کوئی ضرورت نہیں جو کچھ ہونا ہے وہ آپ ہی ہو جائے گا۔ اور شاید چوروں اور ڈاکوؤں اور دیگر بدمعاشوں کا اندر ہی اندر یہی مذہب ہوتا ہوگا۔

غرض یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے فعل دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ ہیں جن میں اعمال کا کوئی دخل نہیں جیسے سورج چاند ہوا وغیرہ جو خدا تعالیٰ نے بغیر ہمارے کسی عمل کے ہمارے وجود میں آنے سے بھی بیشتر اپنی قدرت کاملہ سے تیار کر رکھے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جن میں اعمال کا دخل ہے اور عابد زاہد اور پرہیزگار لوگ عبادت کرتے اور پھر اپنا اجر پاتے ہیں۔ اب تین فرقوں کی بابت تو تم سُن چکے ہو یعنی ایک فرقہ تو وہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو ربّ نہیں سمجھتا اور ذرّہ ذرّہ کو اس کا شریک ٹھہراتا ہے اور یہ مانتا ہے کہ ارواح اور ذرّاتِ عالم کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی طاقت سے باہر ہے اور جیسے خود بخود خدا ہے ویسے ہی وہ بھی خود بخود ہیں اس لئے رب العالمین کہہ کر اس فرقہ کی تردید کی گئی ہے۔

دوسرا فرقہ وہ ہے جو سمجھتا ہے خدا اپنے فضل سے کچھ نہیں دے سکتا جو کچھ بھی ہمیں ملا ہے اور ملے گا وہ ہمارے اپنے کرموں کا پھل ہے اور ہوگا۔ اس لئے لفظ رحمٰن کے ساتھ اس کا ردّ کیا گیا ہے۔ اور اس کے بعد الرّحیم کہہ کر اس فرقہ کی تردید کی گئی ہے جو اعمال کو غیر ضروری خیال کرتے ہیں۔

اب ان تینوں فرقوں کا بیان کر کے فرمایا مالک یوم الدّین یعنی جزا سزا کے دن کا مالک اور اس سے اس گروہ کی تردید مطلوب ہے جو کہ جزا سزا کا قائل نہیں۔ کیونکہ ایسا ایک فرقہ بھی دُنیا میں موجود ہے جو جزا سزا کا منکر ہے۔ جو لوگ خدا کو رحیم نہیں مانتے ان کو تو بے پروا بھی کہہ سکتے ہیں مگر جو مالک یوم الدین والی صفت کو نہیں مانتے وہ تو خدا تعالیٰ کی ہستی سے بھی منکر ہوتے ہیں اور جب خدا کی ہستی ہی نہیں جانتے تو پھر جزا سزا کس طرح مانیں۔

غرض ان چار صفات کو بیان کر کے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسلمانو! تم کہو ایاک نعبد وایاک نستعین یعنی اے چار صفتوں والے خدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور اس کام کے لئے مدد بھی تجھ سے ہی

چاہتے ہیں اور یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے عرش کو چار فرشتوں نے اُٹھایا ہوا ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اس کی ان چاروں صفات کا ظہور موجود ہے۔ اور اگر یہ چار نہ ہوں یا چاروں میں سے ایک نہ ہو تو پھر خدا کی خدائی میں نقص لازم آتا ہے۔

عرش مخلوق نہیں: اور بعض لوگ نا سمجھی سے عرش کو جو ایک مخلوق چیز مانتے ہیں تو وہ غلطی پر ہیں۔ اُن کو سمجھنا چاہئے کہ عرش کوئی ایسی چیز نہیں جس کو مخلوق کہہ سکیں۔ وہ تو تقدس اور تنزہ کا ایک وارء الوراء مقام ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ جیسے ایک بادشاہ تخت پر بیٹھا ہوا ہوتا ہے ویسے ہی خدا بھی عرش پر جلوہ گر ہے۔ جس سے لازم آتا ہے کہ محدود ہے۔ لیکن ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن مجید میں اس بات کا ذکر تک نہیں کہ عرش ایک تخت کی طرح ہے جس پر خدا بیٹھا ہے۔ کیونکہ نعوذ باللہ اگر عرش سے مراد ایک تخت لیا جاوے جس پر خدا بیٹھا ہوا ہے تو پھر ان آیات کا کیا ترجمہ کیا جاوے گا۔ جہاں لکھا ہے کہ خدا ہر ایک چیز پر محیط ہے اور جہاں تین ہیں وہاں چوتھا اُن کا خدا۔ (حاشیہ: جاہل نہیں سمجھتے کہ اگر قرآن میں ایک طرف الرحمٰن علی العرش استوی ہے تو دوسری طرف یہ بھی ہے کہ کوئی تین نہیں جس میں چوتھا وہ نہیں اور کوئی پانچ نہیں جس میں چھٹا وہ نہیں اور فرمایا کہ جہاں کہیں تم ہو میں تمہارے ساتھ ہوں) اور جہاں چار ہیں وہاں پانچواں ان کا خدا۔ (حاشیہ: اس سے ظاہر ہے کہ بعض وقت ڈائری نویس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصل الفاظ نہیں لکھتے بلکہ مفہوم اور اپنی سمجھ کے مطابق لکھتے ہیں۔ بدر نے جو لکھا ہے وہ قرآن مجید کی آیت کے مطابق ہے الحکم نے معلوم ہوتا ہے تین کے بعد چار کا ذکر اپنی سمجھ کے مطابق کر دیا ورنہ حضور نے وہی فرمایا ہوگا جو بدر نے ذکر کیا ہے کیونکہ قرآنی آیت کے وہی مطابق ہے۔ شمس) اور پھر لکھا ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید اور وھو معکم اینما کنتم غرض اس بات کو اچھی طرح سے یاد رکھنا چاہئے کہ کلام الٰہی میں استعارات بہت پائے جاتے ہیں۔

چنانچہ ایک جگہ دل کو بھی عرش کہا گیا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی تجلی بھی دل پر ہوتی ہے اور ایسا ہی عرش اس وراء الوراء مقام کو کہتے ہیں جہاں مخلوق کا نقطہ ختم ہو جاتا ہے۔ اہل علم اس بات کو جانتے ہیں کہ ایک تو تشبیہ ہوتی ہے اور ایک تنزیہیہ ہوتی ہے مثلاً یہ بات کہ جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جہاں پانچ ہوں وہاں چھٹا ان کا خدا ہوتا ہے۔ یہ ایک قسم کی تشبیہ ہے۔ جس سے دھوکا لگتا ہے کہ کیا خدا پھر محدود ہے۔ اس لئے اس دھوکا کے دُور کرنے کے لئے بطور جواب کے کہا گیا ہے کہ وہ تو عرش پر ہے جہاں مخلوقات کا دائرہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ کوئی اس قسم کا تخت نہیں ہے جو سونے چاندی وغیرہ کا بنا ہوا ہو اور اس پر جواہرات وغیرہ جڑے ہوئے ہوں بلکہ وہ تو ایک اعلیٰ ارفع اور وراء الوراء مقام ہے اور اس قسم کے استعارات قرآن مجید میں بکثرت پائے جاتے ہیں جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے من کان فی ھذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی و اضلّ سبیلاً۔

رُوحانی اندھے: ظاہراً تو اس کے معنے یہی ہیں کہ جو اس جگہ اندھے ہیں وہ آخرت کو بھی اندھے ہی رہیں گے۔ مگر یہ معنے کون قبول کرے گا جبکہ دوسری جگہ صاف طور پر لکھا ہے کہ خواہ کوئی سوجاکھا ہو خواہ اندھا جو ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ جاوے گا وہ تو بینا ہوگا لیکن جو اس جگہ ایمانی روشنی سے بے نصیب رہے گا اور خدا کی معرفت حاصل نہیں کرے گا وہ آخر کو بھی اندھا ہی رہے گا۔ کیونکہ یہ دُنیا مزرعہ آخرت ہے جو کچھ کوئی یہاں بوئے گا وہی کاٹے گا اور جو اس جگہ سے بینائی لے جائے گا وہی بینا ہوگا۔

پھر اس کے آگے خدا تعالیٰ نے ایک دُعا سکھلائی ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الّذین انعمت علیھم یعنی اے خدا کہ تو ربّ العالمین، رحمٰن، رحیم اور مالک یوم الدین ہے ہمیں وہ راہ دکھا جو ان لوگوں کی راہ ہے جن پر تیرا بے انتہا فضل ہوا۔ اور تیرے بڑے بڑے انعام اکرام ہوئے۔

مومن کا فرض: مومن کو چاہئے کہ ان چار صفات والے خدا کا صرف زبانی اقرار ہی نہ کرے بلکہ اپنی ایسی حالت بناوے جس سے معلوم ہو کہ وہ صرف خدا کو ہی اپنا رب جانتا ہے۔ زید عمرو کو نہیں جانتا اور اس بات پر یقین رکھے کہ درحقیقت خدا ہی ایسا ہے جو عملوں کی جزا سزا دیتا ہے۔ اور پوشیدہ سے پوشیدہ اور نہاں در نہاں گناہوں کو جانتا ہے۔ یاد رکھو کہ صرف زبانی باتوں سے کچھ نہیں ہوتا جب تک عملی حالت درست نہ ہو جو شخص حقیقی طور پر خدا کو ہی اپنا رب اور مالک یوم الدین سمجھتا ہے ممکن ہی نہیں کہ وہ چوری بدکاری قمار بازی یا دیگر افعال شنیعہ کا مرتکب ہو سکے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ سب چیزیں ہلاک کر دینے والی ہیں اور ان پر عملدر آمد کرنا خدا تعالیٰ کے حکم کی صریح نافرمانی ہے۔

عملی حالت: غرض انسان جب تک عملی طور پر ثابت نہ کر دیوے کہ وہ حقیت میں خدا پر سچا اور پکا ایمان رکھتا ہے تب تک وہ فیوض اور برکات حاصل نہیں ہو سکتے جو مقربوں کو ملا کرتے ہیں۔ وہ فیوض جو مقربان الٰہی اور اہل اللہ پر ہوتے ہیں وہ صرف اسی واسطے ہوتے ہیں کہ ان کی ایمانی اور عملی حالتیں نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہیں اور انہوں نے خدا تعالیٰ کو ہر ایک چیز پر مقدم کیا ہوا ہوتا ہے۔

زبانی باتیں کچھ چیز نہیں: سمجھنا چاہئے کہ اسلام صرف اتنی بات کا ہی نام نہیں ہے کہ انسان زبانی طور پر ورد وظائف اور ذکر اذکار کرتا رہے بلکہ عملی طور پر اپنے آپ کو اس حد تک پہنچانا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تائید اور نصرت شامل حال ہونے لگے اور انعام و اکرام وارد ہوں۔ جس قدر انبیاء اولیاء گذرے ہیں ان کی عملی حالتیں نہایت پاک صاف تھیں اور ان کی راستبازی اور دیانتداری اعلیٰ پایہ کی تھی اور یہی نہیں کہ جیسے یہ لوگ احکام الٰہی بجالاتے ہیں اور روزے رکھتے اور زکوٰتیں ادا کرتے ہیں اور نمازوں میں رکوع سجود کرتے اور سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے تھے اور احکام الٰہی بجالاتے تھے بلکہ ان کی نظر میں تو سب کچھ مُردہ معلوم ہوتا تھا اور ان کے وجودوں پر ایک قسم کی موت طاری ہو گئی تھی۔ ان کی آنکھوں کے سامنے تو ایک خدا کا وجود ہی رہ گیا تھا۔ اسی کو وہ اپنا کارساز اور حقیقی ربّ یقین کرتے تھے۔ اسی سے ان کا حقیقی تعلق تھا اور اسی کے عشق میں وہ ہر وقت محو اور گداز رہتے تھے۔

خدا کی نصرت: جب ایسی حالت ہو تو قدیم سے یہ سنّت اللہ ہے کہ ایسے شخص کی خدا تعالیٰ تائید اور نصرت کرتا ہے اور غیبی طور پر اسے مدد دیتا ہے اور ہر ایک میدان میں اُسے فتح نصیب کرتا ہے۔ دیکھو مذہب اسلام میں ہزاروں اولیاء گذرے ہیں۔ ہر ایک ملک میں ایسے چار پانچ لوگ تو ضرور ہی ہوتے ہیں دارالکفر والشرک میں بھی کم ایسی جگہ ہیں جہاں دو چار قبریں ایسے بزرگوں کی نہ ہوں جو ولی اللہ کہلائے۔ جن کو اس وقت تک لوگ بڑے عزت سے یاد کرتے ہیں اور ان کے مجاہدات اور کرامات کا عجیب عجیب طرح سے تذکرہ کرتے ہیں اور دہلی کا تو ایک بڑا میدان اسی قسم کے بزرگوں سے بھرا پڑا ہے۔

غرض سوچنا چاہئے کہ اگر انسان ایک ڈاکو اور چور سے دلی محبت رکھے تو اگر وہ چور زیادہ احسان نہ کرے گا تو اتنا ضرور کرے گا کہ اس کی چوری نہ کرے گا تو اب سمجھنا چاہئے کہ جب محبت کرنے سے چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی فائدہ پہنچ سکتا ہے تو کیا خدا سے فائدہ نہیں ہوتا؟ ہوتا ہے اور ضرور ہوتا ہے کیونکہ خدا تو بڑا رحیم کریم اور بڑے فضلوں اور احسانوں والا ہے جو لوگ کرموں، آواگمن اور جُونوں کی راہ لئے بیٹھے ہیں میرا یقین ہے کہ ان کو اس راہ کا خیال تک بھی نہیں۔

خدا کی دوستی: جب محبت کے ثمرات اسی دُنیا میں پائے جاتے ہیں اور جب ایک شخص کو دوسرے سے سچی اور خالص محبت ہوتی ہے تو وہ اس سے کوئی فرق نہیں کرتا۔ تو کیا خدا ہی ایسا ہے کہ جس کی دوستی کسی کام نہیں آتی؟ وہ لوگ قابل الزام ہیں جو خدا کو شرمناک الزاموں سے یاد کرتے ہیں۔ مثلاً ہندوؤں اور آریوں میں دائمی مکتی نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مکتی خانہ میں داخل کرتے وقت ایک گناہ پرمیشر باقی رکھ لیتا ہے اور پھر ایک وقت کے بعد اس ایک گناہ کے عوض میں ان رشیوں منیوں اور مکتی یافتوں کو گدھوں، بندروں اور سؤروں وغیرہ کی جُونوں میں بھیجتا ہے مگر اس پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر پرمیشر ان مقدسوں پر ناراض تھا اور جان بُوجھ کر اُن کو مکتی خانہ سے نکالنا چاہتا تھا تو پھر پہلے ہی ان کو مکتی خانہ میں کیوں داخل کیا؟

آخر اُن پر راضی ہی ہوگا تو داخل کیا تھا۔ یہ تو نہیں کہ اندھا دھند ہی مکتی خانہ میں دھکیل دیا تھا۔ لیکن رضا اور گناہ اکٹھے نہیں رہ سکتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پرمیشر ان پر پہلے ہی راضی نہیں ہوا تھا (حاشیہ: جب کوئی شخص کسی سے کہتا ہے میں تجھ پر راضی ہو گیا تو یہ معنے ہوتے ہیں کہ گناہ بھی بخش دیا۔ یہ نہیں کہ راضی ہو گیا مگر گناہ نہیں بخشے۔) اور اگر راضی تھا تو ماننا پڑے گا کہ اس کو ان کے گناہوں کی خبر نہ تھی کیونکہ جب اُسے خبر ہوئی تھی تب تو اس نے اُن کو مکتی خانہ سے باہر نکال دیا تھا لیکن بعض آریہ اس کا یہ جواب دیا کرتے ہیں کہ ان کو مکتی خانہ سے اس واسطے نکالا گیا تھا کہ اُن کے عمل محدود تھے اور چونکہ عمل محدود تھے۔ اس لئے ان کا پھل بھی محدود ہونا چاہئے لیکن ان کو اتنی خبر نہیں کہ ان بیچاروں نے جو پرمیشر کی راہ میں ایسی ایسی سختیاں جھیلی تھیں اور اپنا ہر ایک ذرّہ اس کی راہ میں قربان کر دیا تھا تو وہ اس واسطے نہیں تھا کہ چند دن تک تو ہمیں مکتی خانہ کی سیر کرالو اور اس کے بعد جس گندی جُون میں چاہو بھیج دو۔

ان کی نیتوں کو دیکھنا چاہئے۔ اگر ان کی نیتیں صرف اسی قدر تھیں کہ دو چار برس پرمیشر سے محبت کر کے پھر چھوڑ دیں گے تو ایک بات ہے ورنہ انما الاعمال بالنّیات ان مکتی یافتوں کا کیا قصور؟ یہ تو پرمیشر کا قصور ہے کہ ان کو مار دیا کیونکہ اگر وہ زندہ رہتے تو پرمیشر کی محبت کو کبھی نہ چھوڑتے۔ انہوں نے تو صرف اس واسطے پرمیشر کی راہ میں مصائب شدائد برداشت کئے تھے کہ جب تک ہم رہیں گے پرمیشر کے ہو کر رہیں گے ان کو پرمیشر کی بیوفائی کا تو خیال نہ تھا۔ ایک شخص کسی سے بہت محبت رکھتا ہے اور آگے پیچھے اس کی محبت کے گُن گاتا پھرتا ہے۔ اگر وہ مر جائے تو کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ دشمنی بھی ساتھ لے گیا ہے۔ تو کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اب وہ دشمن ہو گیا۔

اور پھر اس بات کو بھی سمجھنا چاہئے کہ مکتی خانہ سے باہر نکالنے کے لئے جو گناہ پرمیشر نے ان کے ذمہ رکھے ہوئے ہوں گے وہ بہر صورت ایک ہی قسم کے ہوں گے یہ تو جائز نہیں کہ کسی کو کسی گناہ سے نکال دیا جاوے اور کسی کو کسی گناہ کے سبب سے لیکن یہ کیسا انصاف ہے کہ باہر نکالتے وقت باوجود ایک ہی قسم کے گناہ ہونے کے کسی کو مرد اور کسی کو عورت اور کسی کو گدھا اور کسی کو بندر بنا دیا۔

غرض قصہ کوتاہ اللہ تعالیٰ نے الحمد شریف میں اپنی صفات کاملہ کا بیان کر کے ان مذاہب باطلہ کا ردّ کیا ہے جو عام طور پر دُنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

اُمّ الکتاب: یہ سُورہ جو اُمّ الکتاب کہلاتی ہے اسی واسطے پانچوں وقت ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے کہ اس میں مذہب اسلام کی تعلیم موجود ہے اور قرآن مجید کی ایک قسم کا خلاصہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے چار صفات بیان کر کے ایک نظارہ دکھانا چاہا ہے اور بتایا ہے کہ اسلام نہایت ہی مبارک مذہب ہے۔ (حاشیہ: دُنیا میں کوئی خالقیت سے منکر ہے کوئی رحیمیت سے اور کوئی اس کے مالک یوم الدین ہونے سے۔ اس قسم کا تفرقہ تمام مذاہب میں ہے مگر اسلام ہی ایسا پاک مذہب ہے جس نے سب صفات کاملہ کو جمع کر دیا۔) جو اس کی طرف رہبری کرتا

ہے۔ جو نہ تو عیسائیوں کے خدا کی طرح کسی عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا اور نہ ہی وہ ایسا ہے کہ آریوں کے پرمیشر کی طرح مکتی دینے پر ہی قادر نہ ہو اور جھوٹے طور پر کہہ دیتا ہے کہ عمل محدود ہیں۔ حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ اس میں نجات دینے کی طاقت ہی نہیں کیونکہ روحیں تو اس کی بنائی ہوئی نہیں۔ جیسے وہ آپ خود بخود ہے ویسے ہی ارواح بھی خود بخود ہیں۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ اور رُوحیں پیدا کرلے اس لئے یہ سوچ کر کہ اگر ہمیشہ کے لئے کسی رُوح کو مکتی دی جاوے تو آہستہ آہستہ وہ وقت آجاوے گا کہ تمام روحیں مکتی یافتہ ہو کر میرے قبضہ سے نکل جاویں گی۔ جس سے یہ تمام بنا بنایا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا۔ اس لئے وہ بہانہ کے طور پر ایک گناہ ان کے ذمہ رکھ لیتا ہے اور اس دَور کو چلائے جاتا ہے۔

مسلمانوں کا قدوس اور قادر خدا: لیکن اسلام کا خدا ایسا قادر خدا ہے کہ اگر تمام دنیا مل کر اس میں کوئی نقص نکالنا چاہے تو نہیں نکال سکتی۔ ہمارا خدا تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ ہر ایک نقص اور عیب سے مبرا ہے کیونکہ جس میں کوئی نقص ہو وہ خدا کیونکر ہو سکتا ہے اور اس سے ہم دعائیں کس طرح مانگ سکتے ہیں اور اس پر کیا امیدیں رکھ سکتے ہیں۔ وہ تو خود ناقص ہے نہ کہ کامل لیکن اسلام نے وہ قادر اور ہر ایک عیب سے پاک خدا پیش کیا ہے جس سے ہم دعائیں مانگ سکتے ہیں اور بڑی بڑی امیدیں پوری کر سکتے ہیں۔

سُورہ فاتحہ کی دُعا: اسی واسطے اس نے اسی سُورۃ فاتحہ میں دعا سکھائی ہے کہ تم لوگ مجھ سے مانگا کرو۔ اھدنا الصّراط المستقیم صراط الّذین انعمت علیھم۔ یعنی یا الٰہی ہمیں وہ سیدھی راہ رکھا جو اُن لوگوں کی راہ ہے جن پر تیرے بڑے بڑے فضل اور انعام ہوئے اور یہ دُعا اس واسطے سکھائی کہ تا تم لوگ صرف اس بات پر ہی نہ بیٹھ رہو کہ ہم ایمان لے آئے ہیں بلکہ اس طرح سے اعمال بجالاؤ کہ ان انعاموں کو حاصل کر سکو جو خدا تعالیٰ کے مقرب بندوں پر ہوا کرتے ہیں۔

رسمی عبادتیں: بعض لوگ مسجدوں میں بھی جاتے ہیں۔ نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور دوسرے ارکانِ اسلام بھی بجالاتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کی نُصرت اور مدد ان کے شامل حال نہیں ہوتی اور اُن کے اخلاق اور عادات میں کوئی نمایاں تبدیلی دکھائی نہیں دیتی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی عبادتیں بھی رسمی عبادتیں ہیں حقیقت کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ احکام الٰہی کا بجالانا تو ایک بیج کی طرح ہوتا ہے جس کا اثر رُوح اور وجود دونوں پر پڑتا ہے۔ ایک شخص جو کھیت کی آبپاشی کرتا اور بڑی محنت سے اس میں بیج بوتا ہے اگر ایک دو ماہ تک اس میں انگوری نہ نکلے تو ماننا پڑتا ہے کہ بیج خراب ہے یہی حال عبادات کا ہے۔ اگر ایک شخص خدا کو وحدہ لاشریک سمجھتا ہے نمازیں پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے اور بظاہر نظر احکام الٰہی کو حتی الوسع بجالاتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص مدد اس کے شامل حال نہیں ہوتی تو ماننا پڑتا ہے کہ جو بیج وہ بو رہا ہے وہی خراب ہے۔

یہی نمازیں تھیں جن کو پڑھنے سے بہت سے لوگ قطب اور ابدال بن گئے مگر تم کو کیا ہو گیا جو باوجود اُن کے پڑھنے کے کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ (حاشیہ: آخر سوچنا چاہئے کہ یہی نماز تھی جس سے لوگ قطب ہو گئے غوث ہو گئے اور تم اسی طرح تحت الثریٰ میں پڑے ہو یہ بات کیا ہے؟)

یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب تم کوئی دوا استعمال کرو گے اور اگر اس سے کوئی فائدہ محسوس نہ کرو گے تو آخر ماننا پڑے گا کہ یہ دوا موافق نہیں۔ یہی حال ان نمازوں کا سمجھنا چاہئے۔

برکریما کارہا دشوار نیست

حقیقی مومن کبھی ضائع نہیں ہوتا: جو شخص سچے جوش اور پُورے صدق اور اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی طرف آتا ہے وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ یہ یقینی اور سچی بات ہے کہ جو خدا کے ہوتے ہیں خدا ان کا ہوتا ہے اور ہر ایک میدان میں ان کی نصرت اور مدد کرتا ہے بلکہ ان پر اپنے اس قدر انعام و اکرام نازل کرتا ہے کہ لوگ ان کے کپڑوں سے بھی برکتیں حاصل کرتے ہیں۔ (حاشیہ: وہ اپنے خاص بندوں پر ایسے ایسے فضل کرتا ہے کہ زمین و آسمان اس کے تابع کر دیتا ہے۔) اللہ تعالیٰ نے یہ جو دُعا سکھائی ہے تو یہ اس واسطے ہے کہ تا تم لوگوں کی آنکھ کھُلے کہ جو کام تم کرتے ہو دیکھ لو کہ ان کا نتیجہ کیا ہوا ہے۔ اگر انسان ایک عمل کرتا ہے اور اس کا نتیجہ کچھ نہیں تو اس کو اپنے اعمال کی پڑتال کرنی چاہئے کہ وہ کیسا عمل ہے جس کا نتیجہ کچھ نہیں۔ پھر اس سے آگے خدا فرماتا ہے غیر المغضوب علیھم و لا الضالّین۔ یعنی اے مسلمانو تم خدا سے دعا مانگتے رہو کہ یا الٰہی ہمیں ان لوگوں میں سے نہ بنانا جن پر اس دُنیا میں تیرا غضب نازل ہوا ہے اور نہ ہی ان لوگوں کا راستبد کھانا جو کہ راہ راست سے گمراہ ہو گئے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ بطور قصہ یا کتھا کہ بیان نہیں کیا بلکہ وہ جانتا تھا کہ جس طرح پہلی قوموں نے بدکاریاں کیں اور نبیوں کی تکذیب اور تفسیق میں حد سے بڑھ گئیں اسی طرح مسلمانوں پر بھی ایک وقت آئے گا جبکہ وہ فسق و فجور میں حد بڑھ جاویں گے اور جن کاموں سے ان قوموں پر خدا تعالیٰ کا غضب بھڑکا تھا ویسے ہی کام مسلمان بھی کریں گے اور خدا تعالیٰ کا غضب اُن پر نازل ہوگا۔

تفسیروں اور احادیث والوں نے مغضوب سے یہود مراد لئے ہیں کیونکہ یہود نے خدا تعالیٰ کے انبیاء کے ساتھ بہت ہنسی ٹھٹھا کیا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاص طور پر دُکھ دیا تھا اور نہایت درجہ کی شوخیاں اور بے باکیاں انہوں نے دکھائی تھیں جن کا آخری نتیجہ یہ ہوا تھا کہ اسی دنیا میں ہی خدا تعالیٰ کا غضب ان پر نازل ہوا تھا مگر اس جگہ خدا کے غضب سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ (معاذ اللہ) خدا چڑ جاتا ہے بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ انسان بسبب اپنے گناہوں کے نہایت درجہ کے پاک اور قدّوس خدا سے دور ہو جاتا ہے یا مثال کے طور پر یُوں سمجھ لو کہ ایک شخص کسی ایسے حجرہ میں بیٹھا ہوا ہو جس کے چار دروازے ہوں۔ اگر وہ ان دروازوں کو کھولے گا تو دھوپ اور آفتاب کی روشنی اندر آتی رہے گی اور اگر وہ سب دروازے بند کر دے گا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ روشنی کا آنا بند ہو جائے گا۔

خدا کا غضب: غرض یہ بات سچی ہے کہ جب انسان کوئی فعل کرتا ہے تو سنت اللہ اسی طرح سے ہے کہ اس فعل پر ایک فعل خدا تعالیٰ کی طرف سے سرزد ہوتا ہے۔ جیسے اس شخص نے بدقسمتی سے جب چاروں دروازے بند کر دیئے تھے تو اس پر خدا تعالیٰ کا فعل یہ تھا کہ اس مکان میں اندھیرا ہی اندھیرا ہو گیا۔ غرض اس اندھیرا کرنے کا نام خدا کا غضب ہے۔

یہ مت سمجھو کہ خدا تعالیٰ کا غضب بھی اسی طرح کا ہوتا ہے کہ جس طرح سے انسان کا غضب ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا خدا ہے اور انسان انسان ہے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ جس طرح سے ایک انسان کام کرتا ہے خدا بھی اسی طرح سے ہی کرتا ہے مثلاً خدا سُنتا ہے تو کیا اس کو سُننے کے لئے انسان کی طرح ہوا کی ضرورت ہے اور کیا اس کا سُنتا بھی انسان کی طرح سے ہے کہ جس طرف ہوا کا رُخ زیادہ ہوا اُس طرف کی آواز کو زیادہ سُن لیا۔ یا مثلاً دیکھنا ہے کہ جب تک سُورج چاند چراغ وغیرہ کی روشنی نہ ہو انسان دیکھ نہیں سکتا تو کیا خدا بھی روشنیوں کا محتاج ہے؟ غرض انسان کا دیکھنا اور رنگ کا ہے اور خدا کا دیکھنا اور رنگ کا ہے۔ اس کی حقیقت خدا کے سپرد کرنی چاہئے۔ (حاشیہ : خدا کا غضب خدا کی رحمت اس کے سمع بصر کی طرح الگ ہے۔ ایمان لانا چاہئے اور حقیقت کو خدا کے سپرد کرنا مومن کی شان ہے۔)

آریہ وغیرہ جو اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ کو غضب ناک کہا گیا ہے۔ یہ ان کی صریح غلطی ہے۔ اُن کو چاہئے تھا کہ قرآن مجید کی دوسری جگہوں پر نظر کرتے۔ وہاں تو صاف طور پر لکھا ہے۔ عذابی اصیب بہٖ من اشاء و رحمتی وسعت کلّ شیئی خدا کی رحمت تو کل چیزوں کے شامل حال ہے۔ مگر ان کو دقت ہے تو یہ ہے کہ خدا کی رحمت کے تو وہ قائل ہی نہیں۔ اُن کے مذاہب اصول کے بموجب اگر کوئی شخص بصد مشکل مکتی حاصل کر بھی لے تو آخر پھر وہاں سے نکلنا ہی پڑے گا۔

غرض یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے کلام پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جیسے خدا ہر ایک عیب سے پاک ہے ویسے ہی اس کا کلام بھی ہر ایک قسم کی غلطی سے پاک ہوتا ہے۔ اور یہ جو فرمایا غیر المغضوب علیھم تو اس سے یہ مراد ہے کہ یہود ایک قوم تھی جو توریت کو مانتی تھی۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بہت تکذیب کی تھی اور بڑی شوخی کے ساتھ اُن سے پیش آئے تھے۔ یہانتک کہ کئی بار ان کے قتل کا ارادہ بھی انہوں نے کیا تھا۔

اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب کوئی شخص کسی فن کو کمال تک پہنچا دیتا ہے تو پھر وہ بڑا نامی گرامی اور مشہور ہو جاتا ہے۔ اور جب کبھی اس فن کا ذکر شروع ہوتا ہے تو پھر اسی کا نام ہی لیا جاتا ہے۔ ڈاکو تو کئی ہوئے مگر بعض ڈاکو خصوصیت سے مشہور ہیں۔ مثلاً دُنیا میں ہزاروں پہلوان ہوئے ہیں اور اس وقت بھی موجود ہیں۔ مگر رُستم کا ذکر خاص طور پر کیا جاتا ہے۔ بلکہ اگر کسی کو پہلوانی کا خطاب بھی دیا جاتا ہے تو اُسے بھی رُستم ہند وغیرہ کر کے پکارا جاتا ہے۔ یہی حال یہود کا ہے۔ کوئی نبی نہیں گذرا جس سے انہوں نے شوخی نہیں کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تو اُنہوں نے یہانتک مخالفت کی کہ صلیب پر چڑھانے سے بھی دریغ نہیں کیا اور ان کے مقابلہ پر ہر ایک شرارت سے کام لیا۔

ہاں اگر یہ سوال پیدا ہو کہ یہود نے تو انبیاء کے مقابلہ پر شوخیاں اور شرارتیں کی تھیں مگر اب تو سلسلہ نبوت ختم ہو چکا ہے اس لئے غیر المغضوب علیھم والی دُعا کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ آخری زمانہ میں مسیح موعود نازل ہوگا اور مسلمان لوگ اس کی تکذیب کر کے یہود خصلت ہو جائیں گے اور طرح طرح کی بدکاریوں اور قسم قسم کی شوخیوں اور شرارتوں میں ترقی کر جاویں گے اس لئے غیر المغضوب علیھم والی دعا سکھائی گئی کہ اے مسلمانو پنجگانہ نمازوں کی ہر ایک رکعت میں دعا مانگتے رہو کہ یا الٰہی ہمیں ان کی راہ سے بچائے رکھیو جن پر تیرا غضب اسی دنیا میں نازل ہوا تھا اور جن کو تیرے مسیح کی مخالفت کرنے کے سبب سے طرح طرح کے آفات ارضی و سماوی کا ذائقہ چکھنا پڑا تھا۔ سو جاننا چاہئے کہ یہی وہ زمانہ ہے جس کی طرف آیت غیر المغضوب علیھم اشارہ کرتی ہے اور وہی خدا کا سچا مسیح ہے جو اس وقت تمہارے درمیان بول رہا ہے۔

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ پچیس برس سے صبر کرتا رہا ہے ان لوگوں نے کوئی دقیقہ میری مخالفت کا اُٹھا نہیں رکھا۔ ہر طرح سے شوخیاں کی گئیں طرح طرح کے الزام ہم پر لگائے گئے اور ان شوخیوں اور شرارتوں میں پوری سرگرمی سے کام لیا گیا۔ ہر پہلو سے میرے فنا اور معدوم کرنے کے لئے زور لگائے گئے اور ہمارے لئے طرح طرح کے کفرنامے تیار کئے گئے اور نصاریٰ اور یہود سے بھی بدتر ہمیں سمجھا گیا حالانکہ ہم کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پر دل جان سے یقین رکھتے تھے قرآن مجید کو خدا تعالیٰ کی سچی اور کامل کتاب سمجھتے تھے اور سچے دل سے اُسے خاتم الکتب جانتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچے دل سے خاتم النبیین سمجھتے تھے۔ وہی نمازیں تھیں وہی قبلہ تھا۔ اسی طرح سے ماہِ رمضان کے روزے رکھتے تھے۔ حج اور زکوٰۃ میں بھی کوئی فرق نہ تھا۔ پھر معلوم نہیں کہ وہ کونسے وجوہات تھے جن کے سبب سے ہمیں یہود اور نصاریٰ سے بھی بدتر ٹھہرایا گیا اور رات دن ہمیں گالیاں دینا موجب ثواب سمجھا گیا۔ (حاشیہ: میں نے اُن کے کفرناموں میں دیکھا کہ لکھتے ہیں)

اس کا کُفر یہود و نصاریٰ کے کُفر سے بڑھ کر ہے تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ کلمہ پڑھتے ہیں قبلہ کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تعظیم سے لیتے ہیں۔ جان تک فدا کرنے کو حاضر ہیں۔ کیا وہ اُن سے بدتر ہیں جو ہر وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے رہتے ہیں۔ آخر شرافت بھی تو کوئی چیز ہے۔ اس طرح کا طریق تو وہی لوگ اختیار کرتے ہیں جن کے ایمان مسلوب اور دل سیاہ ہو جاتے ہیں۔

غرض چونکہ خدا جانتا تھا کہ ایک وقت آئے گا جبکہ مسلمان یہود سیرت ہو جائیں گے اس لئے غیر المغضوب علیھم والی دعا سکھا دی اور پھر فرمایا ولا الضالّین یعنی نہ ہی ان لوگوں کی راہ پر چلانا جنہوں نے تیری سچی اور سیدھی راہ سے مُنہ موڑ لیا۔ اور یہ عیسائیوں کی طرف اشارہ ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انجیل کے ذریعہ سے یہ تعلیم ملی تھی کہ خدا کو ایک اور واحد لاشریک مانو۔ مگر انہوں نے اس تعلیم کو چھوڑ دیا اور ایک عورت کے بیٹے کو خدا بنا لیا۔ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ مغضوب علیھم تو بڑا سخت لفظ ہے اور ضالّین نرم لفظ ہے یہ نرم لفظ نہیں بات یہ ہے کہ یہودیوں کا تھوڑا گناہ تھا وہ توریت کے پابند تھے اور اس کے حکموں پر چلتے تھے گو وہ شوخیوں اور شرارتوں میں بہت بڑھ گئے تھے مگر وہ کسی کو خدا یا خدا کا بیٹا بنانے کے سخت دشمن تھے۔ (حاشیہ : ہم نے ایک یہودی سے اس کے مذہب کی نسبت پوچھا تو اس نے کہا ہمارا خدا کی نسبت وہی عقیدہ ہے جو قرآن میں ہے۔ ہم نے اب تک کسی انسان کو خدا نہیں بنایا۔ اس اعتبار سے تو یہ ضالین سے اچھے ہیں مگر شوخی شرارت میں ضالین سے بڑھ کر ہیں۔ پس اس لئے کہ انہیں دنیا میں سزا ملی ان کا ذکر پہلے آیا۔ اور سُورہ فاتحہ میں ان کا نام جو پہلے آیا ہے تو وہ اس واسطے نہیں کہ ان کے گناہ زیادہ تھے بلکہ اس واسطے کہ اسی دنیا میں ہی ان کو سزا دی گئی تھی اور اس کی مثال اس طرح پر ہے کہ ایک تحصیلدار انہی کو جُرمانہ کرتا ہے جن کا قصور اس کے اختیار سے باہر نہیں ہوتا۔ مثلاً فرض کرو کہ کسی بھاری سے بھاری گناہ پر وہ اپنی طرف سے پچاس ساٹھ روپیہ جُرمانہ کر سکتا ہے لیکن اگر قصور وار زیادہ کا حقدار ہو تو پھر تحصیلدار یہ کہکر کہ یہ میرے اختیار سے باہر ہے اور کہ تمہاری سزا کا یہاں موقع نہیں، کسی اعلیٰ افسر کے سپرد کرتا ہے۔ اسی طرح یہودیوں کی شرارتیں اور شوخیاں اسی حد تک ہیں کہ ان کی سزا اسی دنیا میں دی جا سکتی تھی لیکن ضالین کی سزا یہ دنیا برداشت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ان کا عقیدہ ایسا نفرتی عقیدہ ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے

تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ و تنشق الارض و تخر الجبال ھدًا ان دعوا للرحمٰن ولدًا یعنی یہ ایک ایسا بُرا کام ہے جس سے قریب ہے کہ زمین آسمان پھٹ جائیں اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ غرض یہودیوں کی چونکہ سزا تھوڑی تھی اس لئے ان کو اسی جہان میں دی گئی۔ اور عیسائیوں کی سزا اس قدر سخت ہے کہ یہ جہان اس کی برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے ان کی سزا کے واسطے دوسرا جہان مقرر ہے۔ اور پھر یہ بات بھی یاد رکھنے والی ہے کہ یہ عیسائی صرف ضال ہی نہیں ہیں بلکہ مضل بھی ہیں۔ ان کا دن رات یہی پیشہ ہے کہ اوروں کو گمراہ کرتے پھریں۔ پچاس پچاس ہزار، ساٹھ ساٹھ ہزار بلکہ لاکھوں پرچے روز شائع کرتے ہیں اور اس باطل عقیدہ کی اشاعت کے لئے ہر طرح کے بہانے عمل میں لاتے ہیں۔

یاد رکھو گورنمنٹ کو ان پادریوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ایک انگریز یہاں آیا تھا۔ جاتی دفعہ پُوچھنے لگا کہ میرے راستہ میں کسی پادری کی کوٹھی تو نہیں؟ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ پادریوں سے سخت نفرت کرتا تھا۔ (حاشیہ: ایک اور انگریز تھا جس کی عدالت میں ہمارا مقدمہ ہوا۔ فریق مخالف ایک جنٹلمین پادری تھا۔ آٹھ دس گواہ بھی گذارے اور یوں بھی تم جانتے ہو کہ حکام کے اختیار میں سب کچھ ہوتا ہے۔ قومیت کا سوال بھی تھا مگر میں نے سُنا کہ اُس نے صاف کہدیا کہ مجھ سے یہ بدذاتی نہیں ہو سکتی کہ کسی بے گناہ کو سزا دوں۔ مجھے بُلا کر کہا آپ کو مبارک ہو۔ اگر یہ لوگ ان اوصاف والے نہ ہوتے تو ہمارے حاکم بھی نہ ہوتے مسلمانوں میں جب یہ حالت ہو گئی کہ ایک دوسرے کو کاٹنے دوڑتے جیسے کُتّے کے آگے ہڈی ڈال دیں تو وہ ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں اور اخوت، ہمدردی کا نام و نشان نہ رہا تو خدا کی حکمت بالغہ نے اُن سے سلطنت لے لی۔

یہ لوگ بڑے منصف مزاج ہوتے ہیں اگر یہ منصف نہ ہوتے تو حکومت نہ رہتی۔ یاد رکھنا چاہئے کہ ان کی حکومت کا ہونا بھی خدا تعالیٰ کا ایک خاص فضل ہے۔)

سکھوں کے زمانہ کو دیکھو کہ کوئی اذان بھی دیتا تھا تو وہ قتل کر دیتے تھے مگر اس سلطنت میں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر طرح سے آزادی ہے اور اس کا ہونا ہمارے لئے بڑی بڑی برکتوں کا موجب ہے۔ خود ہمارے اس گاؤں قادیان میں جہاں ہماری مسجد ہے کارداروں کی جگہ تھی۔ اس وقت ہمارے بچپن کا زمانہ تھا۔ لیکن میں نے معتبر آدمیوں سے سُنا ہے کہ جب انگریزوں کا دخل ہو گیا تو چندروز تک وہی سابقہ قانون رہا۔

انہی ایام میں ایک کاردار یہاں آیا ہوا تھا۔ اس کے پاس ایک مسلمان سپاہی تھا وہ مسجد میں آیا اور مؤذن کو کہا کہ اذان دو۔ اس نے وہی ڈرتے ڈرتے گنگنا کر اذان دی۔ سپاہی نے کہا کیا تم اسی طرح سے بانگ دیا کرتے ہو؟ مؤذن نے کہا ہاں اسی طرح دیتے ہیں سپاہی نے کہا کہ نہیں کوٹھے پر چڑھ کر اُونچی آواز سے اذان دو اور جس قدر زور سے ممکن ہو سکتا ہے بانگ دو۔ وہ ڈرا۔ آخر اس نے سپاہی کے کہنے پر زور سے بانگ دی (اور اس نے زور سے اذان دی کہ چالیس برس پہلے تک اس علاقہ میں کوئی اذان نہ دی گئی تھی۔) اس پر ہندو اکٹھے ہو گئے اور مُلّا کو پکڑ لیا۔ وہ بیچارہ بہت ڈرا اور گھبرایا کہ کاردار مجھے پھانسی دے دے گا سپاہی نے کہا کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ آخر وہ اس کو پکڑ کر کاردار کے پاس لے گئے اور کہا۔ کہ مہاراج اس نے ہم کو بھرشٹ کر دیا ہے کاردار تو جانتا تھا کہ اب سلطنت تبدیل ہو گئی ہے۔ اور اب وہ سکھا شاہی نہیں رہی۔ اس لئے ذرا دبی زبان سے پُوچھا کہ تُو نے اُونچی آواز سے کیوں بانگ دی؟ سپاہی نے آگے بڑھ کر کہا کہ اس نے نہیں دی میں نے بانگ دی ہے۔ تب کاردار نے ہندوؤں کو کہا کمبخت! کیوں شور ڈالتے ہو۔ لاہور میں تو اب کھلے طور پر گائیاں ذبح ہوتی ہیں اور تم اذان کو روتے ہو۔ جاؤ چپکے ہو کر بیٹھ رہو۔

ایسے ہی بٹالے کا واقعہ ہے ایک سیّد وہیں کا رہنے والا باہر سے دروازے پر آیا وہاں گائیوں کا ہجوم تھا۔ اس نے تلوار کی نوک سے مویشیوں کو ذرا ہٹایا۔ ایک گائے کے چمڑے کو خفیف سی خراش پہنچ گئی تھی۔ اس پر اس بیچارہ کر پکڑ لیا گیا اور اس امر پر زور دیا گیا کہ اس کو قتل کر دیا جاوے۔ آخر بڑی سفارش کے بعد جان سے تو بچ گیا لیکن اس کا ہاتھ ضرور کاٹا گیا۔ ایسے ہی ایک گائے کے مقدمہ میں ایک دفعہ پانچ ہزار غریب مسلمان قتل کئے گئے۔ (حاشیہ: غرض کوئی چھ سات ہزار مسلمان تو گائے کی وجہ سے قتل کئے یا سزا دیئے گئے ہوں گے۔

اب دیکھو کہ اس حکومت کا وجود ایک مبارک وجود ہے یا نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تمہارا حاکم بد ہو تو وہ بد نہیں۔ اصل میں تم ہی بد ہو۔ سو یاد رکھو کہ یہ لوگ بڑے انصاف پسند ہوتے ہیں۔ ہمارے مقدمہ میں ہی دیکھ لو کہ آتما رام نے 700 روپیہ جُرمانہ کر ہی دیا تھا مگر سیشن جج کے سامنے جب وہ کاغذات پیش ہوئے تو باوجود یہ کہ وہ عیسائی تھا مگر انصاف کی خاطر اُس نے تمام دن محنت کی اور پورے غور اور فکر کے بعد کرم الدین کو بُلا کر کہا کہ تم لئیم کے معنے ولد الزنا اور کذّاب کے معنے بڑا جھوٹا کرتے ہو۔ اگر کسی کو اُلّو کہا جائے تو اُلّو چھوٹا کیا اور بڑا کیا؟ جو کچھ فیصلہ آتما رام نے کیا ہے وہ غلط ہے ہم جُرمانہ واپس کرتے ہیں۔ اگر لئیم کذّاب سے بڑھ کر بھی تم کو کہا جاتا تو یہ شخص حق رکھتا تھا...... آریوں کا کیا ہے جن کے مذہب میں نیوگ جیسی گندی رسم موجود ہو اور جن کو حکم ہو کہ اولاد کی خاطر اپنی جوان اور پیاری بیوی کو غیر آدمی سے ہمبستر کرا لیا کرو اور جو باوجود اس کے کہ خود جوان اور تندرست ہوتے ہیں اپنی پاکدامن عورت کو دوسرے نوجوانوں سے ہمبستر کرا کے دس پُتروں تک اولاد حاصل کر سکتے ہیں اور جن کا پرمیشر ایک مکھی تو درکنار ایک ذرہ بھی پیدا نہ کر سکتا ہو وہ کب کسی مذہب پر غلبہ پا سکتے ہیں۔ عیسائی تو اسلام کے مقابلہ پر کسی صورت میں نہیں ٹھہر سکتے کیونکہ انہوں نے ایک انسان کو جس کا باپ بھی موجود تھا چار بھائی اور دو بہنیں بھی تھیں اور پھر یہودیوں کے ہاتھ سے ماریں بھی کھاتا پھرتا خدا تجویز کر لیا ہے اور اپنی نجات کے لئے اس کو لعنتی موت سے مرا ہوا سمجھ لیا ہے حالانکہ دنیا بھر میں یہ کوئی قاعدہ نہیں کہ سر درد تو ہو زید کو اور بکرا اپنے سر پر پتھر مار کر پھوڑ لے اور پھر اس سے زید کی سر درد جاتی رہے میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ ایک مسلمان کا بچہ ان لغویات کو قبول نہیں کر سکتا۔ سوچنا چاہئے کہ گناہ تو کیا زید نے مگر بکر اس کی جگہ سُولی چڑھے یہ کہاں کا انصاف ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ گلے پڑا ڈھول بجا رہے ہیں ورنہ ان کے دل تو اس عقیدہ سے متنفر ہیں اور اب تو خدا کی طرف سے توحید کی ہوا چل رہی ہے اور بہت سے لوگ اس انسان پرستی کو چھوڑ کر خدا پرستی اختیار کرتے جاتے ہیں۔ ولایت کے جو سمجھدار لوگ ہیں وہ خود اس بات کو چھوڑتے جاتے ہیں۔ مبارک زمانہ آ گیا۔ توحید کی ہوا چل رہی ہے۔ عنقریب تمام دُنیا جان لیگی کہ ہر جگہ پر اسلام کے سوا ضلالت ہے۔

یہ جو میں نے ضالّین کا ذکر کیا ہے تو اس سے مراد تھی پادری لوگ جو نہ صرف خود گمراہ ہیں بلکہ اوروں کو گمراہ کرنے میں پوری ہمت اور کوشش سے کام لیتے ہیں۔ اور یہ جو حدیثوں میں دجّال کا ذکر آیا ہے تو اس سے مراد ضالّین ہی ہیں۔ اور اگر دجّال کے معنے ضالّین کے نہ لئے جاویں تو ماننا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ نے ضالین کا ذکر تو قرآن شریف میں کر دیا بلکہ ان کے فتنہ عظیم سے بچنے کے لئے دُعا بھی سکھا دی مگر دجّال کا ذکر تک بھی نہ کیا حالانکہ وہ ایک ایسا عظیم فتنہ تھا جس سے لکھو کھا لوگ گمراہ ہو جانے تھے۔

غرض سچی بات یہی ہے کہ دجّال اور ضالّین ایک ہی گروہ کا نام ہے جو لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں اور اس آخری زمانہ میں اپنے پُورے زور پر ہیں اور ہر ایک طرح کے مکر اور فریب سے خلقت کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے پھرتے ہیں اور چونکہ دجّال کے معنے بھی گمراہ کرنے والے کے ہیں اسی واسطے احادیث میں یہ لفظ ضالّین کی بجائے بولا گیا ہے۔

اور احادیث میں ضالّین کی بجائے دجّال کا لفظ آنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ لوگ اپنی طرف سے ایک دجّال بنا لیں گے اور عجیب عجیب قسم کے خیالات اس کی طرف منسوب کریں گے کہ اس کے ایک ہاتھ میں بہشت ہوگا اور ایک ہاتھ میں دوزخ اور وہ خدائی کا بھی دعویٰ کرے گا اور نبوت کا بھی اور اس کے ماتھے پر کافر لکھا ہوا ہوگا اور اس کا ایک گدھا ہوگا جس کے کانوں میں اس قدر فاصلہ ہوگا اور اس میں یہ یہ باتیں ہوں گی۔ اس لئے خدا فرماتا ہے کہ وہ دجالی گروہ ضالین کا ہی ہے جو طرح طرح کے پیرایوں میں لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں اور بڑے بڑے وعدے دے دے کر خدا تعالیٰ کی کتابوں میں تحریف و تبدیل کرتے ہیں اور لوگوں کو خدا تعالیٰ کے حکموں سے بالکل روگردان کر رہے ہیں یہانتک کہ سُور جیسی گندی چیز کو بھی حلال خیال کر رہے ہیں۔ حالانکہ توریت میں سُور خاص طور پر حرام کیا گیا ہے اور خود مسیح نے بھی کہا ہے کہ سُوروں کے آگے موتی مت ڈالو۔

اور ایسا ہی کفارہ جیسا گندہ مسئلہ ایجاد کر کے انہوں نے گناہوں کے لئے ایک وسیع میدان تیار کر دیا ہے خواہ انسان کیسے ہی کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو۔ مگر یسوع کو خدا یا خدا کا بیٹا سمجھنے سے وہ سب عیب جاتے رہیں گے اور انسان نجات پا جائے گا۔ اب بتلاؤ کیا یہ صاف سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ وہی گمراہ کرنے والا گروہ ہے جس کا احادیث

میں دجّال اور قرآن کریم میں ضالّین کر کے پکارا گیا ہے۔

اور پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ صحیح بخاری میں آنے والے مسیح کی نسبت (جو کہ اس وقت آ گیا ہے) جو لکھا ہے کہ یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر یعنی وہ صلیبوں کو توڑیگا اور خنزیروں کو قتل کریگا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ جنگلوں میں چوہڑوں اور چماروں کی طرح شکار کھیلتا پھریگا اور گرجوں پر چڑھکر صلیبیں توڑتا پھریگا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خنزیر نجاست کھانے والے کو کہتے ہیں۔ اور یہ ضروری نہیں کہ وہ نجاست جانوروں کی ہی ہو بلکہ جھوٹ اور دروغ کی جو نجاست ہے وہ سب سے گندی اور بدبودار نجاست ہے اس لئے ایسے لوگوں کا جو ہر وقت جھوٹ اور فریب سے دُنیا کو گمراہ کرتے رہتے ہوں، اللہ تعالیٰ نے خنزیر نام رکھا ہے اور یہ جو فرمایا یکسر الصلیب تو اس کے یہ معنے نہیں کہ مسیح جب آوے گا تو پتھر، تانبے اور لکڑی وغیرہ کی صلیبوں کو جو پیسے پیسے پر فروخت ہوتی ہیں توڑتا پھرے گا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صلیبی مذہب کی بُنیاد کو توڑے گا اب دیکھ لو کہ اُن کے مذہب کا تمام دارومدار تو عیسیٰ کی زندگی پر ہے اور یہ نہیں کہ دوسرے انبیاء کی طرح وہ زندہ ہے بلکہ وہ ایسا زندہ ہے کہ پھر دوبارہ دنیا میں آئے گا اور خلقت کا فیصلہ کرے گا اور پھر معلوم نہیں کہ مسلمانوں میں عیسیٰ کی زندگی کا مسئلہ کہاں سے آ گیا۔ بدقسمتی سے انہوں نے بھی عیسائیوں کی ہاں میں ہاں ملانی شروع کر دی۔

غرض سمجھنا چاہئے کہ عیسائیوں کے مذہب کی بنیاد تو صرف عیسٰی کی زندگی پر ہے جب وہ مر گیا تو پھر ان کا مذہب بھی ان کے ساتھ ہی مر گیا۔

لدھیانہ میں ایک دفعہ ایک پادری مرے پاس آیا۔ اثنائے گفتگو میں نے اسے کہا کہ عیسیٰ کی موت ایک معمولی سی بات ہے اگر تم مان لو کہ عیسیٰ مر گیا ہے تو اس میں تمہارا کیا حرج ہے تو اس پر وہ کہنے لگا کہ کیا یہ معمولی سی بات ہے اسی پر تو ہمارے مذہب کا تمام دارومدار ہے۔ (حاشیہ: اس نے کہا کہ اگر مسیح کے زندہ ہونے کا عقیدہ نہ ہو تو پھر سب عیسائی یکدم مسلمان ہو جائیں گے۔ ہمارے مذہب کی رُوح یہی بات ہے جب یہ نکلی تو ہم بیجان ہو جائیں گے۔)

ایسے ہی دہلی میں جب میں گیا تھا تو بہت سے آدمی جمع ہو کر میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ حضرت عیسیٰ زندہ موجود ہیں اور وہی دوبارہ آئیں گے۔ میں نے اُن سے کہا کہ اچھا یہ تو بتلاؤ کہ سوائے اس کے کہ کئی ہزار آدمی مُرتد ہو گئے اور اس کا نتیجہ ہی کیا نکلا ہے اس پر وہ خاموش ہو گیا۔ تب میں نے کہا کہ اچھا اس نسخہ کا تو آپ لوگوں نے تجربہ کر لیا ہے یہ تو غلط نکلا اب ہمارا نسخہ بھی چندروز استعمال کر کے دیکھ لو کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ اب ہمارے نسخہ کو بھی آزما دیکھو کہ مسیح کی وفات ماننے میں اسلام کی زندگی اور صلیبی مذہب کی موت ہے یا نہیں۔ اس پر ایک شخص اُٹھا اور کہنے لگا اسلام کی سچی خیرخواہی جیسی آپ کر رہے ہیں اور کوئی نہیں کر رہا۔ آپ بڑی خوشی سے اس کام میں لگے رہیں۔

مسلمانوں کی حالت: غرض مسلمانوں کی عجیب حالت ہو رہی ہے۔ بات بات میں پیچھے جگہ جگہ پر شکست۔ ان کے نزدیک ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو فوت ہو گئے ہیں مگر عیسیٰ زندہ ہیں اور (نعوذ باللہ) ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو مسِ شیطان سے پاک نہیں تھے مگر عیسیٰ پاک تھا اور پھر بے باپ تھا تو عیسیٰ، پرندوں کا خالق تھا تو عیسیٰ، مُردے زندہ کرتا تھا تو عیسیٰ، آسمان پر چڑھ گیا تھا اور پھر دوبارہ نازل ہوگا تو عیسیٰ۔ اب بتلاؤ سوائے مرتد ہونے کے اس کا اور کیا نتیجہ ہو سکتا ہے؟ غرض عیسیٰ کی زندگی مرتد کرنے کا آلہ ہے جو لوگ عیسائی ہو جاتے ہیں تو وہ ایسی باتیں ہی سُن کر ہو جایا کرتے ہیں جن کا میں ذکر کر چکا ہوں۔

ہمارے مفتی صاحب اور بشپ: ایک دفعہ بشپ صاحب لاہور میں لیکچر دے رہے تھے اور اس قسم کی باتیں پیش کرتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صاحب تو فوت ہو چکے ہیں اور ان کی مدینہ میں قبر موجود ہے مگر یسوع مسیح کی نسبت خود مسلمان بھی مانتے ہیں کہ وہ آسمان پر زندہ موجود ہیں وغیرہ وغیرہ اور پھر کہتے تھے مسلمانو! تم خود منصف بن کے دیکھ لو کہ آیا یہ باتیں سچی ہیں یا نہیں؟ تب ہمارے مفتی صاحب آگے بڑھے اور بشپ صاحب کو کہنے لگے کہ بتاؤ یہ باتیں قرآن شریف میں کہاں لکھی ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو مر گئے ہیں اور عیسیٰ آسمانوں پر زندہ ہیں قرآن مجید میں تو صاف طور پر عیسیٰ کی موت لکھی ہے اور آیت فلما توفیتنی اسی بات کی شہادت دے رہی ہے کہ عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں۔ تب بشپ صاحب سے اور تو کچھ بن نہ آیا گھبرا کر کہنے لگے۔ ''معلوم ہوتا ہے کہ تم مرزائی ہو'' پھر اس کے بعد وہ لوگ جو وعظ سُن رہے تھے باہر آ کر کہنے لگے کہ ''مرزائی ہیں تو کافر مگر آج تو عزت رکھ لی ہے''

غرض یاد رکھنا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو اقبال دیتا ہے تو ہتھیار بھی ساتھ ہی دیتا ہے۔ دیکھو جسمانی طور پر آجکل یورپ کا ہی بول بالا ہے مگر ہر ایک قسم کے عجیب عجیب ہتھیار بھی تو یُورپ والوں نے ہی تیار کر رکھے ہیں یہانتک کہ اگر سُلطان رُوم کو بھی کسی ہتھیار کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ بھی انہیں سے منگوا بھیجتا ہے۔ اسی طرح رُوحانی ہتھیار اب ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں رُوحانی ہتھیار دیئے ہیں (حاشیہ: یہ خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ جو قوم بے ہتھیار ہوتی ہے ضرور ہے کہ وہ تباہ ہو جائے۔ یاد رہے کہ ہتھیاروں سے مراد رُوحانی قوتیں اور دلائل قاطعہ ہیں۔ ظاہری سامان کی مذہب کے معاملہ میں ضرورت نہیں۔ دیکھو اگر مسیح کی وفات کا ہتھیار نہ ہوتا تو تم ان کے سامنے بات بھی نہ کر سکتے) اور جس کے ہاتھ میں ہتھیار نہیں وہ غلبہ کس طرح پا سکتا ہے۔

رُوحانی ہتھیاروں کے مالک: اب تم لوگ جہاں جاؤ گے کہو گے کہ عیسیٰ مر گیا اور اس کی وفات قرآن مجید میں موجود، احادیث صحیحہ میں موجود، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی کہ میں نے معراج کی رات حضرت عیسیٰ کو مُردوں میں دیکھا اور خود مَر کر دکھا دیا کہ مجھ سے پہلے جتنے نبی آتے رہے ہیں وہ سب کے سب فوت ہو چکے ہیں۔ یہ اور ایسے ہی کئی قسم کے اور بھی چمکتے ہوئے دلائل خدا تعالیٰ نے تم لوگوں کے ہاتھوں میں دے دیئے ہیں جن کو سُنکر مخالفوں کا ناک میں دم آتا ہے۔ اصل میں مسلمانوں نے اسلام کے ضعف کو سمجھا ہی نہیں۔

ایک مُرتد: ایک شخص (عبدالحکیم) ہے جو بیس برس تک میرا مُرید رہا ہے اور طرح سے میری تائید کرتا رہا ہے اور میری سچائی پر اپنی خوابیں سُناتا رہا ہے۔ اب مُرتد ہو کر اس نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام اس نے میری طرف منسوب کر کے کانا دجّال رکھا ہے۔ لیکن اصلی بات یہ ہے کہ اس کو اس بات کی خبر ہی نہیں ہے کہ اسلام کا کیا حال ہو رہا ہے۔ جن لوگوں کے دھوکوں اور فریبوں سے آئے دن لوگ اسلام سے مُرتد ہو رہے ہیں وہ تو اس کے نزدیک دجّال نہیں ہیں اور ان کا ذکر تک بھی اپنی کتابوں میں نہیں کرتا ہے اور جو اسلام کا زندہ چہرہ دکھا رہا ہے اور تازہ بتازہ نشانوں سے اس کی تائید کر رہا ہے اور ہر طرح سے اسلام کی مدد کر رہا ہے اور دُشمنانِ اسلام کا دندان شکن جواب دے رہا ہے وہ اس کی نظر میں دجّال ہے۔

صفائی ذہن اور تقویٰ: سو سمجھنا چاہئے کہ صفائی ذہن بھی تو آخر تقویٰ سے ہی حاصل ہوتا ہے اسی واسطے خدا تعالیٰ فرماتا ہے الم ذٰلک الکتاب لاریب فیه هدی للمتقین۔ یعنی یہ کتاب انہیں کو ہدایت نصیب کرتی ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جن میں تقویٰ نہیں۔ وہ تو اندھے ہیں اور جیسے اندھا سُورج سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ اسی طرح جو متقی نہیں وہ قرآن کے نُور سے کچھ روشنی نہ پا سکے گا۔ جو تعصب سے نظر کرتا ہے۔ بات بات میں بدظنی سے کام لیتا ہے وہ بشر تو کجا اگر فرشتہ بھی آئے تو کبھی ماننے کا نہیں۔

اگر کوئی پاک نظر سے اور خدا تعالیٰ کا خوف کر کے اس کو دیکھتا ہے تب تو اس کو سب کچھ اس میں سے نظر آ جاتا ہے اور اگر ضد اور تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھی ہوئی ہے۔ تو وہ اس میں سے کچھ بھی نہیں دیکھ سکتا۔

یاد رکھنا چاہئے کہ دجّال اصل میں شیطان کے مظہر کو کہتے ہیں جس کے معنے ہیں۔ راہِ ہدایت سے گمراہ کرنے والا۔ لیکن آخری زمانہ کی نسبت پہلی کتابوں میں لکھا ہے کہ اس وقت شیطان کے ساتھ بہت جنگ ہوں گے لیکن آخرکار شیطان مغلوب ہو جائے گا۔

مسیح موعود کی فتح شیطان پر: گو ہر نبی کے زمانہ میں شیطان مغلوب ہوتا رہا ہے مگر وہ صرف فرضی طور پر تھا حقیقی طور پر اس کا مغلوب ہونا مسیح کے ہاتھوں سے مقدر تھا اور خدا تعالیٰ نے یہانتک غلبہ کا وعدہ دیا ہے کہ جاعل الّذین اتبعوك فوق الّذین کفروا الیٰ یوم القیامة فرمایا ہے کہ تیرے حقیقی تابعداروں کو بھی دوسروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔ غرض شیطان اس آخری زمانہ میں پورے زور سے جنگ کر رہا ہے مگر آخری فتح ہماری ہی ہوگی یہ تو تم جانتے ہی ہو اور تمہارے نزدیک یہ ایک معمولی سی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ مر چکے ہیں اور اس بات میں تم نے ہر طرح سے فتح بھی حاصل کر لی ہے۔ اصل میں ہمارا وجود دو باتوں کے لئے ہے ایک تو ایک نبی کو مارنے کے لئے، دوسرا شیطان کو مارنے کے لئے۔ مگر شیطان کر مرنا ابھی باقی ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ اس کا بہت سا تسلّط ابھی تم لوگوں پر باقی ہے۔

شیطان کا تسلّط: اکثر لوگ یہاں سے بیعت کر جاتے ہیں اور گھر میں پہنچ کر ایک خط ارتداد کا لکھ دیتے ہیں اور اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ کوئی مولوی انہیں مِل جاتا ہے جو طرح طرح کی باتیں سُنا کر اور ہم پر قسم قسم کے جھوٹے الزام قائم کر کے ان کو پھسلا دیتا ہے یا بعض دنیوی اثرات سے متاثر ہو کر مرتد ہو جاتے ہیں اور ان لوگوں میں بھی چونکہ شیطان کا بہت سا حصّہ باقی ہوتا ہے اس لئے وہ شیطان سیرت لوگوں کے پھندوں میں بہت جلد پھنس جاتے ہیں چونکہ میں اپنے دعویٰ کے متعلق کتاب حقیقۃ الوحی میں بہت کچھ بیان کر چکا ہوں اور تم اس کو پڑھ بھی چکے ہو۔ اس لئے اگر میں اس کے متعلق کچھ بیان کروں تو تقریر کا سلسلہ لمبا ہو جائے گا سو اس وقت تم لوگوں کو شیطان کی وفات کا مسئلہ یاد کر لینا چاہئے۔ حضرت عیسیٰ کی جو ایک فرضی حیات مانی ہوئی تھی اس کو مارنے میں تو تم لوگ کامیاب ہو گئے ہو مگر شیطان کا مارنا ابھی باقی ہے۔ مگر یاد رکھانا چاہئے کہ اس کا مارنا صرف اسی قدر نہیں ہے کہ صرف زبان سے ہی کہہ دیا جائے کہ شیطان مر گیا ہے اور وہ مَر جاوے بلکہ تم لوگوں کو عملی طور پر دکھانا چاہئے کہ شیطان مَر گیا ہے شیطان کی موت قال سے نہیں بلکہ حال سے ظاہر کرنی چاہئے خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ آخری مسیح کے زمانہ میں شیطان بالکل مَر جائے گا۔ گو شیطان ہر ایک انسان کے ساتھ ہوتا ہے مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شیطان مسلمان ہو گیا تھا۔

شیطان لَاحَولَ سے بھاگتا ھے: اسی طرح خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس زمانہ میں شیطان کی بالکل بیخ کنی کر دی جائے گی۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ شیطان لاحول سے بھاگتا ہے۔ مگر وہ ایسا سادہ لوح نہیں کہ صرف زبانی طور پر لاحول کہنے سے بھاگ جائے۔ اس طرح سے تو خواہ سو دفعہ لاحول پڑھا جاوے وہ نہیں بھاگے گا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جس کے ذرہ ذرہ میں لاحول سرایت کر جاتا ہے اور جو ہر وقت خدا تعالیٰ سے ہی مدد اور استعانت طلب کرتے رہتے ہیں اور اس سے ہی فیض حاصل کرتے رہتے ہیں۔ وہ شیطان سے بچائے جاتے ہیں اور وہی لوگ ہوتے ہیں جو فلاح پانے والے ہوتے ہیں۔

قرآن مجید کی ابتداء اور انتھاء دعا پر: مگر یاد رکھو کہ یہ جو خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کی ابتداء بھی دُعا سے ہی کی ہے اور پھر اس کو ختم بھی دُعا پر ہی کیا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ انسان ایسا کمزور ہے کہ

خدا کے فضل کے بغیر پاک ہو ہی نہیں سکتا تم اپنے تئیں پاک مت ٹھہراؤ۔ کیونکہ کوئی پاک نہیں جب تک خدا پاک نہ کرے اور جب تک خدا تعالیٰ سے مدد اور نُصرت نہ ملے یہ نیکی میں ترقی کر ہی نہیں سکتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سب مُردے ہیں مگر جس کو خدا زندہ کرے اور سب گمراہ ہیں۔ مگر جس کو خدا ہدایت دے اور سب اندھے ہیں مگر جس کو خدا بینا کرے۔

غرض یہ سچی بات ہے کہ جب تک خدا کا فیض حاصل نہیں ہوتا تب تک دنیا کی محبت کا طوق گلے کا ہار رہتا ہے اور وہی اس سے خلاصی پاتے ہیں جن پر خدا اپنا فضل کرتا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ خدا کا فیض بھی دُعا سے ہی شروع ہوتا ہے۔ لیکن یہ مت سمجھو کہ دُعا صرف زبانی بک بک کا نام ہے بلکہ دُعا ایک قسم کی موت ہے جس کے بعد زندگی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ پنجابی میں ایک شعر ہے۔

جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جا

دُعا میں ایک مقناطیسی اثر ہوتا ہے وہ فیض اور فضل کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ یہ کیا دُعا ہے کہ مُنہ سے تو اھدنا الصراط المستقیم کہتے رہے اور دل میں خیال رہا کہ فلاں سودا اس طرح کرنا ہے۔ فلاں چیز رہ گئی ہے یہ کام یُوں چاہئے تھا اگر اس طرح ہو جائے تو پھر یُوں کریں گے۔ یہ تو صرف عُمر کا ضائع کرنا ہے۔ جب تک انسان کتاب اللہ کو مقدم نہیں کرتا اور اسی کے مطابق عمل نہیں کرتا تب تک اس کی نمازیں محض وقت کا ضائع کرتا ہے۔

مومنوں کے اوصاف: قرآن مجید میں تو صاف طور پر لکھا ہے قد افلح المومنون الّذین ھُمْ فی صلوٰتھم خاشعون۔ یعنی جب دُعا کرتے کرتے انسان کا دل پگھل جائے اور آستانۂ الُوہیت پر ایسے خلوص اور صدق سے گر جاوے کہ بس اسی میں محو ہو جاوے اور سب خیالات کو مٹا کر اسی سے فیض اور استعانت طلب کرے اور ایسی یکسوئی حاصل ہو جائے کہ ایک قسم کی رقّت اور گداز پیدا ہو جائے تب فلاح کا دروازہ کھل جاتا ہے جس سے دُنیا کی محبت ٹھنڈی ہو جاتی ہے کیونکہ دو محبتیں ایک جگہ جمع نہیں رہ سکتیں۔ جیسے لکھا ہے۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دُوں ایں خیال است و محال است وجنوں

اسی لئے اس کے بعد ہی خدا فرماتا ہے والّذین ھم عن اللّغو معرضون۔ یہاں لغو سے مراد دُنیا ہے یعنی جب انسان کو نمازوں میں خشوع اور خضوع حاصل ہونے لگ جاتا ہے۔ تو پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دُنیا کی محبت اس کے دل سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ پھر وہ کاشتکاری، تجارت، نوکری وغیرہ چھوڑ دیتا ہے بلکہ وہ دنیا کے ایسے کاموں سے جو دھوکہ دینے والے ہوتے ہیں اور جو خدا سے غافل کر دیتے ہیں اعراض کرنے لگ جاتا ہے (حاشیہ: فرمایا رجالٌ لا تلھیھم تجارۃٌ ولا بیعٌ عن ذکر اللّٰہ یعنی ہمارے ایسے بندے بھی ہیں جو بڑے بڑے کارخانہ تجارت میں ایک دم کے لئے بھی ہمیں نہیں بھولتے۔ خدا سے تعلق رکھنے والا دنیا دار نہیں کہلاتا۔ بلکہ دنیا دار وہ ہے جسے خدا یاد نہ ہو") اور ایسے لوگوں کی گریہ وزاری اور تضرع اور ابتہال اور خدا کے حضور عاجزی کرنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ایسا شخص دین کی محبت کو دنیا کی محبت حرص لالچ اور عیش و عشرت سب پر مقدم کر لیتا ہے کیونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ ایک نیک فعل دوسرے نیک فعل کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور ایک بدفعل دوسرے بدفعل کی ترغیب دیتا ہے جب وہ لوگ اپنی نمازوں میں خشوع خضوع کرتے ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طبعًا وہ لغو سے اعراض کرتے ہیں اور اس گندی دنیا سے نجات پا جاتے ہیں اور اس دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو کر خدا کی محبت ان میں پیدا ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ھم لز کوٰۃ فاعلون یعنی وہ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور یہ ایک نتیجہ ہے عن اللغو معرضون کا کیونکہ جب دنیا سے محبت ٹھنڈی ہو جائے گی دنیا کی محبت بخیل بنا دیتی ہے آخرت کو بھلانا اور دنیا سے دل لگانا یہ سخت منع ہے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ ہوگا کہ وہ خدا کی راہ میں خرچ کریں گے اور خواہ قارون کے خزانے بھی ایسے لوگوں کے پاس جمع ہوں وہ پروا نہیں کریں گے اور خدا کی راہ میں دینے سے نہیں جھجکیں گے۔ ہزاروں آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیتے یہاں تک کہ اُن کی قوم کے بہت سے غریب اور مفلس آدمی تباہ اور ہلاک ہو جاتے ہیں مگر وہ ان کی پروا بھی نہیں کرتے حالانکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک چیز پر زکوٰۃ دینے کا حکم ہے یہاں تک کہ زیور پر بھی۔ ہاں جواہرات وغیرہ چیزوں پر نہیں۔ اور جو امیر، نواب اور دولت مند لوگ ہوتے ہیں ان کو حکم ہے کہ وہ شرعی احکام کے بموجب اپنے خزانوں کا حساب کر کے زکوٰۃ دیں لیکن وہ نہیں دیتے اس لئے خدا فرماتا ہے کہ عن اللغو معرضون کی حالت تو اُن میں تب پیدا ہوگی جب وہ زکوٰۃ بھی دیں گے گویا زکوٰۃ کا دینا لغو سے اعراض کرنے کا ایک نتیجہ ہے۔ (حاشیہ: یہ قوت زکوٰۃ دینے کی لغو سے کنارہ کشی پر حاصل ہوتی ہے پس تم دُنیا کی محبت کم کرو بلکہ نہ کرو تا زکوٰۃ دینے کی قوت حاصل ہو اور تم فلاح پاؤ۔)

پھر اس کے بعد فرمایا والّذین ھم لفروجھم حافظون یعنی جب وہ لوگ اپنی نمازوں میں خشوع خضوع کریں گے۔ لغو سے اعراض کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے تو اس کا لازمی نتیجہ ہوگا کہ وہ لوگ اپنے سوراخوں کی حفاظت کریں گے۔ کیونکہ جب ایک شخص دین کو دنیا پر مقدم رکھتا ہے اور اپنے مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے وہ کسی اور کے مال کو ناجائز طریقہ سے کب حاصل کرنا چاہتا ہے اور کب چاہتا ہے کہ میں کسی دوسرے کے حقوق کو دبا لوں اور جب وہ اپنی مال جیسی عزیز چیز کو خدا کی راہ میں قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتا تو پھر آنکھ، ناک، کان زبان وغیرہ کو غیر محل پر کب استعمال کرنے لگا۔ کیونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب ایک شخص اوّل درجہ کی نیکیوں کی نسبت اس قدر محتاط ہوتا ہے تو ادنیٰ درجہ کی نیکیاں خود بخود عمل میں آتی جاتی ہیں مثلاً جب خشوع خضوع سے دُعا مانگنے لگا تو پھر اس کے ساتھ ہی لغو سے بھی اعراض کرنا پڑا اور جب لغو سے اعراض کیا تو پھر زکوٰۃ کے ادا کرنے میں دلیر ہونے لگا اور جب اپنے مال کی نسبت وہ اس قدر محتاط ہو گیا۔ تو پھر غیروں کے حقوق چھیننے سے بدرجۂ اولیٰ بچنے لگا۔ اس لئے اس کے آگے فرمایا۔ والّذین ھم لا ماناتھم وعھد ھم راعُون کیونکہ جو شخص دوسرے کے حق میں دست اندازی نہیں کرتا اور جو حقوق اس کے ذمہ ہیں ان کو ادا کرتا ہے اس کے لئے لازمی ہے کہ وہ اپنے عہدوں کا پکا ہو اور دوسرے کی امانتوں میں خیانت کرنے سے بچنے والا ہو۔ اس لئے بطور نتیجہ کے فرمایا کہ جب ان لوگوں میں یہ وصف پائے جاتے ہوں گے تو پھر لازمی بات ہے کہ وہ اپنے عہدوں کے بھی پکے ہوں گے۔ پھر ان سب باتوں کے بعد فرمایا۔ والّذین ھم علیٰ صلوٰتھم یحافظون۔ یعنی ایسے ہی لوگ ہیں جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں اور کبھی ناغہ نہیں کرتے اور انسان کی پیدائش کی اصل غرض بھی یہی ہے کہ وہ نماز کی حقیقت سیکھے۔ جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وما خلقت الجنّ والانس الّا لیعبدون. سب حقوق کے بعد اپنا حق پیش کیا۔

غرض یاد رکھنا چاہئے کہ نماز ہی وہ شئے ہے جس سے سب مشکلات آسان ہو جاتے ہیں اور سب بلائیں دُور ہوتی ہیں۔ مگر نماز سے وہ نماز مراد نہیں جو عام لوگ رسم کے طور پر پڑھتے ہیں بلکہ وہ نماز مراد ہے جس سے انسان کا دل گداز ہو جاتا ہے اور آستانۂ احدیت پر گر کر ایسا محو ہو جاتا ہے کہ پگھلنے لگتا ہے۔ اور پھر یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ نماز کی حفاظت اس واسطے نہیں کی جاتی کہ خدا کو ضرورت ہے خدا تعالیٰ کو ہماری نمازوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ تو غنی عن العالمین ہے اس کو کسی کی حاجت نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو ضرورت ہے اور یہ ایک راز کی بات ہے کہ انسان خود اپنی بھلائی چاہتا ہے اللہ جو کچھ انسان سے چاہتا ہے وہ انسان کی بھلائی کے لئے ہے اور اسی لئے وہ خدا سے مدد طلب کرتا ہے کیونکہ یہ سچی بات ہے کہ انسان کا خدا تعالیٰ سے تعلق ہو جانا حقیقی بھلائی کا حاصل کر لینا ہے ایسے شخص کی اگر تمام دُنیا دشمن ہو جائے اور اس کی ہلاکت کے درپے رہے تو اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی اور خدا تعالیٰ کو ایسے شخص کی خاطر اگر لاکھوں کروڑوں انسان بھی ہلاک کرنے پڑیں تو کر دیتا ہے اور اس ایک کی بجائے لاکھوں کو فنا کر دیتا ہے۔

حقیقی نماز: یاد رکھو یہ نماز ایسی چیز ہے کہ اس سے دُنیا بھی سنور جاتی ہے اور دین بھی لیکن اکثر لوگ جو نماز پڑھتے ہیں تو وہ نماز ان پر لعنت بھیجتی ہے ایک حدیث ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان کو لعنت کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک انسان عمل نہ کرے۔ دلی حضور نہ ہو تو گویا وہ عبادت سانپ کی خاصیت رکھتی ہے۔ دیکھنے میں خوبصورت اور خوشنما مگر بباطن دُکھ دینے والی زہر سے پُر جیسے اللہ تعالیٰ نے فویل للمصلّین الذین ھم عن صلوٰتھم ساھون۔ یعنی لعنت ہے ان نمازیوں پر جو نماز کی حقیقت سے ہی بے خبر ہوتے ہیں۔

نماز تو وہ چیز ہے کہ انسان اس کے پڑھنے سے ہر ایک طرح کی بدعملی اور بے حیائی سے بچایا جاتا ہے۔ مگر جیسے کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں اس طرح کی نماز پڑھنی انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتی۔ اور یہ طریق خدا کی مدد اور استعانت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک انسان دُعاؤں میں نہ لگا رہے اس طرح کا خشوع اور خضوع پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے چاہئے کہ تمہارا دن اور تمہاری رات غرض کوئی گھڑی دُعاؤں سے خالی نہ ہو۔ یاد رکھو کہ بہت سخت دن آنے والے ہیں جن میں دُنیا کو خطرناک شدائد اور مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ عنقریب سخت وبائیں اور طرح طرح کی آفات ارضی وسماوی ظاہر ہونے والی ہیں اور ایک شدید زلزلہ کی بھی خبر دے رکھی ہے جو کہ قیامت کا نمونہ ہوگا اور جس کی نسبت خدا تعالیٰ نے بغتۃً فرمایا ہے یعنی وہ زلزلہ ناگہانی طور پر آ جائے گا۔ ایسے ہی اور بھی بہت سی ڈراؤنی خبریں خدا تعالیٰ نے دے رکھی ہیں۔ اگر تمہیں ان باتوں کا پتہ ہو جائے جو میں دیکھ رہا ہوں تو سارا سارا دن اور ساری ساری رات خدا تعالیٰ کے آگے روتے رہو۔

دیکھو اسی ایک مہینہ میں ہی تین زلزلے آ چکے ہیں اور یہ سب بطور پیش خیمہ کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے انذار کی باتیں نرمی سے شروع ہوتی ہیں۔

سُنّت اللہ کا نظارہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں پہلے تو ٹڈیوں، جوؤں اور مینڈکوں وغیرہ کے عذاب ہی آتے رہے تھے اور مخالفوں نے اُن کو ایک قسم کا تماشا سمجھ رکھا تھا (حاشیہ: پہلے نرم نرم عذاب آئے کہ حشرات الارض نکل آئے۔ خون پھیل گیا۔ قحط پڑ گیا۔ بھلا فرعون قحط کو کیا جانتا تھا۔ وہ تماشا سمجھتا ہوگا کیونکہ قحط کا اثر تو غریبوں پر پڑتا ہے۔ مگر اس کو یہ خبر نہ تھی کہ ایک دن بطش شدید کا آنے والا ہے جبکہ اس کے مُنہ سے بے اختیار نکلے گا امنتُ انّہٗ لاالٰہ اِلّاالّذیٓ امنتْ بہٖ بنوٓااِسرائیل اور اس کی اصل جبہ یہ تھی کہ ان بدبختوں کو یہ خبر نہ تھی کہ ایک وہ معجزہ بھی ظاہر ہوگا جبکہ اُسے امَنتُ اَنّہٗ لَااِلٰہ اِلّا الّذیٓ اٰمنَتْ بہٖ بنوٓ اِسرائیلَ بھی کہنا پڑے گا۔

ابتدائی منذرات: سو اس بات کو اچھی طرح سے یاد رکھو کہ اگر ابتدائی منذرات کو عبرت کی نظر سے دیکھو گے اور خدا تعالیٰ سے ذکر استغفار۔ لاحول اور دوسرے نیک کاموں میں مشغول ہو جاؤ گے تو یہ تمہارے لئے اچھا ہوگا لیکن جو بے پرواہی سے کام لیتا ہے تو آخر کار جب وہ وقت آئے گا تو اس وقت رونے چلّانے سے کوئی فائدہ

نہ ہوگا اور آخر کار بڑی ذلت اور نامرادی سے ہلاکت کا مُنہ دیکھنا پڑے گا۔ اور پھر جس دنیا کے لئے دین سے مُنہ موڑا تھا اس کو بھی بڑی حسرت سے چھوڑنا پڑے گا۔

طاعون اور وبا: دیکھو طاعون بھی آنے والی ہے۔ دُنیا کہتی ہے کہ اب تو دُور ہو گئی ہے اور اس کا دورہ ختم ہو گیا ہے مگر خدا کہتا ہے کہ عنقریب ایسی طاعون پھیلنے والی ہے جو پہلے کی نسبت نہایت ہی سخت ہو گی اور پھر یہ بھی فرمایا ہے کہ ایک سخت وبا پھیلے گی جس کا کوئی نام بھی نہیں رکھ سکتے۔

لیکن ان سب باتوں کے بعد میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی رحمتیں سمندروں سے بھی زیادہ ہیں اگر وہ شدید العقاب ہے تو غفور رحیم بھی تو ہے جو شخص توبہ کرتا اور استغفار اور لاحول میں مشغول ہو جاتا ہے اور دین کو دُنیا پر مقدم کر لیتا ہے تو وہ ضرور بچایا جاتا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جو عذاب آنے سے پہلے ڈرتے ہیں اور خدا کی یاد میں مشغول ہو جاتے ہیں وہ اس وقت ضرور بچائے جاتے ہیں جبکہ عذاب اچانک آ دباتا ہے۔ لیکن جو اُس وقت روتے اور آہ وزاری کرتے ہیں جبکہ عذاب آ پہنچتا ہے اور اس وقت گڑگڑاتے اور توبہ کرتے ہیں جبکہ ہر ایک سخت سے سخت دل والا بھی لرزاں اور ترساں ہوتا ہے تو وہ بے ایمان ہیں وہ ہرگز نہیں بچائے جاتے۔

یہ باتیں جو میں کہہ رہا ہوں میں نہیں جانتا کہ تم میں سے کتنے آدمی ہیں جو سچے دل سے ان باتوں کو مانتے ہیں۔ مگر میں پھر بھی وہی کہتا ہوں کہ یہ دن جو آنے والے ہیں تو یہ نہایت سخت ہیں۔ لوگوں کی بداعتقادیوں اور بدعملیوں نے خدا کے عذاب کو بھڑکا دیا ہے۔ تمام نبیوں نے اس زمانہ کی نسبت پہلے ہی سے خبر دے رکھی ہے کہ اس وقت ایک مری پڑے گی اور کثرت سے اموات ہوں گی۔

اور پھر حدیثوں میں لکھا ہے کہ جہانتک خدا کے مسیح کی نظر پہنچ سکے گی کافر تباہ اور ہلاک ہوتے جائیں گے۔ یہ بھی بالکل سچی بات ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جس پر اس کی نظر پڑے گی وہی تباہ ہوتا جائے گا۔ بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ جو اس کی نظر میں نشانہ بنیں گے وہ تباہ اور ہلاک ہوتے جائیں گے لیکن اب تو تمام دنیا نشانہ بن رہی ہے۔ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے وما خلقت الجنّ والانس الّا لیعبدون۔ یعنی تمام جن اور انسان صرف اسی واسطے پیدا کئے گئے تھے کہ وہ خدا تعالیٰ کی معرفت میں ترقی کرتے اور اللہ اور اس کے رسول کے حکموں پر چلتے۔

بے دینی کا پھیلنا: مگر اب تم خود سوچ لو کہ کتنے لوگ ہیں جو دینداری سے زندگی بسر کر رہے اور دین کو دُنیا پر مقدم کر رہے ہیں تم خود کسی بڑے شہر مثلاً کلکتہ، دہلی، پشاور اور لاہور امرتسر وغیرہ کے چوک میں کھڑے ہو کر دیکھ لو۔ ہزاروں لاکھوں لوگ اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر دوڑتے پھرتے ہیں۔ مگر اُن کی یہ سب دوڑ دھوپ محض دنیا کے لئے ہوتی ہے۔ آپ کو بہت تھوڑے ایسے ملیں گے۔ جو دین کے کام میں ایسی سرگرمی سے مشغول ہوں۔ بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو دنیا کی خاطر بڑے بڑے مصائب کا مقابلہ کرتے ہیں مگر دین میں نہایت بودے پائے جاتے ہیں۔ ایک ذرا سے ابتلاء پر جھوٹ جیسی نجاست کو کھانے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور اپنی نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے کن کن حیلوں سے کام لیتے ہیں کہ گویا خدا ہی نہیں۔

دنیا کی جدوجہد: انسان جتنی ٹکریں اپنی بیوی کو خوش کرنے اور اس کی ضروریات اور خواہشات کو پورا کرنے کے لئے مارتا ہے۔ اگر خدا کی راہ میں اتنی کوشش کرے تو کیا وہ خوش نہ ہوگا؟ ہوگا اور ضرور ہوگا مگر کوئی کوشش کر کے بھی دیکھے۔ اگر ایک کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تو محض ایک بچہ کی خاطر وہ کیسی کیسی سختیاں جھیلتا ہے اور کس طرح کے وسائل اور تدابیر سے اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کہاں کا کہاں خوار ہوتا پھرتا ہے گویا خدا اس کے نزدیک ہے ہی نہیں۔

غرض یاد رکھنا چاہئے کہ انسان جب اپنی زندگی کی اصل غرض سے غافل ہو جاتا ہے تو پھر وہ اس قسم کے دھندوں اور بکھیڑوں میں سرگردان اور مارا مارا پھرتا ہے انسان کو چاہئے کہ جتنی جلدی اُس سے ہو خدا سے اپنا تعلق قائم کرے جب تک اس کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا تب تک کچھ بھی نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر انسان آہستہ آہستہ خدا کی طرف جاتا ہے تو خدا جلدی سے اسکی طرف آتا ہے اور اگر انسان جلدی سے اس کی راہ میں ترقی کرتا ہے تو خدا دوڑ کر اس کی طرف آتا ہے۔ لیکن اگر بندہ خدا سے لاپروا بن جائے اور غفلت اور سُستی سے کام لے پھر اس کا نتیجہ بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔

ایک دفعہ سُورہ کہف جس میں ذوالقرنین کا بھی ذکر ہے۔ میں نے ایک مرتبہ ذوالقرنین کا حال قرآن مجید میں دیکھا تھا۔ تدبّر سے معلوم ہوا کہ جو کچھ اس میں ہے وہ دراصل اسی زمانہ کے لئے بطور پیشگوئی ہے۔ میں دیکھ رہا تھا تو جب میں نے اس قصہ کو غور سے پڑھا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس میں بعینہٖ اسی زمانہ کا حال درج ہے۔ جیسے لکھا ہے کہ جب اس نے سفر کیا تو ایسی جگہ پہنچا جہاں کہ اُسے معلوم ہوا کہ سورج کیچڑ میں ڈوب گیا ہے اور یہ اس کا مغربی سفر تھا اور اس کے بعد پھر وہ ایسے لوگوں کے پاس پہنچتا ہے جو دھوپ میں ہیں اور جن پر کوئی سایہ نہیں۔ پھر ایک تیسری قوم اُسے ملتی ہے۔ جو یاجوج ماجوج کے حالات بیان کر کے اس سے حمایت طلب کرتی ہے اب مثالی طور پر تو خدا تعالیٰ نے یہی بیان کیا ہے لیکن ذوالقرنین تو اس کو بھی کہتے ہیں جس نے دو صدیاں پائی ہوں اور ہم نے دو صدیوں کو اس قدر لیا ہے کہ اعتراض کا موقعہ ہی نہیں رہتا۔ میں نے ہر صدی پر دو صدیوں سے حصہ لیا ہے۔ تم حساب کر کے دیکھ لو اور یہ جو قرآن میں قصص پائے جاتے ہیں تو یہی صرف قصہ کہانیاں نہیں بلکہ یہ عظیم الشان پیشگوئیاں ہیں۔ جو شخص ان کو صرف قصے کہانیاں سمجھتا ہے وہ مسلمان نہیں۔ (حاشیہ: جو قرآن مجید کو قصے سمجھے وہ میرے نزدیک مومن نہیں۔ اس کی کوئی بات بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتی۔) غرض اس حساب سے تو مجھے بھی ذوالقرنین ماننا پڑے گا۔ اور ائمہ دین میں سے بھی ایک نے ذوالقرنین سے مسیح مراد لیا ہے۔ اب خدا تعالیٰ نے اس قصہ میں مغربی اور مشرقی دو قوموں کا ذکر کیا ہے۔ مغربی قوم سے مراد تو وہ لوگ ہیں جن کو انجیل اور دیگر صحیفہ جات کا صاف شفاف پانی دیا گیا تھا۔ مگر وہ روشن تعلیم انہوں نے ضائع کر دی۔ اور اپنے پاس کیچڑ اور گند باقی رہنے دیا اور مشرقی قوم سے وہ مسلمان لوگ مراد ہیں جو امام کے سایہ کے نیچے نہیں آئے (حاشیہ: وہ قرآن مجید سے کچھ فائدہ اُٹھانا نہیں جانتے بلکہ جاہلیت میں مر رہے ہیں۔ چنانچہ فرمایا من مات ولم یعرف امام زمانه فقد مات میتة جاهلیة) اور دھوپ کی شعاعوں سے جھلسے جا رہے ہیں لیکن ہماری جماعت بہت خوش نصیب ہے۔ (تیسری ہماری قوم بڑی خوش نصیب ہے۔ یہ امام کے سایہ میں آگئے اور چاہا کہ یاجوج ماجوج کے آگے انہیں سدّ بنا دی جائے۔) اس کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے اپنے فضل سے ہدایت عطا فرمائی۔ لیکن یہ ابھی ابتدائی حالت ہے۔

میں خوب جانتا ہوں کہ ابھی بہت سی کمزوریاں اس میں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے سمجھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ قد افلح من زکّٰها و قد خاب من دسّٰها جس کا مطلب یہ ہے کہ نجات پا گیا وہ شخص جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا اور خائب اور خاسر ہو گیا وہ شخص جو اس سے محروم رہا۔ اس لئے اب تم لوگوں کو سمجھنا چاہئے کہ تزکیہ نفس کس کو کہا جاتا ہے سو یاد رکھو کہ ایک مسلمان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنے کے واسطے ہمہ تن تیار رہنا چاہئے اور جیسے زبان سے خدا تعالیٰ کو اس کی ذات اور صفات میں وحدہٗ لاشریک سمجھتا ہے ایسے ہی عملی طور پر اس کو دکھانا چاہئے اور اس کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور ملائمت سے پیش آنا چاہئے اور اپنے بھائیوں سے کسی قسم کا بھی بغض حسد اور کینہ نہیں رکھنا چاہئے اور دوسروں کی غیبت کرنے سے بالکل الگ ہو جانا چاہئے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ یہ معاملہ تو ابھی دُور ہے کہ تم لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسے از خود رفتہ اور محو ہو جاؤ کہ بس اُسی کے ہو جاؤ اور جیسے زبان سے اس کا اقرار کرتے ہو عمل سے بھی کر کے دکھاؤ۔ ابھی تو تم لوگ مخلوق کے حقوق کو بھی کماحقہٗ ادا نہیں کرتے بہت سے ایسے ہیں جو آپس میں فساد اور دشمنی رکھتے ہیں اور اپنے سے کمزور اور غریب شخصوں کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں اور بدسلوکی سے پیش آتے ہیں اور ایک دوسرے کی غیبتیں کرتے اور اپنے دلوں میں بغض اور کینہ رکھتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم آپس میں ایک وجود کی طرح بن جاؤ۔ (تزکیہ نفس اسے کہتے ہیں کہ خالق و مخلوق دونو طرف کے حقوق کی رعایت کرنے والا ہو) اور جب تم ایک وجود کی طرح ہو جاؤ گے اس وقت کہہ سکیں گے کہ اب تم نے اپنے نفسوں کا تزکیہ کر لیا۔ کیونکہ جب تک تمہارا آپس میں معاملہ صاف نہیں ہوگا۔ اس وقت تک خدا تعالیٰ سے بھی معاملہ صاف نہیں ہو سکتا گو ان دونوں قسم کے حقوق میں بڑا حق خدا تعالیٰ کا ہے مگر اس کی مخلوق کے ساتھ معاملہ کرنا یہ بطور آئینہ کے ہے۔ جو شخص اپنے بھائیوں سے صاف صاف معاملہ نہیں کرتا وہ خدا تعالیٰ کے حقوق بھی ادا نہیں کر سکتا۔

یاد رکھو۔ اپنے بھائیوں کے ساتھ بکلّی صاف ہو جانا یہ آسان کام نہیں بلکہ نہایت مشکل کام ہے۔ منافقانہ طور پر آپس میں ملنا جُلنا اور بات ہے مگر سچی محبت اور ہمدردی سے پیش آنا اور چیز ہے۔ یاد رکھو اگر اس جماعت میں سچی ہمدردی نہ ہوگی تو پھر یہ تباہ ہو جائے گی۔ اور خدا اس کی جگہ کوئی اور جماعت پیدا کر لے گا۔ (حاشیہ: پس خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ جب تک تم ایک وجود کی طرح بھائی بھائی نہ بن جاؤ گے اور آپس میں بمنزلہ اعضاء نہ ہو جاؤ گے تو فلاح نہ پاؤ گے۔ انسان کا جب بھائیوں سے معاملہ صاف نہیں تو خدا سے بھی نہیں۔ بیشک خدا تعالیٰ کا حق بڑا ہے مگر اس بات کو پہچاننے کا آئینہ کہ خدا کا حق ادا کیا جا رہا ہے یہ ہے کہ مخلوق کا حق بھی ادا کر رہا ہے یا نہیں۔ جو شخص اپنے بھائیوں سے معاملہ صاف نہیں رکھ سکتا وہ خدا سے بھی صاف نہیں رکھتا۔ یہ بات سہل نہیں یہ مشکل بات ہے۔ سچی محبت اور چیز ہے اور منافقانہ اور دیکھو مومن کے مومن پر بڑے حقوق ہیں۔ جب وہ بیمار پڑے تو عیادت کو جائے اور جب مرے تو اس کے جنازہ پر جائے۔ ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر جھگڑا نہ کرے بلکہ درگزر سے کام لے۔ خدا کا یہ منشاء نہیں کہ تم ایسے رہو۔ اگر سچی اخوت نہیں تو جماعت تباہ ہو جائے گی۔)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جماعت بنائی تھی۔ ان میں سے ہر ایک زکی نفس تھا اور ہر ایک نے اپنی جان کو دین پر قربان کر دیا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو منافقانہ زندگی رکھتا ہو۔ سب کے سب حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنے والے تھے۔ سو یاد رکھو اس جماعت کو بھی خدا تعالیٰ انہیں کے نمونہ پر چلانا چاہتا ہے اور صحابہؓ کے رنگ میں رنگین کرنا چاہتا ہے جو شخص منافقانہ زندگی بسر کرنے والا ہوگا وہ آخر اس جماعت سے کاٹا جائے گا۔

یاد رکھو یہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے خبیث اور طیب کبھی اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ ابھی وقت ہے کہ اپنی اپنی اصلاح کر لو۔ یاد رکھو کہ انسان کا دل خدا کے گھر کی مثال ہے۔ خانہ خدا اور خانہ انسان ایک جگہ نہیں رہ سکتا جب تک انسان اپنے دل کو پُورے طور پر صاف نہ کرلے (حاشیہ: اس گھر کو بتوں سے صاف کرو تا یہ خدا کا گھر کہلائے۔ فرمایا طهّر بیتی للطّائفین یعنی میرے گھر کو فرشتوں کے لئے پاک کرو انسان کا دل خدا کا گھر ہے۔ یہ خدا کا گھر اس وقت کہلائے گا اور اس وقت فرشتوں کا طواف گاہ بنے گا جب یہ اوہام باطلہ و عقائد فاسدہ سے بالکل پاک وصاف ہو۔ جب تک انسان کا دل صاف نہ ہو۔ اس کی عملی حالت درست نہیں ہو سکتی۔ دیکھو یہ وقت ہے جو

کچھ کرنا ہے کرلو۔ایسا نہ ہو کہ بوجہ مخالفت دنیا سے بھی رہے اور دین سے بھی خالی چلے جاؤ) اور اپنے بھائی کے لئے دُکھ اُٹھانے کو تیار نہ ہو جائے تب تک خدا تعالیٰ کے ساتھ معاملہ صاف نہیں ہو سکتا اور یہ باتیں میں اس واسطے بیان کرتا ہوں کہ آپ لوگ جو یہاں قادیان میں آئے ہو ایسا نہ ہو کہ پھر خالی کے خالی ہی واپس چلے جاؤ۔زندگی کا کچھ اعتبار نہیں معلوم نہیں کہ آئندہ سال تک کون مرے اور کون زندہ رہے گا۔اس لئے سچے دل سے توبہ کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا۔سو انسان کو چاہئے کہ اگر توبہ کرے تو خالص توبہ کرے۔توبہ اصل میں رجوع کو کہتے ہیں۔صرف الفاظ ایک قسم کی عادت ہو جاتی ہے۔اس لئے خدا تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ صرف زبان سے توبہ توبہ کرتے پھرو بلکہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرو جیسا کہ حق ہے رجوع کرنے کا۔کیونکہ جب متناقص جہات میں سے ایک کو چھوڑ کر انسان دوسری طرف آ جاتا ہے تو پھر پہلی جگہ دُور ہوتی جاتی ہے اور جس کی طرف جاتا ہے وہ نزدیک ہوتی جاتی ہے۔یہی مطلب توبہ کا ہے کہ جب انسان خدا کی طرف رجوع کر لیتا ہے اور دن بدن اسی کی طرف چلتا ہے تو آخر یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ شیطان سے دُور ہو جاتا ہے اور خدا کے نزدیک ہو جاتا ہے اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو جس کے نزدیک ہوتا ہے اسی کی بات سُنتا ہے۔اس لئے ایسے انسان پر جو عملی طور پر شیطان سے دُور اور خدا سے نزدیک ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے فیوض اور برکات کا نزول ہوتا ہے اور سفلی آلائشوں کا گند اس سے دھویا جاتا ہے جیسے آگے فرمایا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ کیونکہ توبہ میں ایک خاصیت ہے کہ گذشتہ گناہ اس سے بخشے جاتے ہیں ایسے ہی ایک اور جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک تو توّاب ہوتے ہیں اور ایک متطہر ہوتے ہیں۔توّاب ان کو کہا جاتا ہے جو بکلی خدا کی طرف رجُوع کر لیتے ہیں اور متطہر وہ ہوتے ہیں کہ وہ مجاہدات اور ریاضات کرتے رہتے ہیں اور اُن کے دل میں ایک کیٹ سی لگی رہتی ہے کہ کسی طرح سے اُن الائشوں سے پاک ہو جاویں اور نفس امارہ کے جذبات پر ہر طرح سے غالب آکر زکی النفس بن جاویں۔

یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن مجید میں نفس کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔نفس امّارہ۔نفس لوّامہ۔نفس مطمئنہ۔نفس امارہ اس کو کہتے ہیں کہ سوائے بدی کے اور کچھ چاہتا ہی نہیں جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ یعنی نفس امارہ میں یہ خاصیت ہے کہ وہ انسان کو بدی کی طرف جھکاتا ہے اور ناپسندیدہ اور بدراہوں پر چلانا چاہتا ہے جتنے بدکار چور ڈاکو دُنیا میں پائے جاتے ہیں وہ سب اسی نفس کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ایسا شخص جو نفس امارہ کے تحت ہو ہر ایک طرح کے بدکام کر لیتا ہے۔ہم نے ایک شخص کو دیکھا تھا جس نے صرف بارہ آنہ کی خاطر ایک لڑکے کو جان سے مار دیا تھا۔کسی نے خوب کہا ہے کہ۔

حضرت انساں کہ حد مشترک را جامع است مے تواند شد مسیحا می تواند شد خرے

غرض جو انسان نفس لمّارہ کے تابع ہوتا ہے وہ ہر ایک بدی کو شیر مادر کی طرح سمجھتا ہے اور جب تک کہ وہ اسی حالت میں رہتا ہے بدیاں اُس سے دُور نہیں ہو سکتیں۔

پھر دوسری قسم نفس کی نفسِ لوّامہ ہے جیسے کہ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے ولا اقسم بالنفس اللوامة یعنی میں اس نفس کی قسم کھاتا ہوں جو بدی کے کاموں اور نیز ہر ایک طرح کی بے اعتدالی پر اپنے تئیں ملامت کرتا ہے۔ایسے شخص سے اگر کوئی بدی ظہور میں آ جاتی ہے تو پھر وہ جلدی سے متنبہ ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو اس بُری حرکت پر ملامت کرتا ہے اسی لئے اس کا نام نفسِ لوّامہ رکھا ہے یعنی بہت ملامت کرنے والا جو شخص اس نفس کے تابع ہوتا ہے وہ نیکیوں کے بجالانے پر پُورے طور پر قادر نہیں ہوتا اور طبعی جذبات اس پر کبھی کبھی غالب آ جاتے ہیں لیکن وہ اس حالت سے نکلنا چاہتا ہے اور اپنی کمزوری پر نادم ہوتا رہتا ہے۔

اس کے بعد تیسری قسم نفس کی نفس مطمئنہ ہے جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ یعنی اے وہ نفس جو خدا سے آرام پا گیا ہے اپنے رب کیطرف واپس چلا آ تو خدا سے راضی ہے اور خدا تجھ پر راضی ہے پس میرے بندوں میں مل جا اور میرے بہشت کے اندر داخل ہو جا۔غرض یہ وہ حالت ہوتی ہے کہ جب انسان خدا سے پُوری تسلی پا لیتا ہے اور اس کو کسی قسم کا اضطراب باقی نہیں رہتا اور خدا تعالیٰ سے ایسا پیوند کر لیتا ہے کہ بغیر اس کے جی ہی نہیں سکتا۔نفسِ لوّامہ والا تو ابھی بہت خطرے کی حالت میں ہوتا ہے کیونکہ اندیشہ ہوتا ہے کہ لوٹ کر وہ کہیں پھر نفس لمّارہ نہ بن جاوے۔ لیکن نفس مطمئنہ کا وہ مرتبہ ہے کہ جس میں نفس تمام کمزوریوں سے نجات پا کر رُوحانی قوتوں سے بھر جاتا ہے۔

غرض یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک انسان اس مقام تک نہیں پہنچتا اس وقت تک وہ خطرہ کی حالت میں ہوتا ہے۔اس لئے چاہئے کہ جب تک انسان اس مرتبہ کو حاصل نہ کر لے مجاھدات اور ریاضات میں لگا رہے۔

سوچنا چاہئے کہ انسان کے بدن پر جذام کا داغ نکل آتا ہے تو پھر کیسے کیسے خیالات اس کے دل میں اُٹھتے ہیں اور کیسے دُور دراز کے نتیجوں پر وہ پہنچتا ہے اور اپنی آنے والی حالت کا خیال کر کے وہ کیسا غمگین ہوتا ہے۔کبھی خیال کرتا ہے کہ شاید اب لوگ مجھ سے نفرت کرنے لگ جائیں گے اور میرے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئیں گے اور کبھی سوچتا ہے کہ خدا جانے اب میں کیسی ابتر حالت میں ہو جاؤں گا اور کن کن دُکھوں میں مبتلا ہوں گا۔لیکن افسوس کہ اس بات کا خیال تک بھی نہیں کیا جاتا کہ آخر مرنا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے اس وقت کیا حالت ہوگی۔

یہ جذام تو ایسا ہے کہ مرنے کے بعد ہی اس سے خلاصی ہو جاتی ہے مگر وہ کوڑھ جو رُوح کو لگ جاتا ہے وہ تو ابد تک رہتا ہے کیا کبھی اس کا بھی فکر کیا ہے۔یاد رکھو جو خدا تعالیٰ کی طرف صدق اور اخلاص سے قدم اُٹھاتے ہیں وہ کبھی ضائع نہیں کئے جاتے۔ان کو دونوں جہان کی نعمتیں دی جاتی ہیں جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ اور یہ اس واسطے فرمایا کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ میری طرف آنے والے دنیا کھو بیٹھتے ہیں۔ بلکہ ان کے لئے دو بہشت ہیں ایک بہشت تو اسی دنیا میں اور ایک جو آگے ہوگا۔دیکھو اتنے انبیاء گذرے ہیں کیا کسی نے اس دنیا میں ذلّت اور خواری دیکھی؟ سب کے سب اس دنیا میں سے کامیاب اور مظفر و منصور ہو کر گئے ہیں۔خدا تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو تباہ کیا اور ان کو عزت اور جلال کے تخت پر جگہ دی۔لیکن اگر وہ اس دنیا کے پیچھے پڑتے تو زیادہ سے زیادہ دس بارہ روپیہ ماہوار کی نوکری انہیں ملتی کیونکہ وہ صاف گو اور سادہ طبع تھے مگر جب انہوں نے خدا کے لئے اس دنیا کو چھوڑا تو ایک دنیا اُن کے تابع کی گئی۔

غور کر کے دیکھو کہ اگر ان لوگوں نے خدا کے لئے اس دُنیا کو چھوڑ دیا تھا تو نقصان کیا اُٹھایا؟ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ہی دیکھو کہ جب وہ شام کے ملک سے واپس آرہے تھے۔تو راستہ میں ایک شخص ان کو ملا۔آپ نے اس سے پُوچھا کہ کوئی تازہ خبر سُناؤ۔اس شخص نے جواب دیا کہ اور تو کوئی تازہ خبر نہیں۔البتہ تمہارے دوست محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے۔اس پر ابو بکر صدیقؓ نے اس کو جواب دیا کہ اگر اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو وہ سچا ہے۔وہ جھوٹا کبھی نہیں ہو سکتا۔اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ سیدھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر چلے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ آپ گواہ رہیں کہ سب سے پہلے آپ پر ایمان لانے والا میں ہوں۔دیکھو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ نہیں مانگا تھا۔ صرف پہلے تعارف کی برکت سے وہ ایمان لے آئے تھے۔

یاد رکھو۔معجزات وہ طلب کیا کرتے ہیں جن کو تعارف نہیں ہوتا۔جو لنگوٹیا یار ہوتا ہے اس کے لئے تو سابقہ حالات ہی معجزہ ہوتے ہیں۔اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ کو بڑی بڑی تکالیف کا سامنا ہوا۔طرح طرح کے مصائب اور سخت درجہ کے دُکھ اُٹھانے پڑے۔لیکن دیکھو اگر سب سے زیادہ انہیں کو دُکھ دیا گیا تھا اور وہی سب سے بڑھ کر ستائے گئے تھے تو سب سے پہلے تخت نبوت (حاشیہ: غالبًا یہ لفظ ''تختِ خلافت'' ہوگا یا اگر حضور نے یہی لفظ بولا ہو تو پھر اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تختِ نبوت پر بطور خلیفہ بیٹھنا ہے۔جیسا کہ آگے چل کر اس کی وضاحت ہے مرتب) پر وہی بٹھائے گئے تھے۔کہاں وہ تجارت کہ تمام دن دھکے کھاتے پھرتے تھے۔اور کہاں یہ درجہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے اوّل خلیفہ انہیں کو مقرر کیا گیا انسان کو چاہئے کہ خدا تعالیٰ پر بدظنّی کرنے سے بچے کیونکہ اس کا انجام آخر میں تباہی ہوا کرتا ہے جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ اس لئے سمجھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ پر بدظنی کرنا اصل میں بے ایمانی کا بیج بونا ہے۔جس کا نتیجہ آخر کار ہلاکت ہوا کرتا ہے۔جب کبھی خدا تعالیٰ کسی کو اپنا رسول بنا کر بھیجتا ہے تو جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

یاد رکھو جب ایک مامور من اللہ آتا ہے تو اس سے مُنہ پھیرنا اصل میں خدا سے منہ پھیرنا ہے۔دیکھو گورنمنٹ کا ادنیٰ چپڑاسی ہوتا ہے۔پانچ روپیہ ماہوار اس کی تنخواہ ہوتی ہے لیکن جب وہ گورنمنٹ کے حکم سے سرکاری پروانہ لے کر زمینداروں کے پاس جاتا ہے۔اگر زمیندار یہ خیال کر کے کہ یہ ایک پانچ روپیہ کا ملازم ہے اس کو تنگ کریں اور بجائے اس کے حکم کی تعمیل کرنے کے اُلٹا اس کو ماریں پیٹیں اور بدسلوکی سے پیش آویں۔تو اب بتلاؤ کہ کیا گورنمنٹ ایسے شخصوں کو سزا نہ دے گی؟ دے گی اور ضرور دے گی کیونکہ گورنمنٹ کے چپڑاسی کو بے عزت اور ذلیل کرنا اصل میں گورنمنٹ کو ہی بے عزت اور ذلیل کرنا ہے اسی طرح جو شخص خدا تعالیٰ کے مامور کی مخالفت کرتا ہے وہ اس کی نہیں بلکہ حقیقت میں وہ خدا کی مخالفت کرتا ہے۔خدا جو سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور جس کی عظمت اور جس کے جلال کے مقابل میں کسی کا جلال نہیں۔کیا وہ اپنے فرستادہ اپنے رسول کی ہتک دیکھ کر خاموش رہتا ہے؟ ہرگز نہیں۔مامور کی بے ادبی درحقیقت خدا تعالیٰ کی بے ادبی ہے۔

خدا کا رسُول اور دُنیا دار لوگ: یاد رکھو خدا تعالیٰ اگرچہ سزا دینے میں دھیما ہے مگر جو لوگ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے اور بجائے اس کے کہ اپنے گناہوں کا اقرار کر کے خدا تعالیٰ کے حضور جھک جائیں اُلٹے خدا تعالیٰ کے رسُول کو ستاتے اور دُکھ دیتے ہیں وہ آخر پکڑے جاتے ہیں اور ضرور پکڑے جاتے ہیں دیکھو دن نہایت نازک آتے جاتے ہیں اس لئے تم لوگوں کو چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے حضور سچی توبہ کرو اور تضرع اور ابتہال کے ساتھ دن رات اس سے دُعائیں مانگتے رہو۔خدا تعالیٰ تمہیں توفیق دے۔اب دُعا کر لو۔

اس کے بعد حضرت اقدس علیہ السلام نے بمعہ سامعین نہایت خلوص کے ساتھ دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور خدا تعالیٰ سے دُعائیں مانگیں۔رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔

(الحکم جلد 12 نمبر 4 صفحہ 3-2 مورخہ 14 جنوری 1908ء)

☆☆☆☆☆☆☆

حیاتِ طیبہ کا آخری جلسہ سالانہ.........

جلسہ سالانہ ۲۸ دسمبر ۱۹۰۷ء کے موقعہ پر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا علم و معرفت سے لبریز بصیرت افروز اختتامی خطاب

مومن کو چاهئے که استقلال سے کام لے۔ همّت نه هارے۔ شیطان کو مارنے کے پیچھے پڑا رهے آخر وه ایك دن کامیاب هو جائے گا

جو کچھ کل میں نے تقریر کی تھی اس کا کچھ حصہ باقی رہ گیا تھا کیونکہ بسبب علالت طبع تقریر ختم نہ ہو سکی۔ اس واسطے آج پھر میں تقریر کرتا ہوں۔ زندگی کا کچھ اعتبار نہیں جس قدر لوگ آج اس جگہ موجود ہیں معلوم نہیں ان میں سے کون سال آئندہ تک زندہ رہے گا اور کون مر جائے گا۔

ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر طرح سے لوگوں کو سمجھا دیں کہ یہ زمانہ بہت نازک ہے خدا تعالیٰ نے اس قدر بار بار مجھے آئندہ اور بھی خطرناک زمانہ کے آنے کے متعلق وحی کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت قریب ہے اور وہ جلد آنے والی ہے جیسا کہ کل بیان کیا گیا تھا۔ طرح طرح کے لباسوں میں موتیں وارد ہو رہی ہیں۔ طاعون ہے، وبائیں ہیں، قحط ہے، زلزلے ہیں۔

صبر کس طرح حاصل ہوتا ہے: جب ایسی مصیبتیں وارد ہوتی ہیں تو دنیا داروں کی عقل جاتی رہتی ہے اور وہ ایک سخت غم اور مصیبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں جس سے نکلنے کا کوئی طریق ان کو نہیں سُوجھتا۔ قرآن شریف میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى تو لوگوں کو دیکھتا ہے کہ نشے میں ہیں حالانکہ وہ کسی نشے میں نہیں۔ بلکہ بات یہ ہے کہ نہایت درجہ کے غم اور خوف سے ان کی عقل ماری گئی ہے اور کچھ حوصلہ باقی نہیں رہا۔ ایسے موقعہ پر بجز متقی کے کسی کے اندر صبر کی طاقت نہیں رہتی۔ دینی امور میں بجز تقویٰ کے کسی کو صبر حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلا کے آنے کے وقت سوائے اس کے کون صبر کر سکتا ہے جو خدا تعالیٰ کی رضا کے ساتھ اپنی رضا کو ملائے ہوئے ہو جب تک کہ پہلے ایمان پختہ نہ ہو۔ ادنیٰ نقصان سے انسان ٹھوکر کھا کر دہریہ بن جاتا ہے جس کو خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق نہیں اس میں مصیبت کی برداشت نہیں۔

مصائب کا آنا ضروری ہے: دنیا اور لوگ تو ایسے مصائب کے وقت وجود باری تعالیٰ کا بھی انکار کر بیٹھے ہیں۔ دنیا کی وضع ہی ایسی بنی ہے کہ اس میں مصائب کا آنا ضروری ہے۔ دنیا میں جس قدر آدمی گذرے ہیں ان میں سے کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس پر کبھی کوئی مصیبت وارد نہیں ہوئی۔ کسی کی مصیبت اولاد پر وارد ہوتی ہے اور کسی کے مال پر اور کسی کی عزت پر۔ غرض ہر ایک کو کوئی نہ کوئی مصیبت اور ابتلاء دیکھنا ہی پڑتا ہے۔ بغیر اس کے دُنیا میں چارہ نہیں۔ یہ دنیا کا لازمہ ہے۔ عرب کا ایک پُرانا شاعر لکھتا ہے۔

سئمت تکالیف الحیاة و من یعش ثمانین حولًا لا ابا لك لئیم

دُنیا میں میں نے بڑی بڑی تکلیفیں دیکھی ہیں اور جو کوئی میری طرح اسّی سال تک جیئے گا وہ بھی لامحالہ کچھ دیکھے گا۔ دُنیا کے مصائب تو دراصل چندروز کے واسطے ہیں۔ کوئی جلدی مرا اور کوئی دیر سے مرا۔ آخر سب نے مرنا ہے۔

دین کی راہ میں دو قسم کی تکلیفیں ہیں۔ ایک تکالیف شرعیہ جیسا کہ نماز ہے اور روزہ ہے اور حج ہے اور زکوٰۃ ہے۔ نماز کے واسطے انسان اپنے کاروبار کو ترک کرتا ہے اور ان کا ہرج بھی کر کے مسجد میں جاتا ہے۔ سردی کے موسم میں پچھلی رات اُٹھتا ہے ماہ رمضان میں دن بھر کی بھوک اور پیاس برداشت کرتا ہے حج میں سفر کی صعوبتیں اُٹھاتا ہے زکوٰۃ میں اپنی محنت کی کمائی دوسروں کے سپرد کر دیتا ہے۔ یہ سب تکالیف شرعیہ ہیں۔ اور انسان کے واسطے موجب ثواب ہیں۔ اس کا قدم خدا کی طرف بڑھاتی ہیں۔ لیکن ان سب میں انسان کو ایک وسعت دی گئی ہے اور وہ اپنے آرام کی راہ تلاش کر لیتا ہے۔ جاڑے کے موسم میں وضو کے واسطے پانی گرم کر لیتا ہے۔ بہ سبب علالت کھڑا ہو کر نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھ لیتا ہے۔ رمضان میں سحری میں اُٹھ کر خوب کھانا کھا لیتا ہے بلکہ بعض لوگ ماہ صیام میں معمول سے بھی زیادہ خرچ کھانے پینے پر کر لیتے ہیں۔ غرض ان تکالیف شرعیہ میں کچھ نہ کچھ آرام کی صورت ساتھ ساتھ انسان نکالتا رہتا ہے۔ اس واسطے اس سے پُورے طور پر [illegible] نہیں ہوتی اور منازل سلوک جلدی سے طے نہیں ہو سکتے۔

لیکن تکالیف سماوی جو آسمان سے اُترتی ہیں اُن میں انسان کا اختیار نہیں ہوتا۔ اور بہر حال برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ اس واسطے ان کے ذریعہ سے انسان کو خدا تعالیٰ کا قُرب حاصل ہوتا ہے۔

ہر دو کا ذکر قرآن میں: ہر دو قسم کی تکلیف شرعی اور سماوی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں کیا ہے تکالیف شرعی کے متعلق پہلے سیپارہ میں فرمایا ہے۔ الم ۝ ذلک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین۔ مومن وہ ہے جو خدا تعالیٰ پر غیب سے ایمان لاتے ہیں اپنی نماز کو کھڑا کرتے ہیں یعنی صدہا وساوس آکر دل کو اور طرف پھیر دیتے ہیں۔ مگر وہ بار بار خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کر کے اپنی نماز کو جو بہ سبب وساوس کے گرتی رہتی ہے بار بار کھڑا کرتے رہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یہ تکالیف شرعیہ ہیں مگر ان پر پورے طور سے بھروسہ حصول ثواب کا نہیں ہو سکتا کیونکہ بہت سی باتوں میں انسان غفلت کرتا ہے۔ اکثر نماز کی حقیقت اور مغز سے بے خبر ہو کر صرف پوست کو ادا کرتے ہیں۔

تشریح تکالیف سماوی: اس واسطے انسانی مدارج کی ترقی کے واسطے سماوی تکالیف بھی رکھی گئی ہیں ان کا ذکر بھی خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں کیا ہے۔ جہاں فرمایا ہے ولنبلونکم بشئي من الخوف والجوع و نقص من الاموال والانفس والثمرات و بشر الصّابرین۔ الّذین اذا اصابتھم مصیبةٌ قالو انّا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ اولٰئك علیھم صلواتٌ من ربھم ورحمةٌ واولٰئك ھم المھتدون۔ یہ وہ مصائب ہیں جو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے ڈالتا ہے۔ یہ ایک آزمائش ہے جس میں کبھی تو انسان پر ایک بھارے درجہ کا ڈر لاحق ہوتا ہے وہ ہر وقت اس خوف میں ہوتا ہے کہ شاید اب معاملہ بالکل بگڑ جائے گا۔ کبھی فقر و فاقہ شامل حال ہو جاتا ہے۔ ہر ایک امر میں انسان کا گُذارہ بہت تنگی سے ہونے لگتا ہے۔ کبھی مال میں نقصان نمودار ہوتا ہے۔ تجارت اور دکانداری بگڑ جاتی ہے یا چور لے جاتے ہیں کبھی ثمرات میں نقصان ہوتا ہے یعنی پھل خراب ہو جاتے ہیں۔ کھیتی ضائع ہو جاتی ہے یا اولاد عزیز مر جاتی ہے محاورہ عرب میں اولاد کو بھی ثمر کہتے ہیں اولاد کا فتنہ بھی بہت سخت ہوتا ہے اکثر لوگ مجھے گھبرا کر خط لکھتے رہتے ہیں کہ آپ دعا کریں کہ میری اولاد ہو۔ اولاد کا فتنہ ایسا سخت ہے کہ بعض نادان اولاد کے مر جانے کے سبب دہریہ ہو جاتے ہیں۔ بعض جگہ اولاد انسان کو ایسی عزیز ہوتی ہے کہ وہ اس کے واسطے خدا تعالیٰ کا شریک بن جاتی ہے۔ بعض لوگ اولاد کے سبب سے دہریہ ملحد اور بے ایمان بن جاتے ہیں۔ بعضوں کے بیٹے عیسائی بن جاتے ہیں تو وہ بھی اولاد کی خاطر عیسائی ہو جاتے ہیں بعض بچے چھوٹی عمر میں مر جاتے ہیں تو وہ ماں باپ کے واسطے سلب ایمان کا موجب ہو جاتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ ظالم نہیں۔ جب کسی پر صدمہ سخت ہو اور وہ صبر کرے تو جتنا صدمہ ہوا اتنا ہی اس کا اجر بھی زیادہ ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ رحیم غفور اور ستار ہے۔ وہ انسان کو اس واسطے تکلیف نہیں پہنچاتا کہ وہ تکلیف اُٹھا کر دین سے الگ ہو جائے بلکہ تکالیف اس واسطے آتی ہیں کہ انسان آگے قدم بڑھائے۔ صوفیاء کا قول ہے کہ ابتلاء کے وقت فاسق آدمی قدم پیچھے ہٹاتا ہے۔ لیکن صالح آدمی اور بھی قدم آگے بڑھاتا ہے۔

ایک روایت میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ لڑکے فوت ہوئے تھے انبیاء اور رسل کو جو بڑے بڑے مقام ملتے ہیں وہ ایسی معمولی باتوں سے نہیں مل جاتے جو نرمی سے اور آسانی سے پُوری ہو جائیں بلکہ ان پر بھاری ابتلاء اور امتحان وارد ہوئے جن میں وہ صبر اور استقلال کے ساتھ کامیاب ہوئے۔ تب خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو بڑے بڑے درجات نصیب ہوئے۔ دیکھو حضرت ابراہیم پر کیسا بڑا ابتلاء آیا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں چھری لی کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے اور اس چھری کو اپنے بیٹے کی گردن پر اپنی طرف سے پھیر دیا...... ابراہیم امتحان میں پاس ہوا۔ اور خدا تعالیٰ نے بیٹے کو بھی بچالیا۔ تب خدا تعالیٰ ابراہیم پر خوش ہوا کہ اُس نے اپنی طرف سے کوئی فرق نہ رکھا۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل تھا کہ بیٹا بچ گیا ورنہ ابراہیم نے اس کو ذبح کر دیا تھا۔ اس واسطے اس کو صادق کا خطاب ملا۔ اور توریت میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم تو آسمان کے ستاروں کی طرف نظر کر، کیا تُو ان کو گن سکتا ہے۔ اسی طرح تیری اولاد بھی نہ گنی جائے گی۔ تھوڑے سے وقت کی تکلیف تھی وہ تو گذر گئی۔ اس کے نتیجہ میں کس قدر انعام ملا۔ آج تمام سادات اور قریش اور یہود اور دیگر اقوام اپنے آپ کو ابراہیم کا فرزند کہتے ہیں۔ گھڑی دو گھڑی کی بات تھی وہ تو ختم ہو گئی اور اتنا بڑا انعام ان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملا۔ درحقیقت انسان کا تقویٰ تب محقق ہوتا ہے جبکہ اس پر کوئی مصیبت وارد ہو جب وہ تمام پہلو ترک کر کے خدا تعالیٰ کے پہلو کو مقدم کر لے اور آرام کی زندگی کو چھوڑ کر تلخ زندگی قبول کر لے تب انسان کو حقیقی تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ انسان کی اندرونی حالت کی اصلاح نری رسمی نمازوں اور روزوں سے نہیں ہو سکتی بلکہ مصائب کا آنا ضروری ہے۔

عشق اول سرکش و خونی بود تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

اول حملہ عشق کا شیر کی طرح سخت ہوتا ہے۔ جس قدر انبیاء اور رسول اور صدیق گزرے ہیں اُن میں سے کسی نے معمولی امور سے ترقی نہیں پائی بلکہ ان کے مدارج کا راز اس بات میں تھا کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے ساتھ موافقت تامہ کی۔ مومن کی ساری اولاد ذبح کر دی جائے اور اس کے سوائے بھی اس پر تکالیف پڑیں تب بھی وہ بہر حال قدم آگے بڑھاتا ہے۔ دیکھو انسان باوجود ہزاروں کمزوریوں کے اپنے سچے دوست کے ساتھ وفاداری کرتا ہے تو کیا خدا جو رحمان اور رحیم ہے وہ تمہارے ساتھ وفاداری نہ کرے گا۔ خدا تعالیٰ سے ایسا پیار کرو کہ اگر

ہزار بچہ ایک طرف ہو اور خدا ایک طرف تو خدا کی طرف اختیار کرو اور بچوں کی پرواہ نہ کرو۔ مصائب تمام انبیاء پر وارد ہوتے رہے ہیں۔ کوئی اُن سے خالی نہیں رہا۔ اسی واسطے مصائب کے برداشت کرنے والے کے لئے بڑے بڑے اجر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور اپنے رسول کو خطاب کیا ہے کہ صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو جو مصیبت کے وقت کہتے ہیں کہ ایک وقت تھا کہ ہمارا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ خدا تعالیٰ نے ہم کو پیدا کیا ہے اور اس کی ہم امانت ہیں اور اسی کے پاس جانا ہے۔ ایسے لوگوں کے واسطے بشارت ہے۔ ان مصائب کے ذریعہ سے جو برکات حاصل ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے جو خاص بشارت ملتی ہے وہ نماز، روزہ زکوٰۃ سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ نماز کما حقہ ادا ہو جاوے تو بہت عمدہ شئے ہے مگر خدا تعالیٰ کی طرف سے جو نشانہ لگتا ہے وہ سب سے زیادہ ٹھیک بیٹھتا ہے اور اسی سے ہدایت اور رستگاری حاصل ہوتی ہے۔

جماعت کو خطاب: اب اہل جماعت غور سے سنیں اور اس بات کو سمجھیں کہ دونوں قسم کی تکالیف خدا تعالیٰ نے تمہارے واسطے رکھی ہیں۔ اوّل تکالیف شرعی ہیں ان کی برداشت کرو۔ دوسری تکالیف قضاء قدر کی ہیں۔ اکثر انسان شرعی تکالیف کو کسی نہ کسی طرح ٹال دیتے ہیں۔ اور ان کو پورے طور سے ادا نہیں کرتے۔ مگر قضاء قدر سے کون بھاگ سکتا ہے۔ اس میں انسان کا اختیار نہیں۔

یاد رکھو انسان کے واسطے یہی ایک عالم نہیں بلکہ اس کے بعد ایک اور عالم ہے یہ تو ایک بہت ہی مختصر زندگی ہے کوئی پچاس ساٹھ سال کی عمر میں مر گیا۔ کسی نے دس بارہ سال اور گذار لئے۔ اس جگہ کی مصائب کا خاتمہ تو موت کے ساتھ ہو جاتا ہے مگر اس عالم کا خاتمہ نہیں۔ جب قیامت برحق ہے اور وہ ایمان کا لازمہ ہے تو اس چند روزہ زندگی کی تکالیف کا برداشت کر لینا کیا مشکل ہے۔ اس دائمی جہان کے واسطے کوشش کرنی چاہئے جو شخص کوئی تکلیف بھی نہیں اُٹھاتا وہ کیا سرمایہ رکھتا ہے۔ مومن کی نشانی یہ ہے کہ وہ صرف صبر کرنے والا نہ ہو بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ مصیبت پر راضی ہو۔ خدا کی رضا کے ساتھ اپنی رضا ملا لے یہی مقام اعلیٰ ہے۔ مصیبت کے وقت خدا تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھنا چاہئے۔ مُنعم کو نعمتوں پر مقدم رکھو۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ شکوہ شروع کرتے ہیں گویا خدا تعالیٰ کے ساتھ قطع تعلق کرتے ہیں۔ بعض عورتیں کوستی ہیں اور گالیاں دیتی ہیں۔ بعض مرد بھی ایمانی حالت میں ناقص ہوتے ہیں۔

ضروری نصیحت: یہ ایک ضروری نصیحت ہے اور اس کو یاد رکھو کہ اگر کوئی شخص مصیبت زدہ ہو تو اُسے ڈرنا چاہئے کہ ایسے نہ ہو کہ اس سے بڑھ کر اس پر کوئی مصیبت گرے۔ کیونکہ دنیا دار المصائب ہے اور اس میں غافل ہو کر بیٹھنا اچھا نہیں۔ اکثر مصائب متنبہ کرنے کے واسطے آتے ہیں۔ ابتداء میں اس کی صورت خفیف ہوتی ہے۔ انسان اس کو مصیبت نہیں سمجھتا۔ پھر وہ بیتاب کرنے والی مصیبت ہو جاتی ہے۔ دیکھو اگر کسی کو آہستگی سے دبایا جائے تو اس کے بدن کو آرام پہنچتا ہے۔ وہی ہاتھ زور سے مارا جائے تو موجب دُکھ ہو جاتا ہے۔ ایک مصیبت سخت ہوتی ہے جو وبال جان بن جاتی ہے۔ قرآن شریف نے ہر دو مصائب کا ذکر کر دیا ہے۔ مصائب رفع درجات کے واسطے ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم اس بات پر روتے دھوتے نہ رہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھ سے بیٹا مانگا ہے بلکہ انہوں نے اس بات پر خدا تعالیٰ کا شکر کیا کہ ایک خدمت کا موقعہ ملا ہے لڑکے کی ماں نے بھی رضامندی دی اور لڑکا بھی اس بات پر راضی ہوا۔

ذکر ہے کہ ایک دفعہ ایک مسجد کا مینار گر گیا تو شاہِ وقت نے سجدہ کیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس خدمت میں سے حصہ لینے کا موقعہ دیا ہے جو بزرگ بادشاہوں نے اس مسجد کے بناء کرنے میں حاصل کی تھی۔ وقت تو بہر حال گذر جاتا ہے۔ گوشت پلاؤ کھانے والے بھی آخر مر جاتے ہیں۔ لیکن جو شخص تلخیاں دیکھ کر صبر کرتا ہے اس کو بالآخر اجر ملتا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کی اس بات پر شہادت ہے کہ صبر کا اجر ضرور ہے۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کی خاطر صبر نہیں کرتے ان کو بھی صبر کرنا ہی پڑتا ہے مگر پھر نہ وہ ثواب ہے اور نہ اجر۔ کسی عزیز کے مرنے کے وقت عورتیں سیاپا کرتی ہیں۔ بعض نادان مرد سر پر راکھ ڈالتے ہیں۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ہی صبر کر کے بیٹھ جاتے ہیں اور وہ سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ ایک عورت کا ذکر ہے کہ اس کا بچہ مر گیا تھا اور وہ قبر پر کھڑی سیاپا کر رہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گذرے تو آپ نے اُسے فرمایا تو خدا تعالیٰ سے ڈر اور صبر کر۔ اس کمبخت نے جواب دیا کہ تو جا تجھ پر میری جیسی مصیبت نہیں پڑی۔ بد بخت نہیں جانتی تھی کہ آپ تو گیارہ بچوں کے فوت ہونے پر بھی صبر کرنیوالے ہیں۔ جب اس کو بعد میں معلوم ہوا کہ اس کو نصیحت کرنے والے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو پھر آپ کے گھر میں آئی اور کہنے لگی کہ یا رسول اللہ میں صبر کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ **الصبر عند الصدمة الاولیٰ** صبر وہ ہے جو پہلے ہی مصیبت پر کیا جائے۔

غرض بعد میں خود وقت گذرنے پر رفتہ رفتہ صبر کرنا ہی پڑتا ہے۔ صبر وہ ہے جو ابتداء ہی میں انسان اللہ تعالیٰ کی خاطر کرے۔ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیتا ہے۔ یہ بے حساب اجر کا وعدہ صرف صبر کرنے والوں کے واسطے ہی مقرر ہے۔

آج ہی اپنی اصلاح کر لو: کسی کو کیا خبر ہے کہ آج کیا ہے اور کل کیا ہونے والا ہے۔ ابھی ہمارے پاس کئی خط راولپنڈی سے آئے ہیں جن میں لکھا ہے کہ ایک ایسا زلزلہ آیا کہ لوگ چیخ اُٹھے بلکہ بعض نے کہا کہ یہ زلزلہ کے 4 اپریل والے زلزلہ کے برابر تھا۔ دیکھو اس ایک مہینہ میں تین بار زلزلہ آچکا ہے اور آگے ایک سخت زلزلہ کے آنے کی خبر خدا تعالیٰ دے چکا ہے وہ زلزلہ ایسا سخت ہوگا کہ لوگوں کو دیوانہ کر دے گا۔ لوگوں نے غفلت کر کے خدا کو بھلا دیا ہے اور خوشی میں بیٹھے ہیں مگر جن لوگوں نے خدا کو پا لیا ہے وہ تلخ زندگی کو قبول کرنے کے واسطے تیار ہیں۔ مصائب کا آنا ضروری ہے۔ خدا کی سُنت ٹل نہیں سکتی۔ ہر ایک کو چاہئے کہ خدا سے دُعا اور استغفار میں مصروف رہے۔ اور خدا تعالیٰ کی رضا کے ساتھ اپنی رضا کو ملائے جو شخص پہلے سے فیصلہ کر لیتا ہے ٹھوکر نہیں کھاتا۔ مال، اولاد، بیوی، بھائیوں سے پہلے ہی سمجھ لے کہ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ سب امانتِ خداوندی ہیں۔ جب تک ہیں ان کی قدر، عزت، خاطر خدمت کرو، جب خدا اپنی امانت کو واپس لے لے تو پھر رنج نہ کرو۔

دین کی جڑ: دین کی جڑ اس میں ہے کہ ہر امر میں خدا تعالیٰ کو مقدم رکھو۔ دراصل ہم تو خدا کے ہیں اور خدا ہمارا ہے اور کسی سے ہم کو کیا غرض ہے۔ ایک نہیں کروڑ اولاد مر جائے پر خدا راضی رہے تو کوئی غم کی بات نہیں۔ اگر اولاد زندہ بھی رہے تو بغیر خدا کے فضل کے وہ بھی موجب ابتلاء ہو جاتی ہے۔ بعض آدمی اولاد کی وجہ سے جیل خانوں میں جاتے ہیں۔ شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ وہ اولاد کی شرارت کے سبب پابہ زنجیر تھا۔ اولاد کو مہمان سمجھنا چاہئے اس کی خاطر داری کرنی چاہئے اس کی دلجوئی کرنی چاہئے مگر خدا تعالیٰ پر کسی کو مقدم نہیں کرنا چاہئے۔ اولاد کیا بنا سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی رضا ضروری ہے۔ جن لوگوں کو خدا کی طرف پورا التفات نہیں ہوتا انہیں کو نماز میں بہت وساوس آتے ہیں۔ دیکھو ایک قیدی جبکہ ایک حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو کیا اس وقت اس کے دل میں کوئی وسوسہ گذر جاتا ہے۔ ہر گز نہیں۔ وہ ہمہ تن حاکم کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس فکر میں ہوتا ہے کہ ابھی حاکم کیا حکم سناتا ہے۔ اس وقت تو وہ اپنے وجود سے بھی بالکل بے خبر ہوتا ہے۔ ایسا ہی جب صدق دل سے انسان خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور سچے دل سے اس کے آستانہ پر گرے تو پھر کیا مجال ہے کہ شیطان وساوس ڈال سکے۔

شیطان سے بچو: شیطان انسان کا پورا دشمن ہے قرآن شریف میں اس کا نام عدو رکھا گیا ہے۔ اس نے اوّل تمہارے باپ کو نکالا۔ پھر وہ اس پر خوش نہیں۔ اب اس کا یہ ارادہ ہے کہ تم سب کو دوزخ میں ڈال دے۔ یہ دوسرا حملہ پہلے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ وہ ابتداء سے بدی کرتا چلا آیا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ تم پر غالب آوے۔ لیکن جب تک تم ہر بات میں خدا تعالیٰ کو مقدم رکھو گے وہ ہر گز تم پر غالب نہ آسکے گا۔ جب انسان خدا کی راہ میں دُکھ اُٹھاتا ہے اور شیطان سے مغلوب نہیں ہوتا۔ تب اس کو ایک نُور ملتا ہے۔ جبکہ ایک مومن سب باتوں پر خدا تعالیٰ کو مقدم کر لیتا ہے تب اس کا خدا کی طرف رفع ہوتا ہے۔ وہ اسی زندگی میں خدا تعالیٰ کی طرف اُٹھایا جاتا ہے اور ایک خاص نُور سے منور کیا جاتا ہے۔ اس رفع میں وہ شیطان کی زد سے ایسا بلند ہو جاتا ہے کہ پھر شیطان کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہر ایک چیز کا خدا تعالیٰ نے اس دنیا میں بھی ایک نمونہ رکھا ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے کہ شیطان جب آسمان کی طرف چڑھنے لگتا ہے تو ایک شہاب ثاقب اس کے پیچھے پڑتا ہے جو اس کو نیچے گرا دیتا ہے۔ ثاقب روشن ستارے کو کہتے ہیں۔ اس چیز کو بھی ثاقب کہتے ہیں جو سُوراخ کر دیتی ہے اور اس چیز کو بھی ثاقب کہتے ہیں جو بہت اونچی چلی جاتی ہو۔ اس میں حالت انسانی کے واسطے ایک مثال بیان کی گئی ہے جو اپنے اندر ایک نہ صرف ظاہر بلکہ ایک مخفی حقیقت بھی رکھتی ہے۔ جب ایک انسان کو خدا تعالیٰ پر پکا ایمان حاصل ہو جاتا ہے تو اس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع ہو جاتا ہے اور اسکو ایک خاص قوت اور طاقت اور روشنی عطا کی جاتی ہے جس کے ذریعہ سے وہ شیطان کو نیچے گرا دیتا ہے۔ ثاقب مارنے والے کو بھی کہتے ہیں۔ ہر ایک مومن کے واسطے لازم ہے کہ وہ اپنے شیطان کو مارنے کی کوشش کرے اور اسے ہلاک کر ڈالے جو لوگ روحانیت کی سائنس سے ناواقف ہیں۔ وہ ایسی باتوں پر ہنسی کرتے ہیں مگر دراصل وہ خود ہنسی کے لائق ہیں۔ ایک قانون قدرت ظاہری ہے۔ ایسا ہی ایک قانون قدرت باطنی بھی ہے ظاہری قانون باطنی کے واسطے بطور ایک نشان کے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اپنی وحی میں فرمایا ہے کہ **اَنتَ مِنّیْ بمنزلة النجم الثاقب** یعنی تو مجھ سے بمنزلہ نجم ثاقب ہے۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ میں نے تجھے شیطان کے مارنے کے واسطے پیدا کیا ہے۔ تیرے ہاتھ سے شیطان ہلاک ہو جائے گا۔ شیطان بلند نہیں جاسکتا۔ اگر مومن بلندی پر چڑھ جائے تو شیطان پھر اس پر غالب نہیں آسکتا۔ مومن کو چاہئے کہ وہ خدا تعالیٰ سے دُعا کرے کہ اس کو ایک ایسی طاقت مل جائے جس سے وہ شیطان کو ہلاک کر سکے جتنے بُرے خیالات پیدا ہوتے ہیں ان سب کا دُور کرنا شیطان کو ہلاک کرنے پر منحصر ہے۔

مومن کو چاہئے کہ استقلال سے کام لے۔ ہمت نہ ہارے۔ شیطان کو مارنے کے پیچھے پڑا رہے۔ آخر وہ ایک دن کامیاب ہو جائے گا۔ خدا تعالیٰ رحیم و کریم ہے جو لوگ اس کی راہ میں کوشش کرتے ہیں وہ آخر ان کو کامیابی کا مُونہہ دکھا دیتا ہے۔ بڑا درجہ انسان کا اسی میں ہے کہ وہ اپنے شیطان کو ہلاک کرے۔

خوابوں پر ناز نہ کرو: ایسے ضروری کام کو چھوڑ کر جو مومن کا اصل منشاء ہے بعض لوگ اور باتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ مثلاً کسی کو ایک خواب آجائے یا چند الفاظ زبان پر جاری ہو جائیں تو وہ سمجھتا ہے کہ میں اب ولی ہو گیا ہوں۔ یہی نقطہ ہے جس پر انسان دھوکہ کھاتا ہے۔ خواب تو چوہڑوں چماروں اور کنجروں کو بھی آجاتے ہیں اور سچے بھی ہو جاتے ہیں۔ ایسی چیز پر فخر کرنا لعنت ہے فرض کرو کہ ایک شخص کو چند خوابیں آگئی ہیں اور وہ سچی بھی ہو گئی ہیں مگر اس سے کیا بنتا ہے؟ کیا سخت پیاس کے وقت ایک شخص کو دو چار قطرے پانی کے پلائے جاویں تو وہ بچ جائے گا ہر گز نہیں بلکہ اس کی تپش اور بھی بڑھے گی۔ ایسا ہی جب تک کہ کسی انسان کو پوری مقدار معرفت کی اپنی کیفیت اور کثرت کے ساتھ حاصل نہ ہو تب تک یہ خوابیں کچھ شئے نہیں۔ انسان کی عمدہ اور قابل تشفی وہ حالت

ہے کہ وہ عملی رنگ میں درست اور صاف ہو۔ اس کی عملی حالت خود اس پر گواہی دے۔ خدا تعالیٰ کی برکات اور زبردست خوارق اس کے ساتھ ہوں اور ہر دم اس کی تائید کرتے ہوں تب خدا اس کے ساتھ ہے اور وہ خدا کے ساتھ ہے۔ ہر ایک بات میں شیطان ایک موقعہ نکال لیتا ہے کہ لوگوں کو کسی طرح سے بہکائے۔ چونکہ ہم بار بار اپنی وحی اور الہام پیش کرتے ہیں۔ اس واسطے بعض لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ ہم بھی ایسا ہی کریں۔ یہ ایک ابتلاء ہے جو اُن پر وارد ہوا۔ اور اس کی ہلاکت کی راہ میں شیطان نے اُن کی امداد کی اور ان کو شیطانی القاء اور حدیث النفس شروع ہوا۔ چراغ دین، الٰہی بخش، فقیر مرزا اور دوسرے بہت سے اس راہ میں ہلاک ہو گئے اور ہنوز بہت سے ایسے ہیں جن کا قدم اسی راہ پر ہے۔

اہل جماعت خبر دار رہیں: ہماری جماعت کے آدمیوں کو چاہئے کہ ایسی باتوں سے دل ہٹالیں قیامت کے دن خدا تعالیٰ اُن سے یہ نہیں پوچھے گا کہ تم کو کس قدر الہام ہوئے تھے یا کتنی خوابیں آئی تھیں۔ بلکہ عمل صالح کے متعلق سوال ہوگا کہ کس قدر نیک عمل تم نے کئے ہیں۔ الہام وحی تو خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔ کوئی انسانی عمل نہیں۔ خدا تعالیٰ کے فعل پر اپنا فخر جاننا اور خوش ہونا جاہل کا کام ہے۔ حضرت رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ آپ بعض دفعہ رات کو اس قدر عبادت میں کھڑے ہوتے تھے کہ پاؤں پر ورم ہو جاتا تھا۔ ساتھی نے عرض کی کہ آپ تو گناہوں سے پاک ہیں اس قدر محنت پھر کس لئے۔ فرمایا افلا اکون عبدً اشکوراً کیا میں شکر گزار نہ بنوں۔

نا امید نہ بنو: انسان کو چاہئے کہ مایوس نہ ہووے۔ گناہوں کا حملہ سخت ہوتا ہے اور اصلاح مشکل نظر آتی ہے مگر گھبرانا نہیں چاہئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو بڑے گنہگار ہیں۔ نفس ہم پر غالب ہے۔ ہم کیونکر نیکوکار ہو سکتے ہیں۔ ان کو سوچنا چاہئے کہ مومن کبھی نا امید نہیں ہوتا خدا تعالیٰ کی رحمت سے نا امید ہونے والا شیطان ہے اور کوئی نہیں۔ مومن کو کبھی بزدل نہیں ہونا چاہئے۔ گو کیسا ہی گناہ سے مغلوب ہو۔ پھر بھی خدا تعالیٰ نے انسان میں ایک ایسی قدرت رکھی ہے کہ وہ بہر حال گناہ پر غالب آہی جاتا ہے۔ انسان میں گناہ سوز قوت خدا تعالیٰ نے رکھی ہے جو اس کی فطرت میں موجود ہے۔

ایک لطیف مثال: دیکھو پانی کو کیسا ہی گرم کیا جائے۔ ایسا سخت گرم کیا جائے کہ جس چیز پر ڈالیں وہ چیز جل بھی جائے۔ پھر بھی اگر اس کو آگ پر ڈالو تو وہ آگ کو بُجھا دے گا کیونکہ اس میں خدا تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھ دی ہے کہ وہ آگ کو بُجھا دیوے۔ ایسا ہی انسان کیسا ہی گناہ میں ملوث ہو اور کیسا ہی بدکاری میں غرق ہو پھر بھی اس میں یہ طاقت موجود ہے کہ وہ معاصی کی آگ کو بُجھا سکتا ہے۔ اگر یہ بات انسان میں نہ ہوتی تو پھر وہ مکلّف نہ ہوتا بلکہ پیغمبر رسُول کا آنا بھی پھر غیر ضروری ہوتا۔ مگر دراصل فطرت انسانی پاک ہے اور جیسا کہ جسم کے لئے بھوک اور پیاس ہے تو کھانا اور پینا بھی آخر میسّر آجاتا ہے۔ انسان کے واسطے دم لینے کے واسطے ہوا کی ضرورت ہے تو وہ موجود ہے اور جسم کے لئے جس قدر سامان ضروری ہیں جبکہ وہ سب مہیا کر دیئے جاتے ہیں تو پھر رُوح کے واسطے جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ کیوں مہیّا نہ ہوں گی۔ خدا تعالیٰ رحیم غفور اور ستار ہے اس نے رُوحانی بچاؤ کے واسطے بھی تمام سامان مہیا کر دیئے ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ رُوحانی پانی کی تلاش کرے تو وہ اُسے ضرور پالے گا۔ اور رُوحانی روٹی کو ڈھونڈے تو وہ اُسے ضرور دی جائے گی۔ جیسا کہ ظاہری قانون قدرت ہے ویسا ہی باطن میں بھی قانون قدرت ہے لیکن تلاش شرط ہے جو تلاش کرے گا وہ ضرور پالے گا۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے میں جو شخص سعی کرے گا۔ خدا تعالیٰ اس سے ضرور راضی ہو جائے گا۔

یہ آخری زمانہ تھا اور تاریکی سے بھرا ہوا تھا۔ اس زمانہ کے متعلق خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ اس زمانہ میں ایک آفتاب نکلے گا۔ مولوی لوگوں کو دیکھنا چاہئے کہ اس زمانہ میں تقویٰ کی کیا حالت ہو رہی ہے۔ ایک آدمی نے چار روپے کے زیور کے پیچھے ایک بچے کو قتل کر دیا تھا۔ ان مولویوں سے جو ہم پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں کوئی یہ پوچھے کہ کیا ہم کلمہ نہیں پڑھتے پھر کیا وجہ ہے کہ ان کے نزدیک ہم ہندو عیسائی وغیرہ ہر ایک سے بدتر ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ مولوی لوگ طمع نفسانی کے بندے ہیں۔ ایک شخص نے مجھے خوب کہا تھا کہ ان مولویوں کا خاموش کرانا کیا مشکل تھا۔ آپ ان سب کو بلا کر دو دو روپے دے دیتے تو سب خاموش ہو جاتے اور کوئی بھی آپ کی مخالفت نہ کر سکتا۔ میں نے کہا کہ ہم نے تو ان لوگوں کے تقویٰ پر بھروسہ کیا تھا۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ ایسے نفسانی بندے نکلیں گے یہ تو منبروں پر کھڑے ہو کر کہا کرتے تھے کہ موسیٰ کہاں اور عیسیٰ کہاں۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ باوجود ایسے خطبے پڑھنے اور سُنانے کے یہ وفات مسیح پر ایسے مشتعل ہوں گے کہ گویا تمام دار و مدار اسلام کا حضرت عیسیٰ کی زندگی پر ہے۔ لیکن یہ لوگ جو چاہیں سو کر لیں۔ اب تو خدا تعالیٰ کا ارادہ ہو چکا ہے کہ شیطان کو ہلاک کر دے۔ شیطان کی یہ آخری جنگ ہے اور وہ ضرور ہلاک ہوگا۔ وہ ضرور قتل کیا جائے گا شیطان نے بھی حیات مسیح میں پناہ لی ہے۔ مگر وفات مسیح کے ثبوت کے ساتھ ہی شیطان بھی ہلاک ہو جائے گا۔ شیطان نے پادریوں کے ہاں اور ان کے حامیوں کے ہاں بسیرا کیا ہے مگر خدا کے مسیح کے ساتھ ملائک اور راستباز لوگ جمع ہو رہے ہیں اور اسلام کی مخالفت میں ہر طرح کا زور دکھایا جا رہا ہے۔

ہند مجموعۃ المذاہب ہے: اوّل تو یہ زمانہ ہی ایسا ہے کہ بہ سبب تار۔ ڈاک۔ ریل تمام زمین گویا ایک ہی شہر بن رہی ہے۔ ہر وقت کی خبریں آتی ہیں۔ کثرت سے لوگ اِدھر اُدھر آتے جاتے ہیں مگر بالخصوص ہندوستان ایسا ملک ہے جس میں ہر قسم کے لوگ موجود ہیں۔ ایسے بھی ہیں جو وجود باری تعالیٰ کے منکر ہیں۔ پھر بے قید لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں جو چاہو سو کرو۔ پھر کتاب کے منکر برہمو موجود ہیں۔ انسان کے پجاری بھی ہیں۔ پتھروں کو خدا ماننے والے بھی ہیں۔ ایک لاکھ سے زائد مُرتد عیسائی موجود ہیں۔ سُورج پرست ہیں۔ پانی کی پُوجا کرنے والے، آگ کی پُوجا کرنیوالے ہیں۔ آتش پرستی کے بڑے مندر کو زلزلہ نے گرا دیا تھا تو اب نیا بنا رہے ہیں اور نہیں جانتے کہ ایک زلزلہ اور آنے والا ہے۔ آزادی اس قسم کی ہے کہ جو جس کے جی میں آتا ہے وہ کہہ گذرتا ہے کسی کی پرواہ نہیں غرض یہ وہی وقت ہے اور بالخصوص ہند میں وہی نظارہ موجود ہے۔ جس کے واسطے پہلے سے پیشگوئی کی گئی تھی۔ عیسائی لوگ پچاس پچاس ہزار کتاب اسلام کے برخلاف شائع کر رہے ہیں۔ آریہ سماجی کہتے ہیں کہ کئی ارب سالوں کے بعد دنیا میں ایک کتاب آتی ہے اور وہ بار بار وید ہی ہوتے ہیں اور ہند میں ہی آتے ہیں اور سنسکرت کی ہی زبان اُن کے لئے خاص ہے گویا پرمیشر کو اور کسی ملک یا زبان کی خبر ہی نہیں۔ نہیں معلوم کہ پرمیشر ہندوستان پر ایسا کیوں ریجھ گیا ہے اور باوجود اس کے ہندوؤں کو ایسی ذلت میں کیوں رکھا ہے۔ اس وقت عیسائی بھی بادشاہ ہیں۔ مسلمان بھی بادشاہ ہیں۔ بُدھ بھی بادشاہ ہیں مگر کہیں آریوں کی بادشاہی نہیں۔ معلوم نہیں کہ پرمیشر کو کیوں یہ بہت پسند آیا۔ شاید اس وجہ سے کہ یہاں نیوگی لوگ رہتے ہیں جو اپنی زندگی میں اپنی بیوی کے واسطے موٹا تازہ خاوند تلاش کرتے ہیں کہ اس سے ہمبستر ہو اور اس کے لئے خوبصورت بچے جنے۔ اور یہ بھی شرط ضروری ہے کہ وہ بیرج داتا برہمن ہو۔

آریوں میں ابدی نجات کے واسطے کوئی راہ نہیں: پھر انسان کو ہنسی آتی ہے کہ آریوں کا یہ ناپاک عقیدہ ہے کہ انسان ایک مدت تک نجات یافتہ ہو کر مکتی خانہ میں رہے اور پھر نا کردہ گناہ کی وجہ سے وہاں سے نکالا جاوے اور کتا سُؤر ریلا بنایا جاوے۔ آریہ کہتے ہیں کہ پرمیشر ہر ایک انسان میں تھوڑا سا گناہ بطور بیج کے لازماً باقی رکھ لیتا ہے جو اس کو دوبارہ پھنسانے کے کام آتا ہے۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس بقیہ گناہ کے سبب پھر سزائیں ایسی مختلف کیوں دی جاتی ہیں کہ کوئی شیر بنایا جاوے اور کوئی بکری کوئی بچھو اور سانپ بنایا جاوے اور کوئی گھوڑا اور ہاتھی اور کوئی کرم ناپاک بنایا جائے اور کوئی انسان پوتر۔ پھر انسانوں میں کوئی مرد بنایا جائے اور کوئی عورت اس تفریق کا کیا سبب ہو سکتا ہے۔

پھر یہ بھی آریوں کا ایک عجیب مسئلہ ہے کہ مختلف گناہوں کے سبب مختلف جُونیں بنتی ہیں۔ اس سے تو لازم آتا ہے کہ جس قدر جُونیں ہیں اسی قدر گناہوں کی تعداد ہو اور چونکہ الہامی کتاب صرف وید ہی ہے اس واسطے وہ تمام گناہ وید میں مذکور ہونے چاہئیں۔ لیکن جب وید کے احکام کو دیکھا جاتا ہے تو اُن کی گنتی آریوں کے نزدیک بھی چند سَو سے زائد نہ ہوگی۔ لیکن کئی ہزار قسم کے جانور تو جنگلوں میں موجود ہیں کئی ہزار قسم کے کیڑے مکوڑے زمین پر رینگ رہے ہیں۔ پھر درختوں کے پرند اور سمندروں کے جانور جن کی گنتی ہی نہیں یہ اتنی جُونیں کہاں سے آگئیں؟

کیا ہماری عبادت محدود ہے: آریہ لوگ کہتے ہیں کہ رُوحوں کو بہشت میں سے نکالنے کی ضرورت اس واسطے پڑے گی کہ ان کی عبادت بہت محدود زمانہ کی تھی۔ ایسی محدود عبادت کا بدلہ بھی محدود وقت کے لئے ہونا چاہئے مگر یہ عقیدہ بہت ہی فاسد ہے۔ آریہ لوگ ایسے محدود وقت کے خیال سے عبادت کرتے ہوں گے۔ اسلام میں تو یہ بات نہیں۔ ہمارا عہد تو خدا تعالیٰ کے ساتھ ابدی ہے ہم کسی محدود وقت کی نیت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے بلکہ ایسی نیت کو کفر جانتے ہیں۔ ہم نے تو ہمیشہ کے لئے خدا تعالیٰ کی عبادت کا جُوا اپنے گلے میں ڈال لیا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ ہمیں وفات دے تو اس سے ہماری نیت میں کوئی فرق نہیں۔ ہم اسی عبادت کے ثواب کو ساتھ لے کر فوت ہوتے ہیں۔ ہم اس کو محدود نہیں رکھتے۔

خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ قرآن شریف نے ایسا خدا پیش نہیں کیا جو ایسی ناقص صفات والا ہو کہ نہ وہ رُوحوں کا مالک ہے نہ ذرات کا مالک ہے نہ اُن کو نجات دے سکتا ہے نہ کسی کی توبہ قبول کر سکتا ہے۔ بلکہ ہم قرآن شریف کی رُو سے اس خدا کے بندے ہیں جو ہمارا خالق ہے۔ ہمارا مالک ہے۔ ہمارا رازق ہے۔ رحمان ہے رحیم ہے۔ مالک یوم الدین ہے۔ مومنوں کے واسطے یہ شکر کا مقام ہے کہ اس نے ہم کو ایسی کتاب عطا کی جو اس کی صحیح صفات کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے۔

افسوس ہے ان پر جنہوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی۔ ان مسلمانوں پر بھی افسوس ہے۔ جن کے سامنے عمدہ کھانا اور ٹھنڈا پانی رکھا گیا ہے لیکن وہ پیٹھ دے کر بیٹھ گئے ہیں اور اس کھانے کو نہیں کھاتے۔ زمانہ کے مصائب سے بچانے کے واسطے ان کے لئے ایک وسیع محل تیار کیا گیا جس میں ہزاروں آدمی داخل ہو سکتے ہیں۔ مگر افسوس اُن پر کہ وہ خود بھی داخل نہ ہوئے اور دوسروں کو بھی داخل ہونے سے روک دیا۔ کیا پہلے سے نہیں کہا گیا تھا کہ آخری زمانہ میں ایک قرنا آسمان سے پھونکی جائے گی کیا وحی خدا کی آواز نہیں۔ انبیاء جو آتے ہیں وہ قرنا کا حکم رکھتے ہیں۔ نفخ صور سے یہی مراد تھی کہ اس وقت ایک مامور کو بھیجا جائے گا۔ وہ سُنا دے گا کہ اب تمہارا وقت آگیا ہے کون کسی کو درست کر سکتا ہے جب تک کہ خدا تعالیٰ درست نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ایک قوت جاذبہ عطا کرتا ہے کہ لوگوں کے دل اس کی طرف مائل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے کام کبھی حبط نہیں جاتے ایک قدرتی کشش کام کر دکھائے گی۔ اب وہ وقت آگیا ہے جس کی خبر تمام انبیاء ابتداء سے دیتے چلے آئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فیصلہ کا وقت قریب ہے اس سے ڈرو اور توبہ کرو۔ (بدر جلد 7 صفحہ 4 تا 9 مورخہ 16 جنوری 1908ء)

(الحکم جلد 12 نمبر 5 صفحہ 6-3 مورخہ 18 جنوری 1908)

☆☆☆

شمائل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

......حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ......

''احمدی تو خدا کے فضل سے ہندوستان کے ہر گوشہ میں موجود ہیں۔ بلکہ غیر ممالک میں بھی۔ مگر احمدؑ کے دیکھنے والے اور نہ دیکھنے والے احمدیوں میں بھی ایک فرق ہے۔ دیکھنے والوں کے دل ایک سرور اور لذّت اس کے دیدار اور صحبت کی اب تک باقی ہے۔ نہ دیکھنے والے بارہا تأسف کرتے پائے گئے کہ ہائے ہم نے جلدی کیوں نہ کی اور کیوں نہ اس محبوب کا اصلی چہرہ اس کی زندگی میں دیکھ لیا۔ تصویر اور اصل میں بہت فرق ہے اور وہ فرق بھی وہی جانتے ہیں جنہوں نے اصل کو دیکھا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ احمد (علیہ السلام) کے حُلیہ اور عادات پر کچھ تحریر کروں شاید ہمارے وہ دوست جنہوں نے اس ذات بابرکات کو نہیں دیکھا۔ حظ اُٹھا دیں۔''

حُلیہ مبارک: بجائے اس کے کہ میں آپ کا حُلیہ بیان کروں اور ہر چیز پر خود کوئی نوٹ دُوں یہ بہتر ہے کہ میں سرسری طور پر اس کا ذکر کروں اور نتیجہ پڑھنے والے کی اپنی رائے پر چھوڑ دُوں، آپ کے تمام حُلیہ کا خلاصہ ایک فقرہ میں یہ ہو سکتا ہے کہ

''آپ مردانہ حُسن کے اعلیٰ نمونہ تھے''

مگر یہ فقرہ نامکمل رہے گا اگر اس کے ساتھ دُوسرا یہ نہ ہو کہ ''یہ حُسنِ انسانی ایک رُوحانی چمک دمک اور انوار اپنے ساتھ لئے ہوئے تھا''

اور جس طرح آپ جمالی رنگ میں اس اُمّت کے لئے مبعوث ہوئے تھے اسی طرح آپ کا جمال بھی خدا کی قدرت کا نمونہ تھا اور دیکھنے والے کے دل کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔ آپ کے چہرہ پر نُورانیت کے ساتھ رعونت، ہیبت اور استکبار نہ تھے۔ بلکہ فروتنی، خاکساری اور محبت کی آمیزش موجود تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ بیان کرتا ہوں کہ جب حضرت اقدس چولہ صاحب کو دیکھنے ڈیرہ بابا نانک تشریف لے گئے تو وہاں پہنچ کر ایک درخت کے نیچے سایہ میں کپڑا بچھا دیا گیا۔ اور سب لوگ بیٹھ گئے۔ آس پاس کے دیہات اور خاص قصبہ کے لوگوں نے حضرت صاحب کی آمد سن کر ملاقات اور مصافحہ کے لئے آنا شروع کیا تو جو شخص آتا مولوی سید محمد احسن صاحب کی طرف آتا اور ان کو حضرت اقدس سمجھ کر مصافحہ کر کے بیٹھ جاتا۔ غرض کچھ دیر تک لوگوں پر یہ امر نہ کھلا جب تک خود مولوی صاحب موصوف نے اشارہ سے اور یہ کہہ کر لوگوں کو اُدھر متوجہ نہ کیا کہ ''حضرت صاحب یہ ہیں'' بعینہٖ ایسا واقعہ ہجرت کے وقت نبی کریم صلعم کو مدینہ میں پیش آیا تھا۔ وہاں بھی لوگ حضرت ابوبکرؓ کو رسول خدا سمجھ کر مصافحہ کرتے رہے جب تک کہ انہوں نے آپ پر چادر سے سایہ کر کے لوگوں کو ان کی غلطی سے آگاہ نہ کر دیا۔

جسم اور قد: آپ کا جسم دُبلا نہ تھا نہ آپ بہت موٹے تھے البتہ آپ دوہرے جسم کے تھے۔ قد متوسط تھا اگرچہ ناپا نہیں گیا۔ مگر اندازاً پانچ فٹ آٹھ انچ کے قریب ہوگا۔ کندھے اور چھاتی کشادہ اور آخر عمر تک سیدھے رہے نہ کمر جھکی نہ کندھے۔ تمام جسم کے اعضاء میں تناسب تھا۔ یہ نہیں کہ ہاتھ بے حد لمبے ہوں یا ٹانگیں یا پیٹ اندازہ سے زیادہ نکلا ہوا ہو۔ غرض کسی قسم کی بدصورتی آپ کے جسم میں نہ تھی۔ جلد آپ کی متوسط درجہ کی تھی نہ سخت نہ کھردری اور نہ ایسی ملائم جیسی عورتوں کی ہوتی ہے۔ آپ کا جسم پلپلا اور نرم نہ تھا بلکہ مضبوط اور جوانی کی سی سختی لئے ہوئے۔ آخر عمر میں آپ کی کھال کہیں سے بھی نہیں لٹکی نہ آپ کے جسم پر جھریاں پڑیں۔

رنگم چو گندم اَست و بمو فرق بین اَست
زاں سال کی آمدست در اخبار سَروَرم

آپ کا رنگ: آپ کا رنگ گندمی اور نہایت اعلیٰ درجہ کا گندمی تھا۔ یعنی آپ میں ایک نورانیت اور سُرخی جھلک مارتی تھی اور یہ چمک جو آپ کے چہرہ کے ساتھ وابستہ تھی۔ عارضی نہ تھی بلکہ دائمی کبھی کسی صدمہ، رنج، ابتلا، مقدمات اور مصائب کے وقت آپ کا رنگ زرد ہوتے نہیں دیکھا گیا۔ اور ہمیشہ چہرہ مبارک کندن کی طرح دمکتا رہتا تھا۔ کسی مصیبت اور تکلیف نے اس چمک کو دُور نہیں کیا۔ علاوہ اس چمک اور نُور کے آپ کے چہرہ پر ایک بشاشت اور تبسم ہمیشہ رہتا تھا اور دیکھنے والے کہتے تھے کہ اگر یہ شخص مفتری ہے اور اپنے دل میں اپنے تئیں جھوٹا جانتا ہے تو اس کے چہرہ پر یہ بشاشت اور خوشی اور فتح اور طمانیتِ قلب کے آثار کیونکر ہو سکتے ہیں۔ یہ نیک ظاہر کسی بد باطن کے ساتھ وابستہ نہیں رہ سکتا اور ایمان کا نُور بدکار کے چہرہ پر درخشندہ نہیں ہو سکتا۔ آتھم کی پیشگوئی کا آخری دن آگیا۔ اور جماعت میں لوگوں کے چہرے پژمُردہ ہیں اور دل سخت منقبض ہیں۔ بعض لوگ ناواقفی کے باعث مخالفین سے اس کی موت پر شرطیں لگا چکے ہیں۔ ہر طرف سے اُداسی کے آثار ظاہر ہیں۔ لوگ نمازوں میں چیخ چیخ کر رو رہے ہیں کہ اے خداوند ہمیں رُسوا مت کریو۔ غرض ایسا کُہرام مچ رہا ہے کہ غیروں کے رنگ بھی فق ہو رہے ہیں، مگر یہ خدا کا شیر گھر سے نکلتا ہے ہنستا ہوا اور جماعت کے سربرآوردوں کو مسجد میں بُلاتا ہے مُسکراتا ہے۔ اِدھر حاضرین کے دل بیٹھے جاتے ہیں اُدھر وہ کہہ رہا ہے کہ لو پیشگوئی پوری ہوگئی اِطَّلَعَ اللّٰہُ عَلٰی ھَمِّہٖ وَ غَمِّہٖ مجھے الہام ہوا۔ اس نے حق کی طرف رجوع کیا۔ حق نے اس کی طرف رجوع کیا۔ کسی نے اُس کی بات مانی نہ مانی۔ اس نے اپنی سُنا دی اور سُننے والوں نے اس کے چہرہ کو دیکھ کر یقین کیا کہ یہ سچا ہے ہم کو غم کھا رہا ہے اور یہ بے فکر اور بے غم مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہا ہے۔ اس طرح کہ گویا حق تعالیٰ نے آتھم کے معاملہ کا فیصلہ اس کے اپنے ہاتھ میں دیدیا اور پھر اس نے آتھم کے رجوع اور بیقراری کو دیکھ کر خود اپنی طرف سے مہلت دیدی اور اب اس طرح خوش ہے جس طرح ایک دشمن کو مغلوب کر کے ایک پہلوان پھر محض دریا دلی سے خود ہی اُسے چھوڑ دیتا ہے کہ جاؤ ہم تم پر رحم کرتے ہیں۔ ہم مرے کو مارنا اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔

لیکھرام کی پیشگوئی پوری ہوئی تو مخبروں نے فوراً اتہام لگانے شروع کئے پولیس میں تلاش کی درخواست کی گئی۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس یکا یک تلاشی کے لئے آموجود ہوئے۔ لوگ الگ کر دیئے گئے۔ اندر کے باہر باہر کے اندر نہیں جا سکتے۔ مخالفین کا یہ زور کہ ایک حرف بھی مشتبہ تحریر کا نکلے تو پکڑ لیں۔ مگر آپ کا یہ عالم کہ وہی خوشی اور مسّرت چہرہ پر ہے۔ اور خود پولیس افسروں کو لیجا لیجا کر اپنے بستے اور کتابیں، تحریریں اور خطوط اور کوٹھریاں اور مکان دکھا رہے ہیں۔ کچھ خطوط انہوں نے مشکوک سمجھ کر اپنے قبضہ میں بھی کر لئے ہیں مگر یہاں وہی چہرہ ہے اور وہی مسکراہٹ۔ گویا نہ صرف بیگناہی بلکہ ایک فتح مبین اور اتمامِ حُجت کا موقعہ نزدیک آتا جاتا دیکھ دیکھ کر سہمے جاتے ہیں۔ ان کا رنگ فق ہے۔ ان کو یہ معلوم نہیں کہ اندر تو وہ جس کی آبرو کا انہیں فکر ہے۔ خود افسروں کو بُلا بُلا کر اپنے بستے اور اپنی تحریریں دکھلا رہا ہے اور اس کے چہرے پر ایک مُسکراہٹ ایسی ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اب حقیقت پیشگوئی کی پوری طور پر کھلے گی اور میرا دامن ہر طرح کی آلائش اور سازش سے پاک ثابت ہوگا۔

غرض یہی حالت تمام مقدمات ابتلاؤں اور مباحثات میں رہی اور یہ وہ اطمینانِ قلب کا اعلیٰ اور اکمل نمونہ تھا جسے دیکھکر بہت سی سعید رُوحیں ایمان لے آئی تھیں۔

آپ کے بال: آپ کے سر کے بال نہایت باریک، سیدھے، چکنے، چمکدار اور نرم تھے اور مہندی کے رنگ سے رنگین رہتے تھے گھنے اور کثرت سے نہ تھے بلکہ کم کم اور نہایت ملائم تھے۔ گردن تک لمبے تھے۔ آپ نہ سر منڈواتے تھے نہ خشخاشی یا اس کے قریب کترواتے تھے بلکہ اتنے لمبے رکھتے تھے جیسے عام طور پر پٹے رکھے جاتے ہیں۔ سر میں تیل بھی ڈالتے تھے چنبیلی یا حنا وغیرہ کا۔ یہ عادت تھی کہ بال سوکھے نہ رکھتے تھے۔

ریش مبارک: آپ کی داڑھی اچھی گھندار تھی۔ بال مضبوط موٹے اور چمکدار سیدھے اور نرم حنا سے سُرخ رنگے ہوتے تھے۔ داڑھی کو لمبا چھوڑ کر حجامت کے وقت فاضل بال آپ کتروا دیتے تھے یعنی بے ترتیب اور ناہموار نہ رکھتے تھے بلکہ سیدھی نیچے کو اور برابر رکھتے تھے۔ داڑھی میں بھی ہمیشہ تیل لگایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک پھنسی گال پر ہونے کی وجہ سے وہاں سے کچھ بال پورے بھی کتروائے تھے اور وہ تبرک کے طور پر لوگوں کے پاس اب تک موجود ہیں۔ ریش مبارک تینوں طرف چہرہ کے تھی۔ اور بہت خوبصورت۔ نہ اتنی کم کہ چھدری اور نہ صرف ٹھوڑی پر ہو نہ اتنی کہ آنکھوں تک بال پہنچیں۔

وسمہ مہندی: ابتداء ایام میں آپ وسمہ اور مہندی لگایا کرتے تھے۔ پھر دماغی دورے بکثرت ہونے کی وجہ سے سر اور ریش مبارک پر آخر عمر تک مہندی ہی لگاتے رہے۔ وسمہ ترک کر دیا تھا البتہ کچھ انگریزی وسمہ بھی استعمال فرمایا۔ مگر پھر ترک کر دیا۔ آخری دنوں میں میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی نے ایک وسمہ تیار کر کے پیش کیا تھا وہ لگاتے تھے۔ اس سے ریش مبارک میں سیاہی آگئی تھی۔ مگر اس کے علاوہ ہمیشہ برسوں مہندی پر ہی اکتفا کی جو اکثر جمعہ یا بعض اوقات اور دنوں میں بھی آپ نائی سے لگوایا کرتے تھے۔

ریش مبارک کی طرح موچھوں کے بال بھی مضبوط اور اچھے موٹے اور چمکدار تھے۔ آپ لبیں کترواتے تھے مگر نہ اتنی کہ جو وہابیوں کی طرح مونڈھی ہوئی معلوم ہوں نہ اتنی لمبی کہ ہونٹ کے کنارے سے نیچی ہوں۔

جسم پر آپ کے بال صرف سامنے کی طرف تھے۔ پُشت پر نہ تھے اور بعض اوقات سینہ اور پیٹ کے بال آپ مونڈھ دیا کرتے تھے یا کتروا دیتے تھے۔ پنڈلیوں پر بہت کم بال تھے اور جو تھے وہ نرم اور چھوٹے اس طرح ہاتھوں کے بھی۔

چہرہ مبارک: آپ کا چہرہ کتابی یعنی معتدل لمبا تھا اور حالانکہ عمر شریف 70 اور 80 کے درمیان تھی پھر بھی جھریوں کا نام و نشان نہ تھا اور نہ متفکر اور غصہ ور طبیعت والوں کی طرح پیشانی پر شکن کے نشانات نمایاں تھے۔ رنج، فکر، تردّد یا غم کے آثار چہرہ پر دیکھنے کی بجائے زیارت کنندہ اکثر تبسّم اور خوشی کے آثار ہی دیکھتا تھا۔

آپ کی آنکھوں کی سیاہی، سیاہی مائل شربتی رنگ کی تھی اور آنکھیں بڑی بڑی تھیں مگر پپوٹے اس وضع کے تھے کہ سوائے اس وقت کے جب آپ ان کو خاص طور پر کھولیں ہمیشہ قدرتی غضِ بصر کے رنگ میں رہتی

تھیں بلکہ جب مخاطب ہو کر بھی کلام فرماتے تھے تو آنکھیں نیچی ہی رہتی تھیں۔ اسی طرح جب مردانہ مجالس میں بھی تشریف لے جاتے تو بھی اکثر ہر وقت نظر نیچے ہی رہتی تھی۔ گھر میں بھی بیٹھتے تو اکثر آپ کو یہ نہ معلوم ہوتا کہ اس مکان میں اور کون کون بیٹھا ہے۔ اس جگہ یہ بات بھی بیان کے قابل ہے کہ آپ نے کبھی عینک نہیں لگائی اور آپ کی آنکھیں کام کرنے سے کبھی نہ تھکتی تھیں۔ خدا تعالیٰ کا آپ کے ساتھ حفاظت عین کا ایک وعدہ تھا۔ جس کے ماتحت آپ کی چشمان مبارک آخر وقت تک بیماری اور تکان سے محفوظ رہیں۔ البتہ پہلی رات کا ہلال آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں نظر نہیں آتا۔ ناک حضرت اقدس کی نہایت خوبصورت اور بلند بالا تھی۔ پتلی، سیدھی، اونچی اور موزوں۔ نہ پھیلی ہوئی تھی نہ موٹی کان آپ کے متوسط یا متوسط سے ذرا بڑے۔ نہ باہر کو بہت بڑھے ہوئے۔ نہ بالکل سر کے ساتھ لگے ہوئے قلمی آم کی قاش کی طرح اوپر سے بڑے نیچے سے چھوٹے قوت شنوائی آپ کی آخر وقت تک عمدہ اور خدا کے فضل سے برقرار رہی۔

رخسار مبارک آپ کے نہ پچکے ہوئے اندر کو تھے نہ اتنے موٹے کہ بہت باہر کو نکل آویں۔ نہ رخساروں کی ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں بھنویں آپ کی الگ الگ تھیں۔ پیوستہ ابرو نہ تھے۔

پیشانی اور سر مبارک: پیشانی مبارک آپ کی سیدھی اور بلند اور چوڑی تھی اور نہایت درجہ کی فراست اور ذہانت آپ کی جبیں سے ٹپکتی تھی۔ علم قیافہ کے مطابق ایسی پیشانی بہترین نمونہ اعلیٰ صفات اور اخلاق کا ہے۔ یعنی جو سیدھی ہو نہ آگے کو نکلی ہوئی نہ پیچھے کو دھنسی ہوئی اور بلند ہو یعنی اونچی اور کشادہ ہو اور چوڑی ہو۔ بعض پیشانیاں گو اونچی ہوں مگر چوڑان ماتھے کی تنگ ہوتی ہے۔ آپ میں یہ تینوں خوبیاں جمع تھیں اور پھر یہ خوبی کہ چین جبیں بہت کم پڑتی تھی۔ سر آپ کا بڑا تھا۔ خوبصورت بڑا تھا اور علم قیافہ کی رو سے ہر سمت سے پورا تھا یعنی لمبا بھی تھا چوڑا بھی تھا۔ اونچا بھی اور سطح اوپر کی اکثر حصہ ہموار اور پیچھے سے گولائی بھی درست تھی آپ کی کنپٹی کشادہ تھی اور آپ کی کمال عقل پر دلالت کرتی تھی۔

لب مبارک: آپ کے لب مبارک پتلے نہ تھے مگر تاہم ایسے موٹے بھی نہ تھے کہ برے لگیں۔ دہانہ آپ کا متوسط تھا اور جب بات نہ کرتے ہوں تو منہ کھلا نہ رہتا تھا۔ بعض اوقات مجلس میں جب خاموش بیٹھے ہوں تو آپ عمامہ کے شملہ سے دہان مبارک ڈھک لیا کرتے تھے۔

دندان مبارک آپ کے آخری عمر میں کچھ خراب ہو گئے تھے۔ یعنی کیڑا بعض ڈاڑھوں کو لگ گیا تھا جس سے کبھی کبھی تکلیف ہو جاتی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک ڈاڑھ کا سرا ایسا نوکدار ہو گیا تھا کہ اس سے زبان میں زخم پڑ گیا تو ریتی کے ساتھ اس کو گھسوا کر برابر بھی کرایا تھا مگر کبھی کوئی دانت نکلوایا نہیں۔ مسواک آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ پیر کی ایڑیاں آپ کی بعض دفعہ گرمیوں کے موسم میں پھٹ جایا کرتی تھیں۔ اگرچہ گرم کپڑے سردی گرمی میں برابر پہنتے تھے۔ تاہم گرمیوں میں پسینہ بھی خوب آتا تھا۔ مگر آپ کے پسینہ میں کبھی بو نہیں آتی تھی خواہ کتنے ہی دن بعد کرتا بدلیں اور کیسا ہی موسم ہو۔

گردن مبارک: آپ کی گردن متوسط لمبائی اور موٹائی میں تھی۔ آپ اپنے مطاع نبی کریم صلعم کی طرح ان کے اتباع میں ایک حد تک جسمانی زینت کا خیال ضرور رکھتے تھے۔ غسل جمعہ، حجامت، حنا، مسواک، روغن اور خوشبو، کنگھی اور آئینہ کا استعمال برابر مسنون طریق پر آپ فرمایا کرتے تھے۔ مگر ان باتوں میں انہماک آپ کی شان سے بہت دور تھا۔

لباس: سب سے اول یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ آپ کو کسی قسم کے خاص لباس کا شوق نہ تھا۔ آخری ایام کے کچھ سالوں میں آپ کے پاس کپڑے سادے اور سلے سلائے بطور تحفہ کے بہت آتے تھے۔ خاص کر کوٹ، صدری اور پائجامہ قمیص وغیرہ اکثر شیخ رحمت اللہ صاحب لاہوری ہر عید، بقرعید کے موقعہ پر اپنے ہمراہ نذر لاتے تھے۔ وہی آپ استعمال فرمایا کرتے تھے۔ مگر علاوہ ان کے کبھی کبھی آپ خود بھی بنوالیا کرتے تھے عمامہ تو اکثر خود ہی خرید کر باندھتے تھے۔ جس طرح کپڑے بنتے تھے اور استعمال ہوتے تھے۔ اسی طرح ساتھ ساتھ خرچ بھی ہوتے جاتے تھے یعنی ہر وقت تبرک مانگنے والے طلب کرتے رہتے تھے۔ بعض دفعہ تو نوبت پہنچ جاتی کہ آپ ایک کپڑا بطور تبرک کے عطا فرماتے تو دوسرا بنوا کر اس وقت پہننا پڑتا اور بعض سمجھدار اس طرح بھی کرتے تھے کہ مثلاً ایک کپڑا بنا بھیجا یا اور ساتھ عرض کر دیا کہ حضور ایک اپنا اترا ہوا تبرک مرحمت فرماویں۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب آپ کے لباس کی ساخت سنیئے۔ عموماً یہ کپڑے آپ زیب تن فرمایا کرتے تھے کرتہ یا قمیص پائجامہ، صدری کوٹ عمامہ اس کے علاوہ رومال بھی ضرور رکھتے تھے۔ اور جاڑوں میں جرابیں۔ آپ کے سب کپڑوں میں خصوصیت یہ تھی کہ وہ بہت بہت کھلے ہوتے تھے اور اگرچہ شیخ صاحب موصوف کے آوردہ کوٹ انگریزی طرز کے ہوتے مگر وہ بھی بہت کشادہ اور لمبے یعنی گھٹنوں سے نیچے ہوتے تھے اور چوغہ بھی جو آپ پہنتے تھے وہ بھی ایسے لمبے کہ بعض تو ان میں سے ٹخنے تک پہنچتے تھے۔ اسی طرح کرتے اور صدریاں بھی کشادہ ہوتی تھیں۔

بنیان آپ کبھی نہ پہنتے تھے بلکہ اس کی تنگی سے گھبراتے تھے۔ گرم قمیص جو پہنتے تھے۔ ان کا اکثر اوپر کا بٹن کھلا رکھتے تھے۔ اسی طرح صدری اور کوٹ کا اور قمیص کے کفوں میں اگر بٹن ہوں تو وہ بھی ہمیشہ کھلے رہتے تھے آپ کا طرز عمل "مَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ" کے ماتحت تھا کہ کسی مصنوعی جکڑ بندی میں جو شرعاً غیر ضروری ہے پابند رہنا آپ کے مزاج کے خلاف تھا اور نہ آپ کو کبھی پرواہ تھی کہ لباس عمدہ ہے یا برش کیا ہوا ہے یا بٹن سب درست لگے ہوئے ہیں یا نہیں۔ صرف لباس کی اصل غرض مطلوب تھی۔ بارہا دیکھا گیا کہ بٹن اپنا کاج چھوڑ کر دوسرے ہی میں لگے ہوئے ہوتے تھے۔ بلکہ صدری کے بٹن کوٹ کے کاج میں لگائے ہوئے دیکھے گئے۔ آپ کی توجہ ہمہ تن اپنے مشن کی طرف تھی اور اصلاح امت میں اتنے محو تھے کہ اصلاح لباس کی طرف توجہ نہ تھی آپ کا لباس آخر عمر میں چند سال سے بالکل گرم وضع کا ہی رہتا تھا۔ یعنی کوٹ اور صدری اور پاجامہ گرمیوں میں بھی گرم رکھتے تھے اور یہ علالت طبع کے باعث تھا۔ سردی آپ کو موافق نہ تھی اس لئے اکثر گرم کپڑے رکھا کرتے تھے۔ البتہ گرمیوں میں نیچے کرتہ ململ کا رہتا تھا بجائے گرم کرتے کے پاجامہ آپ کا معروف شرعی وضع کا ہوتا تھا (پہلے غرارہ یعنی ڈھیلا مردانہ پاجامہ بھی پہنا کرتے تھے مگر آخر عمر میں ترک کر دیا تھا) مگر گھر میں گرمیوں میں کبھی کبھی دن کو اور عادتاً رات کے وقت تہ بند باندھ کر خواب فرمایا کرتے تھے۔

صدری گھر میں اکثر پہنے رہتے مگر کوٹ عموماً باہر جاتے وقت ہی پہنتے اور سردی کی زیادتی کے دنوں میں اوپر تلے دو دو کوٹ بھی پہنا کرتے تھے بلکہ بعض اوقات پوستین بھی۔

صدری کی جیب میں یا بعض اوقات کوٹ کی جیب میں آپ کا رومال ہوتا تھا۔ آپ ہمیشہ بڑا رومال رکھتے تھے۔ نہ کہ چھوٹا جنٹلمینی رومال جو آج کل کا بہت مروج ہے۔ اس کے کونوں میں آپ مشک اور ایسی ہی ضروری ادویہ جو آپ کے استعمال میں رہتی تھیں۔ اور ضروری خطوط وغیرہ باندھ رکھتے تھے اور اسی رومال میں نقدی وغیرہ جو نذر لوگ مسجد میں پیش کر دیتے تھے۔ باندھ لیا کرتے۔ گھڑی بھی آپ ضرور اپنے پاس رکھا کرتے تھے مگر اس کی کنجی دینے میں چونکہ اکثر ناغہ ہو جاتا، اس لئے اکثر وقت غلط ہی ہوتا تھا اور چونکہ گھڑی جیب میں سے اکثر نکل پڑتی اس لئے آپ اسے بھی رومال میں باندھ لیا کرتے۔ گھڑی کو ضرورت کے لئے رکھتے نہ زیبائش کیلئے۔

آپ کو دیکھ کر کوئی شخص ایک لمحہ کے لئے بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس شخص کی زندگی میں یا لباس میں کسی قسم کا بھی تصنع ہے۔ یا یہ زیب و زینت دنیوی کا دلدادہ ہے۔ ہاں البتہ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ کے ماتحت آپ صاف اور ستھری چیز ہمیشہ پسند فرماتے اور گندی اور میلی چیز سے سخت نفرت رکھتے۔ صفائی کا اسقدر اہتمام تھا کہ بعض اوقات آدمی موجود نہ ہو تو بیت الخلا میں خود فینائل ڈالتے تھے۔

عمامہ شریف آپ ململ کا باندھا کرتے تھے اور اکثر دس گز یا کچھ اوپر لمبا ہوتا تھا شملہ آپ لمبا چھوڑتے تھے کبھی کبھی شملہ کو آگے ڈال لیا کرتے اور کبھی اس کا پلہ دہن مبارک پر بھی رکھ لیتے جبکہ مجلس میں خاموشی ہوتی۔ عمامہ کے باندھنے کی آپ کی خاص وضع تھی۔ نوک تو ضرور سامنے ہوتی۔ مگر سر پر ڈھیلا ڈھالا لپٹا ہوا ہوتا تھا عمامہ کے نیچے اکثر رومی ٹوپی رکھتے تھے۔ اور گھر میں عمامہ اتار کر عموماً یہ ٹوپی ہی پہنے رہا کرتے۔ مگر نرم قسم کی دوہری جو سخت قسم کی نہ ہوتی۔

جرابیں آپ سردیوں میں استعمال فرماتے اور ان پر مسح فرماتے بعض اوقات زیادہ سردی میں دو دو جرابیں اوپر تلے چڑھا لیتے۔ مگر بارہا جراب اس طرح پہن لیتے کہ وہ پیر پر ٹھیک نہ چڑھتی۔ کبھی تو سرا آگے لٹکا رہتا۔ اور کبھی جراب کی ایڑی کی جگہ پیر کی پشت پر آجاتی۔ کبھی ایک جراب سیدھی دوسری الٹی۔ اگر جراب کہیں سے کچھ پھٹ جاتی تو بھی مسح جائز رکھتے بلکہ فرماتے تھے کہ رسول صلعم کے اصحاب ایسے موزوں پر بھی مسح کر لیا کرتے تھے جن میں سے ان کی انگلیوں کے پوٹے باہر نکلے رہا کرتے۔

جوتی آپ کی دیسی ہوتی خواہ کسی وضع کی ہو۔ پشاوری، لاہوری، لدھیانوی، سلیم شاہی، ہر وضع کی پہن لیتے مگر ایسی جو کھلی ہو۔ انگریزی بوٹ کبھی نہیں پہنا۔ گرگابی حضرت صاحب کو پہنے میں نے نہیں دیکھا۔ جوتی اگر تنگ ہوتی تو اس کی ایڑی بٹھا لیتے۔ مگر ایسی جوتی کے ساتھ باہر تشریف نہیں لے جاتے تھے لباس کے ساتھ ایک چیز کا اور بھی ذکر کر دیتا ہوں۔ وہ یہ کہ آپ عصا ضرور رکھتے تھے۔ گھر میں یا جب مسجد مبارک میں روزانہ نماز کو جانا ہوتا۔ تب تو نہیں۔ مگر مسجد اقصیٰ کو جانے کے وقت یا جب باہر سیر وغیرہ کے لئے تشریف لے جاتے تو ضرور ہاتھ میں ہوا کرتا تھا اور موٹی اور مضبوط لکڑی پسند فرماتے۔ مگر کبھی اس پر سہارا یا بوجھ دیکر نہ چلتے تھے۔ جیسے اکثر ضعیف العمر آدمیوں کی عادت ہوتی ہے۔

موسم سرما میں ایک دھسہ لیکر آپ مسجد میں نماز کے لئے تشریف لایا کرتے تھے جو اکثر آپ کے کندھے پر پڑا ہوتا تھا اور اسے اپنے آگے ڈال لیا کرتے تھے۔ جب تشریف رکھتے تو پھر پیروں پر ڈال لیتے۔ کپڑوں کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کوٹ، صدری، ٹوپی، عمامہ رات کو اتار کر تکیہ کے نیچے ہی رکھ لیتے اور رات بھر تمام کپڑے جنہیں محتاط لوگ شکن اور میل سے بچانے کو الگ جگہ کھونٹی پر ٹانگ دیتے ہیں۔ وہ بستر پر سر اور جسم کے نیچے ملے جلے اور صبح کو ان کی ایسی حالت ہو جاتی کہ اگر کوئی فیشن کا دلدادہ اور سلوٹ کا دشمن ان کو دیکھ لے تو سر پیٹ لے۔

موسم گرما میں دن کو بھی اور رات کو تو اکثر آپ کپڑے اتار دیتے اور صرف چادر یا لنگی باندھ لیتے۔ گرمی دانے بعض دفعہ بہت نکل آتے تو اس کی خاطر

بھی کُرتہ اُتار دیا کرتے۔ تہ بند اکثر نصف ساق تک ہوتا تھا اور گھٹنوں سے اُوپر ایسی حالتوں میں مجھے یاد نہیں کہ برہنہ ہوئے ہوں۔

آپ کے پاس اکثر کنجیاں بھی رہتی تھیں یہ یا تو رُومال میں یا اکثر ازار بند میں باندھ کر رکھتے۔ روئی دار کوٹ پہننا آپ کی عادت میں داخل نہ تھا نہ ایسی رضائی اوڑھ کر باہر تشریف لاتے بلکہ چادر پشمینہ کی یا دُھسّہ رکھا کرتے تھے اور وہ بھی سر پر کبھی نہیں اوڑھتے تھے بلکہ کندھوں اور گردن تک رہتی تھی۔ گلوبند اور دستانوں کی آپ کو عادت نہ تھی۔ بستر آپ کا ایسا ہوتا تھا کہ ایک لحاف جس میں 6-5 سیر روئی کم از کم ہوتی تھی اور اچھا لمبا چوڑا ہوتا تھا۔ چادر بستر کے اُوپر اور تکیہ اور توشک۔ توشک آپ گرمی، جاڑے دونوں موسموں میں بسبب سردی کے ناموافقت کے بچھاتے تھے۔

تحریر وغیرہ کا کام پلنگ پر ہی اکثر فرمایا کرتے اور دوات قلم بستر اور کتابیں یہ سب چیزیں پلنگ پر موجود رہا کرتی تھیں۔ کیونکہ یہی جگہ میز کرسی اور لائبریری سب کا کام دیتی تھی۔ اور مَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ کا عملی نظارہ خوب واضح طور پر نظر آتا تھا۔

ایک بات کا ذکر کرنا میں بھول گیا وہ یہ کہ آپ امیروں کی طرح ہر روز کپڑے نہ بدلا کرتے تھے بلکہ جب ان کی صفائی میں فرق آنے لگتا تب بدلتے تھے۔

خوراک کی مقدار: قرآن شریف میں کفار کے لئے وارد ہے يَأْكُلُوْنَ كَمَا تَأْكُلُ الْاَنْعَامُ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ کافر سات انتڑیوں میں کھاتا اور مومن ایک میں۔ مراد ان باتوں سے یہ ہے کہ مومن طیّب چیز کھانے والا اور دُنیا دار یا کافر کی نسبت کم خور ہوتا ہے۔ جب مومن کا یہ حال ہوا تو پھر انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کا تو کیا کہنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستر خوان پر بھی اکثر ایک سالن ہی ہوتا تھا۔ بلکہ ستّو یا صرف کھجور یا دودھ کا ایک پیالہ ہی ایک غذا ہوا کرتی تھی۔ اس سنّت پر ہمارے حضرت اقدس علیہ السلام بھی بہت ہی کم خور تھے اور بمقابلہ اس کام اور محنت کے جس میں حضور دن رات لگے رہتے تھے۔ اکثر حضور کی غذا دیکھی جاتی تو بعض اوقات حیرانی سے بے اختیار لوگ یہ کہہ اُٹھتے تھے کہ اتنی خوراک پر یہ شخص کیونکر زندہ رہ سکتا ہے۔ خواہ کھانا کیسا ہی عُمدہ اور لذیذ ہو اور کیسی ہی بھوک ہو آپ کبھی حلق تک ٹھونس کر نہیں کھاتے تھے۔ عام طور پر دن میں دو وقت مگر بعض اوقات جب طبیعت خراب ہوتی تو دن بھر میں ایک ہی دفعہ نوش فرمایا کرتے تھے علاوہ اس کے چائے وغیرہ ایک پیالی صبح کو بطور ناشتہ بھی پی لیا کرتے تھے۔ مگر جہاں تک میں نے غور کیا۔ آپ کو لذیذ مزیدار کھانے کا ہرگز شوق نہ تھا۔

اوقات: عموماً آپ صبح کا کھانا 10 بجے سے لیکر ظہر کی اذان تک اور شام کا نماز مغرب کے بعد سے سونے کے وقت تک کھا لیا کرتے تھے۔ کبھی شاذ و نادر ایسا بھی ہوتا تھا کہ دن کا کھانا آپ نے بعد ظہر کھایا ہو۔ شام کا کھانا مغرب سے پہلے کھانے کی عادت نہ تھی مگر کبھی کبھی کھا لیا کرتے تھے۔ مگر معمول دو طرح کا تھا۔ جن دنوں میں آپ بعد مغرب عِشاء تک باہر تشریف رکھا کرتے تھے اور کھانا گھر میں کھاتے تھے اُن دنوں میں یہ وقت عِشاء کے بعد ہوا کرتا تھا۔ ورنہ مغرب اور عِشاء کے درمیان۔

مدتوں آپ باہر مہمانوں کے ہمراہ کھانا کھایا کرتے تھے اور یہ دستر خوان گول کمرہ یا مسجد مبارک میں بچھا کرتا تھا اور خاص مہمان آپ کے ہمراہ دستر خوان پر بیٹھا کرتے تھے یہ عام طور پر وہ لوگ ہوا کرتے تھے جنکو حضرت صاحب نامزد کر دیا کرتے تھے ایسے دستر خوان پر تعداد کھانے والوں کی دس سے بیس پچیس تک ہو جایا کرتی تھی۔

گھر میں جب کھانا نوش جان فرماتے تھے تو آپ کبھی تنہا مگر اکثر حضرت اماں جان یا کسی ایک یا سب بچوں کو ساتھ لے کر تناول فرمایا کرتے تھے۔ یہ عاجز کبھی قادیان میں ہوتا تو اس کو بھی شرف اس خانگی دستر خوان پر بیٹھنے کا مل جایا کرتا تھا۔

سحری آپ ہمیشہ گھر میں ہی تناول فرمایا کرتے تھے اور ایک دو موجودہ آدمیوں کے ساتھ یا تنہا۔ سوائے گھر کے باہر جب کبھی آپ کھانا کھاتے تو آپ کسی کے ساتھ نہ کھاتے تھے۔ یہ آپ کا حکم نہ تھا۔ مگر خدام آپ کی عزّت کی وجہ سے ہمیشہ الگ برتن میں کھانا پیش کیا کرتے تھے اگرچہ اور مہمان بھی سوائے کسی خاص وقت کے الگ الگ ہی برتنوں میں کھایا کرتے تھے۔

کس طرح کھانا تناول فرماتے تھے: جب کھانا آگے رکھدیا جاتا یا خوان بچھتا تو آپ اگر مجلس میں ہوتے تو یہ پوچھ لیا کرتے۔ کیوں جی۔ شروع کریں؟ مطلب یہ کہ کوئی مہمان رَہ تو نہیں گیا۔ یا سب کے آگے کھانا آ گیا۔ پھر آپ جواب ملنے پر کھانا شروع کرتے اور تمام دوران میں نہایت آہستہ آہستہ چبا چبا کر کھاتے۔ کھانے میں کوئی جلدی آپ سے صادر نہ ہوتی۔ آپ کھانے کے دوران میں ہر قسم کی گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ سالن آپ بہت کم کھاتے تھے اور اگر کسی خاص دعوت کے موقعہ پر دو تین قسم کی چیزیں سامنے ہوں تو اکثر صرف ایک ہی پر ہاتھ ڈالا کرتے تھے اور سالن کی جو رکابی آپ کے آگے سے اُٹھتی تھی وہ اکثر ایسی معلوم ہوتی تھی کہ گویا اسے کسی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ بہت بوٹیاں اور ترکاری آپ کو کھانے کی عادت نہ تھی۔ بلکہ صرف لعاب سے اکثر چھوا کر ٹکڑا کھا لیا کرتے تھے لقمہ چھوٹا ہوتا تھا اور روٹی کے ٹکڑے آپ بہت سے کر لیا کرتے تھے اور یہ آپ کی عادت تھی۔ دستر خوان سے اُٹھنے کے بعد سب سے زیادہ ٹکڑے روٹی کے آپ کے آگے سے ملتے تھے اور لوگ بطور تبرک کے ان کو اُٹھا کر کھا لیا کرتے تھے۔ آپ اس قدر کم خور تھے کہ باوجودیکہ سب مہمانوں کے برابر آپ کے آگے کھانا رکھا جاتا تھا مگر پھر بھی سب سے زیادہ آپ کے آگے سے بچتا تھا۔

بعض دفعہ تو دیکھا گیا کہ آپ صرف روکھی روٹی کا نوالہ منہ میں ڈال لیا کرتے تھے اور پھر اُنگلی کا سرا شوربے میں تر کر کے زبان سے چھوا دیا کرتے تاکہ لقمہ نمکین ہو جائے۔ پچھلے دنوں میں جب آپ گھر میں کھانا کھاتے تھے تو آپ اکثر صبح کے وقت مکّی کی روٹی کھایا کرتے تھے اور اس کے ساتھ کوئی ساگ۔ یا صرف لسّی کا گلاس یا کچھ مکھن ہوا کرتا تھا یا کبھی اچار سے بھی کھا لیا کرتے تھے۔ آپ کا کھانا صرف اپنے کام کے لئے قوت حاصل کرنے کے لئے ہوا کرتا تھا نہ کہ لذّتِ نفس کے لئے۔ بارہا آپ نے فرمایا کہ ہمیں تو کھانا کھا کر یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ کیا پکا تھا اور ہم نے کیا کھایا۔ ہڈیاں چُوسنے اور بڑا نوالہ اُٹھانے۔ زور زور سے چپڑ چپڑ کرنے، ڈکاریں مارنے یا رکابیاں چاٹنے یا کھانے کی مدح و ذم اور لذائذ کا تذکرہ کرنے کی آپ کو عادت نہ تھی۔ بلکہ جو پکتا تھا۔ وہ کھا لیا کرتے تھے کبھی کبھی آپ پانی کا گلاس یا چائے کی پیالی بائیں ہاتھ سے پکڑ کر پیا کرتے تھے اور فرماتے تھے ابتدائی عمر میں دائیں ہاتھ میں ایسی چوٹ لگی تھی کہ اب تک بوجھل چیز اس ہاتھ سے برداشت نہیں ہوتی اُکڑوں بیٹھ کر آپ کو کھانے کی عادت نہ تھی بلکہ آلتی پالتی مار کر بیٹھتے یا بائیں ٹانگ بٹھا دیتے اور دایاں گھٹنا کھڑا رکھتے۔

کیا کھاتے تھے: میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ مقصد آپ کے کھانے کا صرف قوت قائم رکھنا تھا نہ کہ لذّت اور ذائقہ اُٹھانا۔ اس لئے آپ صرف وہ چیزیں ہی کھاتے تھے جو آپ کی طبیعت کے موافق ہوتی تھیں اور جن سے دماغی قوت قائم رہتی تھی تاکہ آپ کے کام میں ہرج نہ ہو۔ علاوہ بریں آپ کو چند بیماریاں بھی تھیں۔ جن کی وجہ سے آپ کو کچھ پرہیز بھی رکھنا پڑتا تھا۔ مگر عام طور پر آپ سب طیّبات ہی استعمال فرما لیتے تھے اور اگرچہ اکثر آپ سے یہ پوچھ لیا جاتا کہ آج آپ کیا کھائیں گے؟ مگر جہاں تک ہمیں معلوم ہے خواہ کچھ پکا ہو آپ اپنی ضرورت کے مطابق کھا ہی لیا کرتے تھے اور کبھی کھانے کے بدمزہ ہونے پر اپنی ذاتی وجہ سے کبھی خفگی نہیں فرمائی۔ بلکہ اگر خراب پکے ہوئے کھانے اور سالن پر ناپسندیدگی کا اظہار بھی فرمایا تو صرف اس لئے اور یہ کہہ کر کہ مہمانوں کو یہ کھانا پسند نہ آیا ہوگا۔

روٹی آپ تندوری اور چولھے کی دونوں قسم کی کھاتے تھے۔ ڈبل روٹی چائے کے ساتھ یا بسکٹ اور بکرم بھی استعمال فرما لیا کرتے تھے۔ بلکہ ولائتی بسکٹوں کو بھی جائز فرماتے تھے اس لئے کہ ہمیں کیا معلوم کہ اس میں چربی ہے کیونکہ بنانے والے کا ادعا تو مکھن ہے پھر ہم ناحق بدگمانی اور شکوک میں کیوں پڑیں۔ مکّی کی روٹی بہت مدت آپ نے آخری عمر میں استعمال فرمائی۔ کیونکہ آخری سات آٹھ سال سے آپ کو دستوں کی بیماری ہو گئی تھی اور ہضم کی طاقت کم ہو گئی تھی۔ علاوہ ان روٹیوں کے آپ شیرمال کو بھی پسند فرماتے تھے اور باقر خانی قلچہ وغیرہ غرض جو جو اقسام روٹی کے سامنے آ جایا کرتے تھے آپ کسی کو رد نہ فرماتے تھے۔

سالن آپ بہت کم کھاتے تھے گوشت آپ کے ہاں دو وقت پکتا تھا۔ مگر دال آپ کو گوشت سے زیادہ پسند تھی یہ دال ماش یا اُڑد کی ہوتی تھی جس کے لئے گورداسپور کا ضلع مشہور ہے۔ سالن ہر قسم کا اور ترکاری عام طور پر ہر طرح کی آپ کے دستر خان پر دیکھی گئی ہے اور گوشت بھی ہر حلال اور طیّب جانور کا آپ کھاتے تھے۔ پرندوں کا گوشت آپ کو مرغوب تھا۔ اس لئے بعض اوقات جب طبیعت کمزور ہوتی تو تیتر فاختہ وغیرہ کے لئے شیخ عبد الرحیم صاحب نومسلم کو ایسا گوشت مہیا کرنے کو فرمایا کرتے تھے۔ مُرغ اور بٹیروں کا گوشت بھی آپ کو پسند تھا۔ مگر بٹیرے جب سے کہ پنجاب میں طاعون کا زور ہوا۔ کھانے چھوڑ دیئے تھے بلکہ منع کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کے گوشت میں طاعون پیدا کرنے کی خاصیت ہے اور بنی اسرائیل میں ان کے کھانے سے سخت طاعون پڑی تھی۔ حضور کے سامنے دو ایک دفعہ گوہ کا گوشت پیش کیا گیا۔ مگر آپ نے فرمایا کہ جائز ہے جس کا جی چاہے کھالے مگر رسول کریمؐ نے چونکہ اس سے کراہت فرمائی۔ اس لئے ہم کو بھی اس سے کراہت ہے اور جیسا کہ وہاں ہوا تھا۔ یہاں بھی لوگوں نے آپ کے مہمانخانہ بلکہ گھر میں بھی کچھ بچوں اور لوگوں نے گوہ کا گوشت کھایا۔ مگر آپ نے اُسے اپنے قریب نہ آنے دیا۔ مُرغ کا گوشت ہر طرح کا آپ کھا لیتے تھے۔ سالن ہو یا بھُنا ہوا، کباب ہو یا پلاؤ مگر اکثر ایک ران پر ہی گذارہ کر لیتے تھے اور وہی آپ کو کافی ہو جاتی تھی بلکہ کبھی کچھ بچ بھی رہا کرتا تھا۔ پلاؤ بھی آپ کھاتے تھے، مگر ہمیشہ نرم اور گداز اور گلے گلے ہوئے چاولوں کا اور میٹھے چاول تو کبھی خود کہہ کر پکوا لیا کرتے تھے مگر گُڑ کے اور وہی آپ کو پسند تھے۔ عمدہ کھانے یعنی کباب مُرغ، پلاؤ یا انڈے اور اسی طرح فیرینی میٹھے چاول وغیرہ تب ہی آپ کہہ کر پکوایا کرتے تھے۔ جب ضعف معلوم ہوتا تھا۔ جن دنوں میں تصنیف کا کام کم ہوتا یا صحت اچھی ہوتی تو ان دنوں میں معمولی کھانا ہی کھاتے تھے اور وہ بھی کبھی ایک وقت ہی صرف اور دوسرے وقت دُودھ وغیرہ گذارہ کر لیتے۔ دُودھ، بالائی، مکھن۔ یہ اشیاء بلکہ بادام روغن تک

صرف قوت کے قیام اور ضعف کے دُور کرنے کو استعمال فرماتے تھے اور ہمیشہ معمولی مقدار میں۔ بعض لوگوں نے آپ کے کھانے پر اعتراض کئے ہیں۔ مگر ان بیوقوفوں کو یہ خبر نہیں کہ ایک شخص جو عمر میں بوڑھا ہے اور اُسے کئی امراض لگے ہوئے ہیں اور باوجود اس کے وہ تمام جہان سے مصروف پیکار ہے۔ ایک جماعت بنا رہا ہے جس کے فرد فرد پر اس کی نظر ہے۔ اصلاح امت کے کام میں مشغول ہے۔ ہر مذہب سے الگ الگ قسم کی جنگ ٹھنی ہے۔ دن رات تصانیف میں مصروف ہے۔ جو نہ صرف اُردو بلکہ فارسی اور عربی میں۔ اور پھر وہی اس کو لکھتا اور وہی کاپی دیکھتا، وہی پُروف درست کرتا۔ اور وہی اُن کی اشاعت کا انتظام کرتا ہے۔ پھر سینکڑوں مہمانوں کے ٹھہرنے، اُترنے اور اعلیٰ حسب مراتب کھلانے کا انتظام، مباحثات اور وفود کا اہتمام، نمازوں کی حاضری مسجد میں روزانہ مجلسیں اور تقریریں، ہر روز بیسیوں آدمیوں سے ملاقات، اور پھر اُن سے طرح طرح کی گفتگو، مقدمات کی پیروی روزانہ سینکڑوں خطوط پڑھنے اور پھر ان میں سے بہتوں کے جواب لکھنے، پھر گھر میں اپنے بچوں اور اہل بیت کو بھی وقت دینا اور باہر گھر میں بیعت کا سلسلہ اور نصیحتیں اور دُعائیں۔ غرض اِس قدر کام اور دماغی محنتیں اور تفکرات کے ہوتے ہوئے اور پھر تقاضائے عُمر اور امراض کی وجہ سے اگر صرف اس عظیم الشان جہاد کے لئے قوت پیدا کرنے کو وہ شخص بادام روغن استعمال کرے۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ بادام روغن کوئی مزیدار چیز نہیں اور لوگ لذت کے لئے اسکا استعمال نہیں کرتے پھر اگر مزے کی چیز بھی استعمال کی تو ایسی نیت اور کام کرنے والے کے لئے تو وہ فرض ہے حالانکہ ہمارے جیسے کاہل الوجود انسانوں کے لئے وہی کھانے تعیش میں داخل ہیں۔

اور پھر جس وقت دیکھا جائے کہ وہ شخص ان مقوی غذاؤں کو صرف بطور قُوت لایموت اور سدِّ رمق کے طور پر استعمال کرتا ہے تو کون عقل کا اندھا ایسا ہوگا کہ اس خوراک کو لذائذِ حیوانی اور حظوظِ انسانی سے تعبیر کرے خدا تعالیٰ ہر مومن کو بدظنی سے بچائے۔

دُودھ کا استعمال آپ اکثر رکھتے تھے اور سوتے وقت تو ایک گلاس ضرور پیتے تھے اور دن کو بھی، پچھلے دنوں میں زیادہ استعمال فرماتے تھے کیونکہ یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اِدھر دُودھ پیا اور اُدھر دست آ گیا۔ اس لئے بہت ضعف ہو جاتا تھا۔ اس کے دُور کرنے کے لئے دن میں تین چار مرتبہ تھوڑا تھوڑا دُودھ طاقت قائم کرنے کو پی لیا کرتے تھے۔

دن کے کھانے کے وقت پانی کی جگہ گرمی کے موسم میں آپ لسی بھی پی لیا کرتے تھے۔ اور برف موجود ہو تو اس کو بھی استعمال فرما لیا کرتے تھے۔

ان چیزوں کے علاوہ شیرہ بادام بھی گرمی کے موسم میں جس میں چند دانہ مغز بادام اور چند چھوٹی الائچیاں اور کچھ مصری پیس کر چھن کر پڑتے تھے۔ پیا کرتے تھے۔ اور اگرچہ معمولاً نہیں۔ مگر کبھی کبھی رفع ضعف کے لئے آپ کچھ دن متواتر یخنی گوشت یا پاؤں کی پیا کرتے تھے۔ یہ یخنی بھی بہت بدمزہ چیز ہوتی تھی۔ یعنی صرف گوشت کو اُبلا ہوا رس ہوا کرتا تھا۔

میوہ جات آپ کو پسند تھے اور اکثر خدام بطور تحفہ کے لایا بھی کرتے تھے۔ گاہے گاہے خود بھی منگواتے تھے۔ پسندیدہ میووہ میں سے آپ کو انگور، بمبئی کا کیلا، ناگپوری سنگترے، سیب، سردے اور سرولی آم زیادہ پسند تھے۔ باقی میوے بھی گاہے گاہے جو آتے رہتے تھے کھا لیا کرتے تھے۔ گنا بھی آپ کو پسند تھا۔

شہتوت بیدانہ کے موسم میں آپ بیدانہ اکثر اپنے باغ کی جنس سے منگوا کر کھاتے تھے اور کبھی کبھی ان دنوں سَیر کے وقت باغ کی جانب تشریف لیجاتے اور مع سب رفیقوں کے اسی جگہ بیدانہ تڑوا کر سب کے ہمراہ ایک ٹوکرے میں نوشِ جان فرماتے اور خشک میووں میں سے صرف بادام کو ترجیح دیتے تھے۔

چائے کا میں پہلے اشارہ کر آیا ہوں۔ آپ جاڑوں میں صبح کو اکثر مہمانوں کیلئے روزانہ بنواتے تھے اور خود بھی پی لیا کرتے تھے۔ مگر عادت نہ تھی۔ سبز چائے استعمال کرتے اور سیاہ کو نا پسند فرماتے تھے۔ اکثر دُودھ والی میٹھی پیتے تھے۔

زمانہ موجودہ کے ایجادات مثلاً برف اور سوڈا لیمونیڈ، جنجر وغیرہ بھی گرمی کے دنوں میں پی لیا کرتے تھے بلکہ شدت گرمی میں برف بھی امرتسر لاہور سے خود منگوا لیا کرتے تھے۔

بازاری مٹھائیوں سے بھی آپ کو کسی قسم کا پرہیز نہ تھا نہ اس بات کی پرچول تھی کہ ہندو کی ساخت ہے یا مسلمانوں کی۔ لوگوں کی نذرانہ کے طور پر آوردہ مٹھائیوں میں سے بھی کھا لیتے تھے اور خود بھی روپیہ دو روپیہ کی مٹھائی منگوا کر رکھا کرتے تھے۔ یہ مٹھائی بچوں کے لئے ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ اکثر حضور ہی کے پاس چیزیں یا پیسہ مانگنے دوڑے آتے تھے۔ میٹھے بھرے ہوئے سموسے یا بیدانہ عام طور پر یہ دو ہی چیزیں آپ بچوں کے لئے منگوا رکھتے کیونکہ یہی قادیان میں ان دنوں میں اچھی بنتی تھیں۔

ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ کو اپنے کھانے کی نسبت اپنے مہمانوں کے کھانے کا زیادہ فکر رہتا تھا اور آپ دریافت فرما لیا کرتے کہ فلاں مہمان کو کیا کیا پسند ہے اور کس چیز کی اس عادت ہے۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کا جب تک نکاح نہیں ہوا۔ تب تک آپ کو ان کی دلداری کا اس قدر اہتمام تھا کہ روزانہ خود اپنی نگرانی میں ان کے لئے دُودھ، چائے، بسکٹ، مٹھائی، انڈے وغیرہ برابر صبح کے وقت بھیجا کرتے اور پھر لیجانے والے سے دریافت بھی کر لیتے تھے کہ انہوں نے اچھی طرح سے کھا بھی لیا۔ تب آپ کی تسلی ہوتی۔ اسی طرح خواجہ صاحب کا بڑا خیال رکھتے اور بار بار دریافت فرمایا کرتے کہ کوئی مہمان بھوکا تو نہیں رہ گیا۔ یا کسی کی طرف سے ملازمانِ لنگر خانہ نے تغافل تو نہیں کیا۔ بعض موقعہ پر ایسا ہوا کہ کسی مہمان کے لئے سالن نہیں بچا۔ یا وقت پر ان کے لئے کھانا رکھنا بھول گیا۔ تو اپنا سالن یا سب کھانا اس کے لئے اٹھوا کر بھجوا دیا۔

بار ہا ایسا بھی ہوا کہ آپ کے پاس تحفہ میں کوئی چیز کھانے کی آئی۔ یا خود کوئی چیز آپ نے ایک وقت منگوائی پھر اس کا خیال نہ رہا اور وہ صندوق میں پڑی پڑی سڑ گئی۔ یا خراب ہو گئی اور اسے سب کا سب پھینکنا پڑا۔ یہ دُنیادار کا کام نہیں۔ ان اشیاء میں سے اکثر چیزیں تحفہ کے طور پر خدا کے وعدوں کے ماتحت آتی تھیں۔ اور بار ہا ایسا ہوا کہ حضرت صاحب نے ایک چیز کی خواہش کی اور وہ اسی وقت کسی نو وارد یا مُرید با اخلاص نے لا کر حاضر کر دی۔

آپ کو کوئی عادت کسی چیز کی نہ تھی۔ پان البتہ کبھی کبھی دل کی تقویت یا کھانے کے بعد منہ کی صفائی کے لئے یا کبھی گھر میں سے پیش کر دیا گیا تو کھا لیا کرتے تھے۔ یا کبھی کھانسی نزلہ یا گلے کی خراش ہوئی تھی تو بھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ حقہ تمبا کو کو آپ نہ پسند فرمایا کرتے تھے بلکہ ایک موقعہ پر کچھ حقہ نوشوں کو نکال بھی دیا تھا ہاں جن ضعیف العمر لوگوں کو مدت العُمر سے عادی لگی ہوئی تھی ان کو آپ نے بسبب مجبوری کے اجازت دیدی تھی۔ کئی احمدیوں نے تو اِس طرح پر حقہ چھوڑا کہ ان کو قادیان میں وارد ہونے کے وقت حقہ کی تلاش میں تکیوں میں مرزا نظام الدین وغیرہ کی ٹولی میں جانا پڑتا تھا۔ اور حضرت صاحب کی مجلس سے اُٹھ کر وہاں جانا چونکہ بہشت سے نکل کر دوزخ میں جانے کا حکم رکھتا تھا۔ اس لئے باغیرت لوگوں نے ہمیشہ کے لئے حقہ کو الوداع کہی۔

ہاتھ دھونا وغیرہ: کھانے سے پہلے اور بعد میں ضرور ہاتھ دھویا کرتے تھے اور سردیوں میں اکثر گرم پانی استعمال فرماتے۔ صابون بہت ہی کم برتتے تھے۔ کپڑے یا تولیے سے ہاتھ پونچھا کرتے تھے بعض ملانوں کی طرح ڈاڑھی سے چکنے ہاتھ پونچھنے کی عادت ہرگز نہ تھی کلی بھی کھانے کے بعد فرماتے تھے۔ اور خلال بھی ضرور رکھتے تھے۔ جو اکثر کھانے کے بعد کیا کرتے تھے۔

رمضان کی سحری کے لئے آپ کے لئے سالن یا مُرغی کی ایک ران اور فرنی عام طور پر ہوا کرتے تھے اور سادہ روٹی کے بجائے ایک پراٹھا ہوا کرتا تھا۔ اگرچہ آپ اس میں سے تھوڑا سا ہی کھاتے تھے۔

کھانے میں مجاہدہ: اس جگہ یہ ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اوائلِ عمر میں گوشۂ تنہائی میں بہت بہت مجاہدات کئے ہیں اور ایک موقعہ پر متواتر چھ ماہ کے روزے منشائے الٰہی سے رکھے اور گھر سے جو کھانا آتا وہ چھپا کر کسی مسکین کو دیدیا کرتے تھے تا کہ گھر والوں کو معلوم نہ ہو۔ مگر اپنی جماعت کیلئے عام طور پر آپ نے ایسے مجاہدے پسند نہیں فرمائے بلکہ اس کی جگہ تبلیغ اور قلمی خدمات کو مخالفانِ اسلام کے برخلاف اس زمانہ کا جہاد قرار دیا۔ پس ایسے شخص کی نسبت یہ خیال کرنا کہ وہ دنیاوی لذّتوں کا خواہشمند ہے سراسر ظلم نہیں تو کیا ہے؟

لنگر خانہ میں آپ کے زمانہ میں زیادہ تر دال اور خاص مہمانوں کے لئے گوشت پکا کرتا تھا مگر جلسوں یا عیدین کے موقعہ پر یا جب کبھی آپ کے بچوں کا عقیقہ یا کوئی اور خوشی کا موقعہ ہو تو عام طور پر اُس دن پُلاؤ یا زردہ کا حکم دیدیا کرتے تھے کہ غرباء کو بھی اس میں شریک ہونے کا موقعہ ملے۔

الہام: کھانا کھلانے کی نسبت آپ کو ایک الہامی حکم ہے۔ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَ الْمُعْتَرَّ یعنی اے نبی! بھوکے اور سوال کرنیوالے کو کھلاؤ۔

ادویات: آپ خاندانی طبیب تھے۔ آپ کے والد ماجد اس علاقہ میں نامی گرامی طبیب گذر چکے ہیں اور آپ نے بھی طب سبقاً سبقاً پڑھی ہے مگر باقاعدہ مطب نہیں کیا۔ کچھ تو خود بیمار رہنے کی وجہ سے اور کچھ چونکہ لوگ علاج پوچھنے آ جاتے تھے۔ آپ اکثر مفید اور مشہور ادویہ اپنے گھر میں موجود رکھتے تھے نہ صرف یونانی بلکہ انگریزی بھی۔ اور آخر میں تو آپ کی ادویات کی الماری میں زیادہ تر انگریزی ادویہ ہی رہتی تھیں۔ مفصل ذکر طبابت کے نیچے آئے گا۔ یہاں اتنا ذکر کر دینا ضروری ہے کہ آپ کئی قسم کی مقوی دماغ ادویات کا استعمال فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً کوکا۔ کولا۔ مچھلی کے تیل کا مرکب۔ ایسٹن سرپ۔ کونین۔ فولاد وغیرہ اور خواہ کیسی ہی تلخ یا بدمزہ دوا ہو۔ آپ اس کو بے تکلف پی لیا کرتے۔

سر کے دَورے اور سردی کی تکلیف کے لئے سب سے زیادہ آپ مشک یا عنبر استعمال فرمایا کرتے تھے اور ہمیشہ نہایت اعلیٰ قسم کا منگوایا کرتے تھے۔ یہ مشک خریدنے کی ڈیوٹی آخری ایام میں حکیم محمد حسین صاحب لاہوری موجد مفرح عنبری کے سپرد تھی۔ عنبر اور مشک دونوں مدت تک سیٹھ عبد الرحمٰن صاحب مدراسی کی معرفت بھی آتے رہے۔ مُشک کی تو آپ کو اس قدر ضرورت رہتی کہ بعض اوقات سامنے رومال میں باندھ رکھتے تھے کہ جس وقت ضرورت ہوئی فوراً نکال لیا۔"

(بحوالہ سیرت المہدی حصہ دوئم صفحہ 137-119)

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ کے آخری ایام

☆عظیم معروفیاتِ دینیہ ☆آپ کا وصال ☆اور قدرتِ ثانیہ کا ظہور

(......محمد عمر ناظر اصلاح و ارشاد قادیان......)

خدا تعالیٰ کے اٹل اور مستمر قانون کے مطابق ہر متنفس کے لئے موت کا مزا چکھنا ضروری ہے۔ اس سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ یعنی ہر جاں موت کا مزا چکھنے والی ہے۔ (آل عمران آیت 86)

اِس قانون الٰہی سے اشرف المخلوقات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مستثنیٰ نہیں ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُوْنَ یعنی اے محمدؐ! ہم نے کسی بشر کو تجھ سے پہلے ہمیشگی عطا نہیں کی پس اگر تو مر جائے تو کیا وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟

(الانبیاء آیت 35)

یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ تجھ سے پہلے کسی کو بھی ہم نے غیر معمولی لمبی زندگی عطا نہیں فرمائی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تو فوت ہو جائے اور دوسرے غیر طبعی لمبی زندگی پائیں۔

خدا تعالیٰ کے اسی قانونِ قدرت کے تحت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ دنیا میں ایک عظیم الشان روحانی انقلاب کی بنیاد ڈالنے کے بعد مورخہ 26 مئی 1908ء کو اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔

آپ کی زندگی کا آخری جلسہ سالانہ 1907ء کو قادیان میں ہوا۔ اس لحاظ سے 2007ء کا جلسہ سالانہ صد سالہ جلسہ سالانہ ہو جاتا ہے۔

یعنی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جلسہ سالانہ میں فرمائی گئی آخری تقریر پر سو سال پورے ہو رہے ہیں۔ مورخہ 27 دسمبر 1907ء بروز جمعۃ المبارک اور مورخہ 28 دسمبر 1907ء بروز ہفتہ اقدس علیہ السلام نے جو عظیم الشان تقریریں فرمائی ہیں وہ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بے نظیر دلائل اپنے اندر رکھتی ہیں۔

آپ نے اپنی اِس تقریر میں 25 سال قبل کی اقتداری پیشگوئیوں کا ذکر فرماتے ہوئے نہایت جلالی رنگ میں اُن کے پورے ہونے کا ذکر فرمایا۔ اسی طرح آپ نے اس تقریر میں سورۃ فاتحہ کی بے نظیر اور اچھوتے انداز میں تفسیر بیان فرماتے ہوئے اپنی صداقت کے دلائل پیش فرمائے۔

آپ نے اپنی تقریر میں آنے والے خطرناک دنوں کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا

"یاد رکھو۔ بہت سخت دن آنے والے ہیں جن میں دنیا کو نہایت خطرناک شدائد اور مصائب کا سامنا کرنا پڑیگا۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ عنقریب سخت وبائیں اور طرح طرح کی آفات ارضی و سماوی ظاہر ہونے والی ہیں۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 67)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک سو سال قبل کی فرمودہ پیشگوئیاں نہایت شاندار رنگ میں پوری ہوتے ہوئے دنیا دیکھ رہی ہے۔ آج آپ کی جماعت 189 ممالک میں کروڑوں کی تعداد میں ہے۔ اور اسی طرح آئے دن مختلف قسم کی ارضی و سماوی تباہ کاریوں کا اور خدا تعالیٰ کے قہری نشانوں کا دنیا نظارہ کر رہی ہے۔

اسی طرح آپ نے 28 دسمبر 1907ء کو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بروز ہفتہ بعد نماز ظہر و عصر جو تقریر مسجد اقصیٰ میں فرمائی وہ 27 دسمبر کی تقریر کا تسلسل تھا اِس تقریر کی ابتداء کرتے ہوئے یوں فرمایا۔

"زندگی کا کچھ اعتبار نہیں جس قدر لوگ اِس جگہ موجود ہیں معلوم نہیں ان میں سے کون سال آئندہ تک زندہ رہیگا اور کون مر جائیگا زمانہ نازک ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر طرح سے لوگوں کو سمجھا دیں یہ زمانہ بہت نازک ہے۔ خدا تعالیٰ نے اِس قدر مجھے بار بار آئندہ اور بھی خطرناک زمانہ کے آنے کے متعلق وحی کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت قریب ہے اور وہ جلد آنے والی ہے۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 81)

گویا کہ آپ کی یہ دونوں تقریریں جماعت احمدیہ کے لئے اور غیر از جماعت کے لئے اور خاص کر حق و صداقت کے منکروں اور متلاشیانِ حق کے لئے وصیت کا رنگ رکھتی ہیں۔ یہ دونوں تقریریں ملفوظات جلد 4 صفحہ 23 تا صفحہ 99 کل 76 صفحات پر مشتمل ہیں۔ ہر متلاشی حق کے لئے وہ حصہ پڑھنا ضروری ہے۔

یہ تقریریں جلسہ سالانہ 1907ء کی فرمودہ ہیں جس پر امسال ایک سو سال پورے ہو رہے ہیں اور اِس ایک سو سال کے عرصہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اِس جلسہ میں فرمودہ تمام پیشگوئیاں پوری ہوتی ہوئی نظر آتی ہیں اور یہ باتیں ہمارے ازدیاد ایمان کا باعث ثابت ہوئی ہیں۔

حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے آخری ایام وفات اور اس کے بعد ہوئے انتخاب خلافت کے بارے میں محترم حضرت شیخ عبد القادر صاحب مرحوم (سابق سوداگرمل) کی سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام موسومہ حیات طیبہ کی بنیاد پر چند امور درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت ام المؤمنین کے علاج کے سلسلہ میں مورخہ 29 اپریل 1908ء کو لاہور تشریف فرما ہوئے اُس وقت مخالفت بڑے زوروں پر تھی روزانہ آپ کی قیام گاہ کے سامنے شریر اور بدباطن لوگ جمع ہو کر نہایت ہی گندی اور اشتعال انگیز تقریریں کرنے لگتے اُس وقت حضور اقدس علیہ السلام نے اپنے متبعین کو ان گالیوں پر صبر اختیار کرنے، اپنے جذبات کو ضبط کر کے کسی قسم کا ردّ عمل ظاہر نہ کرنے کی تاکید فرمائی جیسا کہ مخالفین کی ایذا رسانیوں پر حضرت رسول کریم صلعم نے فرمایا تھا کہ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ وَ اُمِرْتُ بِالْعَفْوِ کہ میں اعلیٰ اخلاق کے قیام کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں اور مجھے معافی کا حکم دیا گیا ہے۔

یہی کیفیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اختیار فرمائی تھی۔

اسی دوران 9 مئی 1908ء کو آپ کو الہام ہوا۔

اَلرَّحِيْلُ ثُمَّ الرَّحِيْلُ اِنَّ اللّٰهَ يَحْمِلُ كُلَّ حِمْلٍ یعنی کوچ پھر کوچ اللہ تعالیٰ سارا بوجھ خود اُٹھا لیگا۔ (الحکم جلد 12 نمبر 35)

یہ الہام حضرت اقدس علیہ السلام کے وصال کی گھڑی کے بالکل قریب آجانے کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ مگر حضورؑ نہایت استقلال کے ساتھ حسب معمول اپنے کام میں منہمک رہے اور کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار نہیں فرمایا۔

16 مئی 1908ء کو رات کے وقت پھر آپ کو الہام ہوا مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار یعنی ناپائیدار عمر پر بھروسہ نہ رکھ اس الہام سے آپ کی وفات کا وقت بالکل قریب ہونا ظاہر ہو گیا۔ مگر حضورؑ حسب معمول پورے اطمینان کے ساتھ اپنے دینی کاموں میں مصروف رہے۔

17 مئی 1908ء کو حضرت اقدسؑ کی تجویز کے مطابق شہر کے رؤسا اور عمائدین کو دعوت طعام دی گئی۔ حضور اقدسؑ سے ملاقات کا انتظام ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان کے صحن میں کیا گیا تھا۔

جب شامیانے کے نیچے سب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت اقدس نے لوگوں کے اصرار پر 11 بجے تقریر شروع فرمائی جن میں اُن اعتراضات کے نہایت تسلی بخش جوابات دیئے گئے جو آپ کے دعاوی اور تعلیمات پر مخالفین کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔ اور مخالفین پر نہایت مُدلّل طریق سے اتمام حجت کیا گیا۔

جب 12 بج گئے تو حضرت نے فرمایا اب کھانے کا وقت گذرا جاتا ہے چاہو تو میں اپنی تقریر بند کر دیتا ہوں تو اکثر لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ یہ کھانا تو ہم ہر روز کھاتے ہیں لیکن یہ روحانی غذا ہر روز کہاں نصیب ہوتی ہے۔ پس حضور تقریر جاری رکھیں اس کے مطابق حضور اقدس کی یہ معرکۃ الآراء تقریر ایک بجے بعد دوپہر تک جاری رہی۔ اس کے بعد حضرت اقدس مع مہمانوں کے کھانا کھانے تشریف لے گئے۔

دعوتِ طعام کے موقعہ پر بعض معززین نے یہ تجویز پیش کی کہ حضورؑ نے جو تقریر فرمائی تھی چونکہ ایک محدود طبقہ ہی میں کی گئی تھی۔ اس لئے حضور ایک پبلک لیکچر بھی دیدیں جس میں کثرت سے لوگ حاضر ہو کر مستفیض ہو سکیں۔ حضور اقدس نے ازراہِ نوازش یہ تجویز منظور فرمائی۔ اس کیلئے ایک مضمون قلمبند فرمانے لگے۔ اس مضمون کا عنوان تھا "پیغام صلح"، حضور اقدس یہ چاہتے تھے کہ اس مضمون کے ذریعہ ہندوستان کی دو مشہور اقوام یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مذہبی طور پر صلح ہو جائے۔ اس کے لئے آپ نے چند تجاویز بھی پیش فرمائی تھیں۔ (لیکن ابھی یہ مضمون سنائے جانے کا موقعہ نہیں ملا تھا کہ آپ کی وفات ہو گئی۔) یہ مضمون حضور اقدس علیہ السلام کے وصال کے بعد 21 جون 1908ء کو بروز اتوار 7 بجے صبح لاہور کے یونیورسٹی ہال میں ایک بڑے مجمع کے سامنے خواجہ کمال الدین صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ اِس جلسہ کی صدارت لاہور چیف کورٹ کے جسٹس سر پرتول چندر چیٹر جی نے کی تھی۔ اس لیکچر میں درج شدہ تجاویز صلح کو سبھی نے بہت پسند کیا۔ اِس لیکچر موسومہ پیغام صلح کا مختلف عالمی زبانوں میں ترجمہ ہو کر وسیع پیمانے میں اشاعت ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی تقریر پیغام صلح کی تصنیف میں مصروف تھے کہ 20 مئی کو پھر الہام ہوا الرحیل ثم الرحیل والموت قریب یعنی کوچ کا وقت آ گیا ہے۔ کوچ کا وقت آ گیا ہے۔ اور موت قریب ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ اطلاع ملنے پر آپ نے اپنا لیکچر پیغام صلح کو مکمل فرما کر کاتب کے حوالہ کر دیا۔ عصر کی نماز کے بعد حضورؑ نے وفات مسیح علیہ السلام کے بارے میں ایک مختصر تقریر فرمائی۔ یہ حضور کی آخری تقریر تھی۔ پھر حسب معمول سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ کرایہ کی ایک گاڑی حاضر تھی حضور اقدس نے اپنے مخلص مرید حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانیؓ سے فرمایا کہ گاڑی والے سے کہہ دیں کہ میں صرف ایک گھنٹہ کی ہوا خوری کر کے واپس آنا چاہتا ہوں۔ اس طرح حضور ایک گھنٹہ ہوا خوری کر کے واپس گھر تشریف لے آئے اُس وقت حضور کو کوئی خاص بیماری بظاہر نظر نہیں آ رہی تھی۔ البتہ مسلسل مضمون لکھنے کی وجہ سے کسی قدر ضعف تھا۔ آپ نے مغرب و عشاء کی نمازیں ادا کیں پھر تھوڑا سا کھانا تناول فرما کر آرام فرمانے کے لئے لیٹ گئے۔

آپ کے وصال کے واقعہ کی تفصیل آپ کے

صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ یوں تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کو اِس قدر ضعف تھا کہ آپ چارپائی پر لیٹتے ہوئے اپنا جسم سہار نہیں سکے اور قریباً بے سہارا ہو کر چارپائی پر گر گئے اس پر حضرت والدہ صاحبہ نے گھبرا کر کہا کہ اللہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا۔ یعنی اب وقت مقدر آن پہنچا ہے اور اس کے ساتھ ہی فرمایا مولوی صاحب (یعنی حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب جو آپ کے خاص مقرب ہونے کے علاوہ ماہر طبیب تھے) کو بُلواؤ اور یہ بھی فرمایا کہ محمود (یعنی ہمارے بڑے بھائی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب) اور میر صاحب (یعنی حضرت میر ناصر نواب صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خسر تھے) کو جگا دو۔ چنانچہ سب لوگ جمع ہو گئے اور بعد میں ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو بھی بلوالیا اور علاج میں جہاں تک انسانی کوشش ہو سکتی تھی وہ کی گئی۔ مگر خدائی تقدیر کو بدلنے کی کسی شخص میں طاقت نہیں کمزوری لحظہ بلحظہ بڑھتی گئی...... نبض محسوس ہونے سے رک گئی۔ زبان اور گلے میں خشکی بھی پیدا ہو گئی۔ جس کی وجہ سے بولنے میں تکلیف محسوس ہوتی تھی مگر جو کلمہ بھی اُس وقت آپ کے منہ سے سنائی دیتا تھا وہ تین الفاظ میں محدود تھا۔ اللہ میرے پیارے اللہ۔ اس کے سوا کچھ نہیں فرمایا۔ مرض الموت کے وقت حضرت رسول اکرم صلعم بھی یا رفیق الاعلیٰ کا ورد فرما رہے تھے۔

صبح کی نماز کا وقت ہوا تو اُس وقت خاکسار (مؤلف حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے سلمہ الرحمٰن۔ ناقل) بھی پاس کھڑا تھا۔ نحیف آواز میں دریافت فرمایا۔ کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ ایک خادم نے عرض کیا کہ ہاں حضور ہو گیا ہے۔ اس پر آپ نے بستر کے ساتھ دونوں ہاتھ تیمم کے رنگ میں چھو کر لیٹے لیٹے ہی نماز کی نیت باندھی۔ مگر اسی دوران میں بے ہوشی کی حالت ہو گئی۔ جب ذرا ہوش آیا تو پھر پوچھا کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ عرض کیا گیا ہاں حضور ہو گیا ہے۔ پھر دوبارہ نیت باندھی اور لیٹے لیٹے نماز ادا کی۔ اس کے بعد نیم بے ہوشی کی کیفیت طاری رہی۔ مگر جب کبھی ہوش آتا تھا وہی الفاظ اللہ۔ میرے پیارے اللہ سنائی دیتے تھے اور ضعف لحظہ لحظہ بڑھتا جاتا تھا۔ آخر دس بجے صبح کے وقت نزع کی حالت پیدا ہو گئی۔ اور یقین کر لیا گیا کہ اب بظاہر حالت بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ اُس وقت تک حضرت والدہ صاحبہ نہایت صبر اور برداشت کے ساتھ دعا میں مصروف تھیں۔ اور سوائے ان الفاظ کے اور کوئی لفظ آپ کی زبان پر نہیں تھا ''خدایا ان کی زندگی دین کی خدمت میں خرچ ہوئی ہے تو میری زندگی بھی اُن کو عطا کر دے''۔ لیکن اب جب کہ نزع کی حالت پیدا ہو گئی تو انہوں نے نہایت درد بھرے الفاظ سے روتے ہوئے کہا ''خدایا یہ تو اب ہمیں چھوڑ رہے ہیں لیکن تو ہمیں نہ چھوڑیو'' آخر ساڑھے دس بجے کے قریب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دو لمبے لمبے سانس لئے اور آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر کے اپنے ابدی آقا اور محبوب کی خدمت میں پہنچ گئی۔ انّا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ کُلّ من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام''

(سلسلہ احمدیہ صفحہ 182 تا 184)

حضور اقدس علیہ السلام کے وصال کی خبر تمام شہر میں آناً فاناً پھیل گئی۔ مگر چونکہ حضور 25 مئی 1908ء تک باقاعدہ اپنی تصنیف کے مشغلہ میں مصروف رہے اور اُس روز قبل شام حسب معمول سیر کو بھی تشریف لے گئے تھے اس لئے باہر کے احباب تو الگ رہے لاہور کے احمدیوں کو بھی حضور کے وصال کا یقین نہیں آتا تھا۔ اور وہ یہ دعائیں کرتے کرتے احمدیہ بلڈنگز میں جمع ہو رہے تھے کہ خدا کرے یہ افواہ غلط ہو۔ مگر جب احمدیہ بلڈنگز میں پہنچے تو افواہ کو حقیقت پر مبنی جان کر دنیا اُن کی نگاہ میں تیرہ و تار ہوئی جاتی تھی اور شدت غم سے دیوانوں کی طرح نظر آتے تھے۔

یہ تو اہل جماعت کا حال تھا۔ رہے غیر از جماعت لوگ تو وہ دو حصوں میں منقسم تھے۔ ایک حصہ جو شریف طبقے سے متعلق تھا اُن کو حضرت اقدس کی وفات پر بلحاظ آپ کے اسلامی جرنیل ہونے کے رنج و قلق تھا اور اُن میں سے ایک خاصی تعداد حضور کا آخری دیدار اور اظہار غم و ہمدردی کے لئے احمدیہ بلڈنگ میں آ گئی۔ دوسرا طبقہ جو پہلے طبقہ کی ضد تھا اُس نے ایسی کرتوت کا مظاہرہ کیا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مخالفوں نے آپ کے جنازے کی روانگی کے بعد ایک مذموم حرکت یہ کی کہ اپنوں میں سے کسی کا منہ کالا کر کے اور اُس کو چارپائی پر لٹا کر مصنوعی جنازہ تیار کیا اور اُسے اُٹھا کر ہائے ہائے مرزا، ہائے ہائے مرزا کا شور کرتے ہوئے موچی دروازے سے ریلوے سٹیشن کی طرف روانہ ہوئے اُس وقت حضرت اقدس کے مسلمان کہلانے والے مخالفوں نے جو کچھ کیا وہ تعلیم اسلام، شرافت بلکہ انسانیت سے بھی کیا تعلق رکھتا ہے......؟

حضرت اقدس کی نعش مبارک سیکنڈ کلاس کے ایک ریزرو بوگی میں رکھوادی گئی تھی گاڑی لاہور سے پونے چھ بجے روانہ ہوئی اور رات کے دس بجے بٹالہ پہنچی۔ جنازہ گاڑی میں رہا۔ جس کی حفاظت کے لئے خدام پاس موجود رہے۔ دو بجے نعش مبارک صندوق سے باہر نکالی گئی اور ایک چارپائی پر رکھ کر خدام نے جنازہ کندھوں پر اُٹھا لیا۔ صبح 8 بجے کے قریب گیارہ میل کا سفر طے کر کے قادیان پہنچا دیا۔ راستہ میں عجیب کیفیت تھی سلسلہ کے مخلصین اپنے محبوب آقا کے جنازے کو لے کر اشکبار آنکھوں کے ساتھ درود شریف پڑھتے ہوئے چل رہے تھے اور ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ دیر تک جنازہ کو اپنے کندھوں پر اُٹھا کر لے جائے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ تیرہ سو سال کے بعد ایک عظیم الشان مصلح اور نائب رسول صلعم کو اللہ تعالیٰ نے اِس جہاں کی اصلاح کے لئے بھیجا اور پھر سارے جہان میں سے اُس کا جنازہ اُٹھانے کے لئے محض اپنے فضل و کرم سے اور رحمت سے اُنہیں چُن لیا۔ پس یہ اُن کے لئے کوئی معمولی فخر کی بات نہیں تھی بہر حال مسیح محمدیؑ کے عاشقوں نے چند گھنٹوں کے اندر اندر نعش مبارک قادیان میں پہنچا دی۔ اور یہ جسد اطہر و مبارک اُس باغ میں جو بہشتی مقبرہ کے ساتھ ملحق ہے، بحفاظت تمام رکھ دیا گیا اور جماعت کے تمام دوستوں کو جو بارہ سو کی تعداد میں تھے جن میں سے کافی دوست انبالہ، جالندھر، کپورتھلہ، امرتسر، لاہور، گوجرانوالہ، وزیر آباد، جموں، گجرات، بٹالہ گورداسپور وغیرہ وغیرہ مقامات سے بھی آئے ہوئے تھے۔ اپنے محبوب آقا کی آخری زیارت کا موقعہ دیا گیا۔

خلافت کا قیام: 27 مئی کو تمام حاضر الوقت جماعت نے متفقہ طور پر حضرت مولانا حکیم حافظ نور الدین صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پہلا خلیفہ منتخب کر کے ان کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اور اس طرح سے حضرت اقدس کا وہ الہام پورا ہوا کہ ستائیس کا واقعہ (بدر جلد 6 نمبر 51)

پہلی بیعت کا نظارہ بھی اپنے اندر ایک عجیب کیفیت لئے ہوئے تھا۔ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل آپ کی وفات کے صدمہ کی وجہ سے چور چور ہو رہے تھے اور کوئی چیز اُن کے زخمی اور مجروح دلوں پر مرہم کا کام نہیں دے سکتی تھے۔ بجز اس کے کہ وہ ایک ہاتھ پر جمع ہو کر حضرت اقدس کے کام کو جاری رکھ سکیں۔ چنانچہ تمام جماعت قادیان نے حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ کی خدمت میں یہ تحریری درخواست پیش کی کہ

''مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں اِس امر پر صدق دل سے متفق ہیں کہ اوّل المہاجرین حضرت حاجی حکیم مولوی نور الدین صاحب جو ہم سب میں سے اعلم اور اتقٰی ہیں اور حضرت امام صاحب کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہیں اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اُسوۂ حسنہ قرار فرما چکے ہیں جیسا کہ آپ کے شعر۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک زِ اُمّت نورِ دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

سے ظاہر ہے، کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت موجود اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود کا تھا۔''

چنانچہ اِس درخواست کے مطابق اُسی وقت تمام احمدی احباب نے جو قادیان میں موجود تھے جن کی تعداد بارہ سو تھی حضرت مولوی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اور اِس طرح سے یہ بیعت جماعت کے کامل اتحاد کا باعث ہوئی۔ حضرت اقدس کے سارے خاندان نے بھی آپؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔ اور قادیان اور بیرون جات سے آمدہ احباب نے بھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بیعت خلافت کے بعد جو حضرت اقدس کے باغ میں ایک آم کے درخت کے نیچے ہوئی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے تمام حاضر الوقت احمدیوں کے ساتھ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی نماز جنازہ ادا کی۔ نماز میں گریہ وزاری اور رقت کا یہ عالم تھا کہ تمام مخلصین کی اپنے مولیٰ کے حضور غم و حزن سے ملے جُلے جذبات کے ساتھ چیخیں نکل رہی تھیں۔ کچھ گذشتہ زمانہ کی حضرت اقدس کی صحبتیں آنکھوں کے سامنے آ گئی ہوں گی۔ کچھ حضور کے اِس طرح آناً فاناً جُدا ہونے کی وجہ سے غم کا غلبہ آنکھوں میں آنسو لا رہا ہوگا۔ پُرانے صحابہ کرام کا بیان ہے کہ اُس وقت کی حالت الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔

نماز کے بعد چھ بجے شام کے قریب جنازہ بہشتی مقبرہ میں لے جا کر دفن کر دیا گیا اور اِس طرح سے اُس پاک اور مقدس وجود کو جس کی کل انبیاء بشارتیں دیتے چلے آئے تھے اور جس نے کل مذہبی دنیا میں زندہ مذہب، زندہ خدا، زندہ کتاب اور زندہ نبی کو پیش کر کے ایک روحانی انقلاب پیدا کر دیا تھا اور دین اسلام کو نہ صرف دلائل اور براہین کے ساتھ بلکہ زندہ معجزات کو پیش کر کے تمام ادیان عالم پر غالب کر کے دکھا دیا تھا ہمیشہ ہمیش کے لئے اپنے مالک اور حی و قیوم خدا کے سپرد کر کے ایک بار پھر آخری دعا کر کے اشکبار آنکھوں اور غمگین دلوں کے ساتھ احباب گھروں کو واپس لوٹے۔

(خلاصہ از تصنیف حیات طیبہ صفحہ 347 تا 360)

اے خدا کے برگزیدہ مسیح و مہدی! آپ نے حق و صداقت کا جو بیج ڈالا تھا اب وہ پھیلتا پھولتا تناور درخت بن چکا ہے اور اکناف عالم کے 189 ممالک میں اسکی شاخیں پہنچ رہی ہیں۔ اس کی ترقی کے راستے میں کوئی طاقت روک نہیں بن سکتی۔ دنیا کے جلیل القدر بادشاہ آپ کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈنے میں فخر محسوس کرتے ہیں!! آپ کا نام تا قیامت عزت و احترام کے ساتھ لیا جائیگا۔

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و عبدک المسیح الموعود و بارک و سلم انک حمید مجید۔

☆☆☆☆☆

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی 1907ء کی عظیم الشان پیشگوئی اور ڈاکٹر الیگزینڈر ڈوئی کی عبرتناک ہلاکت

شیخ مجاہد احمد شاستری استاذ جامعہ احمدیہ قادیان

سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام (1908-1835) کو اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے مسیح اور مہدی کے طور پر مبعوث فرمایا۔ اور یہ خدا تعالیٰ کی سنت متواترہ ہے کہ وہ جس شخص کو بنی نوع کی ہدایت کیلئے چنتا ہے اس کے غلبہ کے سامان بھی غیب سے عطا فرماتا ہے۔ اس میں اپنی طرف سے قوت قدسیہ عطا فرماتا ہے، اس کے لئے طرح طرح کے معجزات اور نشانات ظاہر ہوتے ہیں ان نشانوں کو دیکھ کر بنی نوع انسان کا سعید طبقہ جو روحانیت کا متلاشی اور پیاسہ ہوتا ہے فی الفور ایمان لے آتا ہے اور مقربین اور مقبولین کے درجہ میں شمار ہو جاتا ہے جبکہ اس کے برعکس کچھ لوگ اس مامور کا انکار کرتے ہیں اور اس کو جھوٹا مکار و مفتری خیال کرتے ہیں۔ یہ لوگ مامورین اللہ پر نازل ہونے والے نشانات کا انکار کرتے ہیں اور بعض ان میں سے ان کا مقابلہ کرنے کی سوچتے ہیں مرسلین سے مقابلہ تو دور بلکہ وہ خود انبیاء کی صداقت و سچائی کا نشان بن جاتے ہیں۔

آج اس مضمون میں ایسے ہی ایک شخص کی بابت بیان کرنا مقصود ہے جو اپنے آپ کو عیسائیت کا سب سے بڑا علمبردار اور مناد خیال کرتا تھا۔ وہ شخص عیسائی مذہب کو سب سے افضل مذہب اور عیسیٰ علیہ السلام کو سب سے اعلیٰ و بلند نبی تصور کرتا تھا۔ اس کا یہ بھی سوچنا تھا کہ وہ الیاس نبی (ایلیا ثالث) ہے۔ نیز وہ یسوع مسیح کے نزول سے قبل اس کا راستہ صاف کرنے پر مامور کیا گیا ہے۔ یہ شخص امریکہ کا رہنے والا عیسائیت کا عظیم علمبردار ڈاکٹر جان الیگزنڈر ڈوئی تھا۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنے اخبار Leaves of Healing (اوراق شفاء) جاری کیا۔ ایک نیا شہر Zion شکاگو کے قریب آباد کیا اور کرسچین کیتھولک چرچ کی بنیاد رکھی۔ اس کے مقابلہ پر جری اللہ مامور زمانہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام نے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا کہنے پر للکارا۔ اسے مباہلہ کی دعوت دی کہ "خدا تعالیٰ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے اسے سچے کی زندگی میں ہلاک کرے۔" یہ دعوت اسے دو مرتبہ 1902 اور 1903ء میں بھیجی گئی مگر ڈاکٹر ڈوئی نے کوئی جواب نہ دیا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے آنے کی ایک غرض "کسر صلیب اور قتل خنزیر" بھی تھی جس کی ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے یہ اعلان کیا کہ:

"خدا نے کسر صلیب کے لئے میرا نام مسیح قائم رکھا تا جس صلیب نے مسیح کو توڑا تھا اور اس کو زخمی کیا تھا دوسرے وقت میں مسیح اس کو توڑے مگر آسمانی نشانوں کے ساتھ نہ انسانی ہاتھوں کے ساتھ کیونکہ خدا کے نبی مغلوب نہیں رہ سکتے۔ سو ان عیسوی کی بیسویں صدی میں پھر خدا نے ارادہ فرمایا کہ صلیب کو مسیح کے ہاتھ سے مغلوب کرے ......" (حقیقۃ الوحی صفحہ 521: ، روحانی خزائن جلد نمبر 22)

ڈاکٹر ڈوئی کا تمرد اور تعلّی جب حد سے بڑھی اور وہ مقابلہ پر بھی نہ آیا تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"......اگر وہ مجھ سے مباہلہ کرتے تو میری زندگی میں ہی بہت حسرت اور دکھ کے ساتھ مرے گا اور اگر مباہلہ بھی نہ کرے تب بھی وہ خدا کے عذاب سے نہیں بچ سکے گا۔" (ایضاً صفحہ 509)

اس طرح حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

"میں خدا سے دعا کرتا تھا اور کاذب کی موت چاہتا تھا چنانچہ کئی دفعہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی کہ تو غالب ہوگا۔" (حاشیہ ایضاً)

پھر اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر آپ نے فرمایا کہ:

"اب ظاہر ہے کہ ایسا نشان (جو فتح عظیم کا موجب ہے) جو تمام دنیا ایشیا، امریکہ، یورپ اور ہندوستان کے لئے ایک کھلا کھلا نشان ہو سکتا ہے وہ یہی ڈوئی کے مرنے کا نشان ہے۔" (ایضاً صفحہ 511)

اس نشان کے ظہور کے ساتھ نہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی پوری ہوئی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی پیشگوئی پوری ہوئی جو آپ نے آنے والے مسیح کے حق میں "یَقْتُلُ الْخِنْزِیر" کے الفاظ میں بیان فرمائی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ وہی خنزیر تھا جس کے قتل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ مسیح موعود کے ہاتھ پر مارا جائے گا۔" (ایضاً صفحہ 513)

ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی کا تعارف

جان الیگزنڈر ڈوئی 1847ء میں سکاٹ لینڈ کے علاقہ ایڈین برگ میں پیدا ہوا۔ اس کا خاندان 1860ء میں آسٹریلیا منتقل ہو گیا۔ وہاں پر ڈوئی نے اپنے چچا کے ساتھ جوتوں کی دوکان پر کام کرنا شروع کر دیا۔ 1867ء میں ڈوئی حصول تعلیم کے لئے دوبارہ سکاٹ لینڈ آ گیا۔ وہاں اس نے دو تین سال مذہبی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں آسٹریلیا آ کر کانگریگیشنل چرچ میں سڈنی کے قریب شہر بنوشن سے منسلک ہو گیا پھر وہ ملبورن چرچ میں منسٹر کے عہدے پر نامزد ہوا۔ 1878ء میں اس نے انٹرنیشنل ہیلنگ ایسوسی ایشن بنا کر لوگوں میں شہرت حاصل کرنا شروع کر دی کہ وہ لوگوں کی شفا دیگا۔

جولائی 1888ء میں ڈوئی امریکہ آیا اور سان فرانسسکو میں اپنی نام نہاد "شفاء" کی کاروائیاں شروع کر دیں۔ 1896ء میں اس نے اپنا ایک الگ فرقہ کرسچین کیتھولک چرچ کے نام سے بنایا۔ 1897ء میں اس نے صیحون کا مرکزی ...... اجتماع بنایا بعد ازاں اس نے شکاگو سے 42 میل دور شمال کی جانب زمین خریدی۔ اگلے سال کے آغاز پر اس نے اپنے پیروکاروں کو مجوزہ شہر صیحون کا خاکہ دیا۔ شہر کے لئے اس نے 16600 ایکڑ اراضی خریدی اور یہ شہر جھیل مشی گن کے کنارے تعمیر کیا جانا قرار پایا۔ یہاں سے ڈوئی کے عروج کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ اس نے دن دوگنی رات چوگنی ترقی۔ کی اگلے سات سالوں میں اس کے پیروؤں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ اخبارات اور میڈیا میں بکثرت اس کی اشاعت ہوئی۔

ڈوئی کے دعوے : ☆ 22

جنوری 1896ء کو ڈوئی نے اپنے الگ فرقے کی بنیاد رکھی اور اس کا سربراہ خود کو قرار دیا۔ ☆ 12 جون 1901ء کو اس نے ایلیا (الیاس) ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا جیسے یوحنا ایلیا کا بروز بن کر آیا تھا۔ مجھے بھی خدا نے ایلیا بنا کر بھیجا ہے۔ ☆ 18 ستمبر 1904ء کو اپنے قائم کردہ فرقے کے رسول اوّل (First Apostle) ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ ☆ دوسرے عیسائی فرقوں کو تباہ کرنے کے متعلق دعویٰ کرتے ہوئے ڈوئی نے اعلان کیا:

The purpose of christion catholic in zion is to smach every other cherch in existence.

یعنی کرسچین کیتھولک چرچ جو شہر صیحون میں قائم کیا گیا ہے اس کا مقصد باقی تمام عیسائی فرقوں کے وجود کا خاتمہ کرنا ہے۔

(Leaves of Healing, voll.12,P.66)

ڈوئی کی اسلام دشمنی: عیسائی فرقوں

کی مخالفت کے ساتھ ساتھ ڈوئی بیسویں صدی کے آغاز میں اسلام کا ایک بڑا دشمن بن کر ابھرا۔ اس نے اپنی زبان اور تحریری کاروائیوں کے ذریعہ اسلام اور بانی اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کی۔ اس کا رسالہ لیوز آف ہیلینگ اس کام کے لئے وقف تھا۔ اس نے لکھا کہ:

Zion wil hame to distroy Mohammadanism.

کہ صیحون کا مقصد وحید اسلام کو تباہ و برباد کرنا ہے اس نے جنت اور آخرت میں ملنے والے انعامات کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں استہزاء کیا:

The Mohammedan is thought to look forward the heaven as one vast brathel and harem where the he can final satisfaction in women that are prepare for him as a creatures at last.(Also,Voll 13)

یعنی مسلمانوں کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ وہ اس جنت کے منتظر رہیں جو کہ ایک وسیع طوائف خانہ اور حرام ہے۔ جہاں وہ ان عورتوں سے تسکین پا سکتا ہے جو محض اس کی جنسی خواہشات کی تکمیل کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ڈوئی کا مقابلہ:

جب ڈوئی کی اسلام دشمنی انتہاء تک پہنچ گئی تو دین حق کے بطل جلیل سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو اس کی ہرزہ سرائیوں کا علم ہوا۔ آپ نے خدائی علم سے لیس ہو کر دین حق کے دشمن کا مقابلہ کیا اور اسے مقابلہ کے لئے للکارا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ڈاکٹر ڈوئی سے تعارف کے بارے میں بیان کرتے ہوئے مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:-

"غالب ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے جب میرے پاس ایک دفعہ کلکتہ کا عیسائی ہفتہ وار پرچا ایپی فینی نام جو آیا اس میں ذکر تھا کہ امریکہ میں ایک شخص ڈوئی نام ہے جو نبوت کا مدعی ہے۔ اس پر میں نے ڈوئی کو خط لکھا اور حالات دریافت کئے اس نے اپنا لٹریچر بھیجا جو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے فرمایا کہ اس کا اخبار منگوانا چاہئے اور آپ مجھے ترجمہ کر کے سنایا کریں۔ حضرت نے مجھے غالباً ۱۲ روپے دیئے جو میں نے امریکہ بھیج کر اس کا ہفتہ وار انگریزی اخبار بنام لیوز آف ہیلنگ (اوراق شفا) منگوانا شروع کیا۔ یہ شخص پادری تھا پہلے آسٹریلیا میں رہتا تھا پھر امریکہ چلا گیا اور شکاگو میں اپنا ایک نیا مذہبی فرقہ بنایا اور دعا اور توجہ کے ذریعے سے بیماروں کو شفا دینے کا مدعی تھا۔ پھر اس نے دعویٰ کیا کہ میں الیاس نبی ہوں۔ میں سہ بارہ دنیا میں آیا تا کہ پھر مسیح کی آمد ثانی کے واسطے

لوگوں کو تیار کروں۔'' (ذکر حبیب صفحہ ۴۰۱)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ پادری ڈاکٹر ڈوئی کا یہ ابتدائی تعارف درج کرنے کے بعد تفصیل سے لکھتے ہیں کہ آپ اس ہفتہ وار انگریزی اخبار کا ترجمہ باقاعدگی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سنایا کرتے تھے۔ انبیاء کرام کی نسبت مسلسل بدزبانی اس کا وطیرہ تھا اور خصوصا اسلام اور مسلمانوں کے متعلق بدزبانی اس کا معمول تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ڈوئی کو ایک اشتہار کے ذریعہ دعوت دی کہ اگر سچے ہو تو میرے مقابلہ پر آؤ اور نشان دکھلاؤ۔ حضور نے اپنے اشتہار میں بیان فرمایا:

'' حال میں ملک امریکہ میں یسوع مسیح کا ایک رسول پیدا ہوا ہے جس کا نام ڈوئی ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ یسوع مسیح نے بحیثیت خدائی دنیا میں اس کو بھیجا ہے تا سب کو اس بات کی طرف کھینچے کہ بجز مسیح کے اور کوئی خدا نہیں ...... اور بار بار اپنے اخبار میں لکھتا ہے کہ اس کے خدا یسوع مسیح نے اس کو خبر دی ہے کہ تمام مسلمان تباہ اور ہلاک ہو جائیں گے اور دنیا میں کوئی زندہ نہیں رہے گا بجز ان لوگوں کے جو مریم کے بیٹے کو خدا سمجھ لیں اور ڈوئی کو اس مصنوعی خدا کا رسول قرار دیں۔''

''سو ہم ڈوئی صاحب کی خدمت میں باادب عرض کرتے ہیں کہ اس مقدمہ میں کروڑوں مسلمانوں کے مارنے کی کیا حاجت ہے ایک سہل طریق ہے جس سے اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا کہ آیا ڈوئی کا خدا سچا خدا ہے یا ہمارا خدا۔ وہ بات یہ ہے کہ وہ ڈوئی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار موت کی پیشگوئی نہ سناویں بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھ کر یہ دعا کر دیں کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے کیونکہ ڈوئی یسوع مسیح کو خدا مانتا ہے مگر میں اس کو ایک بندہ عاجز مگر نبی مانتا ہوں۔ اب فیصلہ طلب یہ امر ہے کہ دونوں میں سے سچا کون ہے۔ چاہئے کہ اس دعا کو چھاپ دے او کم سے کم ایک ہزار آدمی کی اس پر گواہی لکھے۔ اور جب وہ اخبار شائع ہو کر میرے پاس پہنچے گی تب میں بھی بجواب اس کے یہی دعا کروں گا اور انشاء اللہ ہزار آدمی کی گواہی لکھ دوں گا۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ڈوئی کے اس مقابلہ سے تمام عیسائیوں کے لئے حق کی شناخت کے لئے راہ نکل آئے گی۔ میں نے ایسی دعا کے لئے سبقت نہیں کی بلکہ ڈوئی نے کی۔ اس سبقت کو دیکھ کر غیور خدا نے میرے اندر جوش پیدا کیا اور یاد رہے کہ میں اس ملک میں معمولی انسان نہیں ہوں میں وہی مسیح موعود ہوں جس کا ڈوئی انتظار کر رہا ہے۔ صرف یہ فرق ہے کہ ڈوئی کہتا ہے کہ مسیح موعود پچیس برس کے اندر اندر پیدا ہو جائے گا اور میں بشارت دیتا ہوں کہ وہ مسیح پیدا ہو گیا اور وہ میں ہی ہوں۔ صدہا نشان زمین سے اور آسمان سے میرے لئے ظاہر ہو چکے۔ ایک لاکھ کے قریب میرے ساتھ جماعت ہے جو زور سے ترقی کر رہی ہے۔''

''اگر ڈوئی اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور در حقیقت یسوع مسیح خدا ہے تو یہ فیصلہ ایک ہی آدمی کے مرنے سے ہو جائے گا۔ کیا حاجت ہے کہ تمام ملکوں کے مسلمانوں کو ہلاک کیا جائے لیکن اگر اس نے اس نوٹس کا جواب نہ دیا یا اپنے لاف و گزاف کے مطابق دعا کر دی اور پھر دنیا سے قبل میری وفات کے اٹھایا گیا تو یہ تمام امریکہ کے لئے ایک نشان ہوگا۔ مزید یہ شرط ہے کہ کسی کی موت انسانی ہاتھوں سے نہ ہو بلکہ کسی بیماری سے یا بجلی سے یا سانپ کے کاٹنے سے یا کسی درندہ کے پھاڑنے سے ہو اور ہم اس جواب کے لئے ڈوئی کو تین ماہ تک مہلت دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا سچوں کے ساتھ ہو۔ آمین۔ '' (ریویو آف ریلیجنز اردو/انگریزی ستمبر ۱۹۰۲ء)

ڈوئی نے اس کھلے چیلنج کو قبول کرنے سے احتراز کیا اور ان تحریروں کا جواب نہ دیا لیکن اخبارات میں شور مچ گیا اور ڈوئی پر دباؤ بڑھنے لگا کہ اس کے متعلق کچھ بیان کرے۔ بالآخر ۱۲ دسمبر ۱۹۰۳ء کو ڈوئی نے تکبر اور تعلّی سے بھرپور انداز میں یہ لکھا:

'' لوگ مجھے بعض اوقات کہتے ہیں کہ تم کیوں فلاں فلاں بات کا جواب نہیں دیتے۔ جواب؟ کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ان کیڑے مکوڑوں کا جواب دوں گا اگر میں اپنا پاؤں ان پر رکھوں تو ایک دم میں ان کو کچل سکتا ہوں۔''

(بحوالہ ریویو آف ریلیجنز اردو ۱۹۰۳)

اسی طرح ۲۷ دسمبر ۱۹۰۳ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے ''بے وقوف محمدی مسیح'' کے الفاظ استعمال کئے۔ جب بات حد سے بڑھ گئی تو خدا کی غیرت جوش میں آئی خدا نے اپنے پیارے مسیح کی بات کو پورا کر دکھایا کہ جھوٹا ذلیل وخوار ہو کر سچے کی زندگی میں مر جائے۔ اس طرح دین حق کے محافظ کو کچلنے والا خود کیڑے مکوڑوں کی طرح ذلت آمیز انجام کو پہنچ کر ۹ مارچ ۱۹۰۷ء کو دنیا سے رخصت ہوا۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کی عزت و توقیر کو تو چار چاند لگائے لیکن آپ کا مخالف ذلیل ورسوا ہوا۔

ڈوئی کا حسرت ناک انجام

ڈوئی کی اخلاقی موت: یوں کھلم کھلا مقابلہ میں آنے کے بعد ڈوئی کا کیسا عبرتناک انجام ہوا اب اس کی تفصیل سنئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق ڈوئی کے خدائی قہر کی زد میں آنے کی اوّلین صورت خود اس کے ہاتھوں پیدا ہوئی کہ اس کی پیدائش ناجائز نکلی اور وہ ولد الحرام ثابت ہوا۔ یہ حقیقت اخبار ''نیویارک ورلڈ'' کے ذریعہ سے منکشف ہوئی جس نے ڈوئی کے سات خطوط شائع کئے جو اس نے اپنے باپ'' جان مرے ڈوئی'' کو اپنی ناجائز ولدیت کے بارہ میں لکھے تھے۔

جب ملک میں اس امر کا چرچہ عام ہونے لگا تو خود ڈاکٹر جان الیگزنڈر ڈوئی نے ۲۵ ستمبر ۱۹۰۴ء کو یہ اعلان کیا کہ وہ چونکہ ڈوئی کا بیٹا نہیں ہے اس لئے ڈوئی کا لفظ اس کے نام کے ساتھ ہرگز استعمال نہ کیا جائے۔ اس اخلاقی موت کے ایک سال کے بعد یکم اکتوبر ۱۹۰۵ء کو اس پر فالج کا شدید حملہ ہوا ابھی اس کے اثرات چل رہے تھے کہ ۱۹ دسمبر ۱۹۰۵ء کو اس پر دوبارہ فالج گرا اور وہ اس سخت بیماری سے لاچار ہو کر صیحون سے ایک جزیرہ کی طرف چلا گیا۔ جوں ہی ڈوئی نے صیحون سے باہر قدم رکھا اس کے مریدوں کو تحقیقات سے معلوم ہوا کہ وہ ایک نہایت ناپاک اور سیاہ کار انسان ہے وہ مریدوں کو شراب بلکہ تمبا کو نوشی سے بھی روکتا تھا مگر خود گھر جا کر مزے سے شراب پیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس کے پرائیویٹ کمرہ سے شراب برآمد ہوئی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے تعلقات بعض کنواری لڑکیوں سے تھے۔ قریباً پچاسی لاکھ روپے کی اس کی خیانت بھی ثابت ہوئی کیونکہ یہ روپیہ صیحون کے حساب میں سے کم تھا۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ ایک لاکھ سے زیادہ روپیہ اس نے صرف بطور تحائف صیحون کی خوبصورت عورتوں کو دے دیا تھا۔ ان الزامات سے ڈوئی اپنی بریت ثابت نہ کر سکا۔ اب نتیجہ یہ ہوا کہ اپریل ۱۹۰۶ء کو اس کی کیبنٹ کے نمائندوں کی طرف سے ڈوئی کو تار دیا گیا کہ ہم تمہاری بجائے والوا کی قیادت کو تسلیم کرتے ہیں اور تمہاری منافقت، جھوٹ، غلط بیانیوں، فضول خرچیوں، مبالغہ آرائیوں اور ظلم و استبداد کے خلاف زبردست احتجاج کرتے ہیں۔ اس تار میں اسے متنبہ کیا گیا کہ اگر اس نے نئے انتظام میں کوئی مداخلت کی تو اس کے تمام اندرونی رازوں کا پردہ چاک کر دیا جائے گا اور اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔

عبرتناک موت: اس نے یہ کوشش کی کہ عدالتوں کے ذریعہ صیحون پر اور روپے پر قبضہ حاصل کر لے مگر اس میں بھی اسے ناکامی ہوئی۔ وہ صیحون کے شہر میں جہاں ہزاروں آدمی اس کے ادنیٰ اشارہ پر چلتے تھے واپس آیا تو ایک بھی آدمی اس کے استقبال کے لئے موجود نہ تھا۔ اس نے چاہا کہ اپنے مریدوں سے اپیل کر کے ان کو پھر اپنا مطیع کر لے مگر چاروں طرف اس کے لئے مایوسی ہی مایوسی تھی۔ جسمانی طور پر اس کی حالت ایسی خراب ہوگئی کہ وہ خود اٹھ کر ایک قدم بھی نہ چل سکتا تھا بلکہ اس کے حبشی ملازم اسے ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ لے جاتے تھے۔ اسی حالت میں وہ دیوانہ ہو گیا اور بالآخر ۹ مارچ ۱۹۰۷ء کی صبح کو بڑے دکھ اور حسرت کے ساتھ دنیا سے کوچ کر گیا اور خدا کے مقدس مسیح موعود کے یہ الفاظ کہ:

''وہ میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس دنیائے فانی کو چھوڑ دے گا''

عبرتناک رنگ میں پورے ہو گئے۔

انسائیکلو پیڈیا آف بریٹینیکا نے اس کی وفات پر لکھا:-

ترجمہ: ''اپریل ۱۹۰۶ء میں ڈوئی کے اقتدار کے خلاف شہر صیحون میں بغاوت ہوگئی اور اس پر غبن اور تعدد ازدواج کا الزام لگایا گیا اور اس کی بیوی اور اس کے لڑکے کی رضامندی سے اسے معزول کر دیا گیا۔ اب ڈوئی کی صحت تباہ ہو چکی تھی اور وہ بدیہی طور پر پاگل ہو چکا تھا۔ اسی حالت میں اس پر فالج کا حملہ ہوا جس کے باعث مارچ ۱۹۰۷ء میں وہ شہر صیحون میں مر گیا۔''

اخبارات میں ذکر:

ڈوئی کی شکست اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فتح اتنی واضح تھی کہ اخبارات نے کھلے عام اس کا اقرار کیا مثلاً امریکہ کے اخبار ٹرتھ سیکر نے ۱۵ جون ۱۹۰۷ء کو لکھا:

'' قادیانی صاحب نے پیشگوئی کی کہ اگر ڈوئی نے اس چیلنج کو قبول کر لیا تو وہ میری آنکھوں کے سامنے بڑے دکھ اور ذلت کے ساتھ اس دنیا سے کوچ کر جائے گا...... یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی تھی...... حالات اس کے مخالف تھے مگر آخر کار وہ جیت گیا۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ: ۲۵۷)

ڈوئی کے عروج کے بعد زوال کی عکاسی کرتے ہوئے امریکن اخبار ''چیکا گو ایوننگ'' نے ۹ مارچ ۱۹۰۷ء کی اشاعت میں لکھا:

ترجمہ: اس نے ایک الگ فرقہ بنایا مگر اس کو اسی مذہب سے اخراج کی سزا دی گئی۔ اس نے ایک شہر تعمیر کرایا مگر اسے شہر بدر کر دیا گیا اس نے کروڑوں کی دولت کے مزے لوٹے مگر بالآخر وہ غربت اور افلاس کا شکار ہوا۔ اس نے اپنے نائب والوا کو خوب ترقی دلائی مگر اس نے ڈوئی کو تباہ و برباد کیا۔ اس نے اپنے گرد ہزارہا مرید جمع کر لئے جو اس کو پوجتے تھے مگر اس کی ذلت آمیز موت کے وقت صرف مٹھی بھر لوگ اس کے ساتھ تھے۔

قارئین کرام! ڈاکٹر ڈوئی کی ہلاکت سے اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی ہستی کا زبردست ثبوت پیش کیا وہاں اس امر کو بھی ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔ آج اس عظیم پیشگوئی پر پورے ۱۰۰ سال ہو رہے ہیں ہماری روحیں خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہیں کہ کس طرح وہ اپنے پیاروں کے لئے نشانات دکھاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام بنی نوع انسان کو مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ☆☆☆

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ۱۹۰۷ء کی تصانیف کا مختصر تذکرہ

محمد ابراہیم سَرور، قادیان

خداتعالیٰ کے منشاء کے ماتحت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام احیائے دین اسلام اور توحید باری تعالیٰ کے قیام کے لئے مبعوث ہوئے۔ چونکہ آپ علیہ السلام کی بعثت کا ایک اہم کام ''یضع الحرب ''تھا یعنی وہ ان عظیم الشان مقاصد کی تکمیل کے لئے جنگ و جدال کا طریق اختیار نہ کرے گا اور اس قسم کے طریق خاتمہ کر دیگا بلکہ وہ خداداد براہین قاطعہ و دلائل نیرہ و قرآن و حقائق کے ذریعہ دنیا میں از سرنو ایمان کو دوبارہ زمین پر لے آئیگا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان عظیم الشان مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ اسی راہ میں صرف کر دیا اور ہستی باری تعالیٰ، صفات باری تعالیٰ، قبولیت دعا، حقانیت قرآن، صداقت اسلام، وحی والہام کی حقیقت اور دوسرے مذاہب پر اسلام کی افضلیت، تردید معبودان باطلہ کے متعلق اور دیگر مذاہب مثلاً آریہ، سناتن دھرم، برھمو، بدھ ازم، عیسائیت، یہودیت اور تمام مذاہب کے بطلان کے اثبات میں 80 سے زائد معرکتہ الآراء کتب تصنیف فرمائیں۔ جس کی وجہ سے مذہبی دنیا میں ایک تہلکہ واقع ہوگیا اور تمام دشمنان اسلام واحمدیت کو جو کہ ہر حربہ، اسلام کے خلاف استعمال کر چکے تھے۔ ان میں سے کسی کو بھی راہ فرار کے سوا کوئی ترکیب نہ سوجھی۔ غرض یہ کہ اس زمانہ کے اکابرین اسلام بھی باوجود اشد مخالف ہونے کے اس شیر خدا کی دینی اور علمی خدمات پر داد تحسین دینے کے بغیر نہ رہ سکے جو آج تک تاریخ کا حصہ ہیں۔

اس مضمون میں اسی طرح کی تین اہم معرکتہ الآراء تصانیف کا ذکر کرنا مقصود ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخری ایام یعنی 1907ء میں تصنیف فرمائیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام آخری عمر میں بھی اسلام کے احیاء کے لئے مخالفین اسلام سے کس دلیری اور شجاعت کے ساتھ بزور قلم و تقریر برسرپیکار رہے

قادیان کے آریہ اور ہم

پہلی تصنیف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی 1907ء کی'' قادیان کے آریہ اور ہم'' ہے۔ دسمبر 1906ء کے جلسہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان کیا تھا کہ وہ تمام پیشگوئیاں جو آج سے 35 سال پہلے براہین احمدیہ میں درج ہیں خداتعالیٰ کے فضل سے پوری ہو رہی ہیں۔ اور ہزارہا نشانات ہر روز ظاہر ہو رہے ہیں اور ان نشانات کے مسلمانوں کے علاوہ قادیان کے ہندو اور آریہ صاحبان بھی گواہ ہیں اور خاص طور پر لالہ ملاوا اور شرمپت داس گواہ ہیں جنہوں اکثر نشانات کا مشاہدہ خود کیا ہے۔ چنانچہ اس تقریر کے بعد نماز کے دوران ایک آریہ نے سخت قسم کی گالیاں دیں اور یہ سلسلہ تقریباً دو گھنٹے تک جاری رہا چنانچہ اس رنجکو دور کرنے کے لئے جو تمام حاضرین کو جو قریباً 2000 تھے، پہنچا تھا آپ نے نہایت درد انگیز تقریر کی اور احباب جماعت کو خداتعالیٰ کے نشانات کا حوالہ دیکر تسلی دی کہ وہ وقت دور نہیں جبکہ اسلام کا غلبہ ہوگا اسکے علاوہ اس کتاب کے لکھنے کی غرض یہ تھی کہ قادیان سے آریوں کی ایک اخبار نکلتی تھی اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آریوں کی طرف سے جھوٹا اور کذاب لکھا گیا اور لالہ شرمپت کا حوالہ دیکر اس میں لکھا گیا کہ وہ ان تمام نشانات کے گواہ ہرگز نہیں ہیں جو مرزا صاحب ان کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سخت رنج ہوا۔ تب آپ نے یہ رسالہ تصنیف فرمایا جس میں تمام تقریر جلسہ کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ نے آریہ دھرم کے بطلان اور ویدوں کی تردید میں ان کے بدعقائد اور تعلیمات کا ذکر کیا ہے جس سے ان کے مذہب کا کچھ بھی باقی نہیں رکھتا مثلاً، نیوگ، آواگمن، روح اور مادہ، ان کے پرمیشور کی نااہلیت وغیرہ کا آپ نے اس رسالہ میں مفصل ذکر کیا ہے۔

قادیان کے ہندوئوں کے لئے

انتباہ: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''قادیان کے ہندو سب سے زیادہ خدا کے مغضب کے نیچے ہیں کیونکہ خدا کے بڑے بڑے نشان دیکھتے ہیں اور پھر ایسی گندی گالیاں دیتے اور دکھ پہنچاتے ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ خدا نے اس گاؤں میں کیا بڑا نشان قدرت دکھلایا ہے وہ اس بات سے بے خبر نہیں کہ آج سے چھبیس ستائیس برس پہلے میں کیسا گمنامی کے گوشہ میں پڑا ہوا تھا کیا کوئی بول سکتا ہے کہ اس وقت یہ رجوع خلائق موجود تھا بلکہ اس وقت ایک انسان بھی میری جماعت میں داخل نہ تھا اور نہ کوئی میرے ملنے کے لئے آتا تھا اور بجز اپنی ملکیت کی قلیل آمدنی کے کوئی آمدنی بھی نہیں تھی...... پھر کچھ مدت کے بعد اس پیشگوئی کا آہستہ آہستہ ظہور شروع ہوا چنانچہ اب میری جماعت میں تین لاکھ سے زیادہ آدمی ہیں اور متوحات مالی کا یہ حالیکہ اب تک کئی لاکھ روپیہ آچکا ہے اور قریباً ڈیڑھ ہزار روپیہ اور کبھی دو ہزار ماہوار لنگر خانہ پر خرچ ہو جاتا ہے اور مدرسہ وغیرہ کی آمدنی علیحدہ ہے۔ یہ ایک نشان ہے جس سے قادیان کے ہندوؤں کو فائدہ اٹھانا چاہئے تھا کیونکہ وہ اس نشان کے اول گواہ تھے۔''

لیکھرام کی ہلاکت کا باعث:

اس رسالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ لیکھرام کی ہلاکت سے بھی قادیان کے آریوں اور ہندوؤں نے کوئی سبق نہیں پکڑا بلکہ اور بھی دلیر ہو گئے جبکہ لیکھرام کی ہلاکت کا اصل باعث قادیان کے آریہ اور ہندو تھے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہمیں یہ افسوس کبھی فراموش نہیں ہوگا کہ لیکھرام کی اس موت کا اصل باعث قادیان کے ہندو ہی تھے۔ وہ محض ناواقف تھا اور جب وہ قادیان میں آیا تو قادیان کے ہندوؤں نے میری نسبت اس کو کہا کہ یہ جھوٹا اور فریبی ہے ان باتوں کو سنکر وہ سخت دلیر ہو گیا اور سخت بگڑ گیا اور اپنی زبان کو بدگوئی میں چھری بنالیا سو وہی چھری اس کا کام کر گئی خدا کے برگزیدہ اور پاک نبی کو گالیاں دینا، سچے کو جھوٹا قرار دینا آخر انسان کو اسزا کے لائق کر دیتا ہے۔''

(قادیان کے آریہ اور ہم صفحہ 21)

اس رسالہ کے آخر میں حضرت مسیح موعود السلام نے ہر دو صاحبان کو قسم دیکر فیصلہ چاہا ہے تا کہ عوام پر بھی اس بات کی حقیقت عیاں ہو جائے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے ہر دو صاحبان کو پرمیشور کی قسم کھا کر یہ بیان دینے کی قسم دلائی کہ وہ تمام نشانات جو ان صاحبوں نے خود دیکھے ہیں، وہ قسم کھا کر کہیں کہ ہم نے ان نشانات کا مشاہدہ نہیں کیا اور اگر ہم جھوٹے ہیں تو ایک سال کے اندر ہم اور ہماری اولاد دیں مرجائیں اور اسی طرح آپ نے بھی فرمایا کہ خدا کی قسم یہ بیانات سچے ہیں اور اگر میں جھوٹا ہوں تو خدا مجھ پر اور میری اولاد کے پر ایک سال کے اندر لعنت کرے۔ حالانکہ آپ نے ہر دو صاحبان پر حسن ظنی قائم رکھتے ہوئے فرمایا ہے کہ اتنے نشانات کے بعد ممکن نہیں کہ وہ اس سے انکار کریں اور جھوٹ کی پلیدی کو خدا سے نہ ڈرتے ہوئے محض قوم کے ڈر سے اپنی غذا بناویں۔ بلکہ ممکن ہے کہ محض شرارت کی غرض سے اخبار والوں نے یہ بیان لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے شائع کیا ہو۔

نظم اور ایک تازہ نشان: اس کتاب کے شروع میں ایک نظم قادیان کے آریہ کے نام سے درج ہے اسکے دو شعر ملاحظہ ہوں۔

آریوں پر ہے صد ہزار افسوس
دل میں آتا ہے بار بار افسوس
لڑ رہے ہیں وہ خدائے یکتا سے
باز آتے نہیں وہ غوغا سے

اور آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک طویل نظم ''اسلام سے نہ بھاگو'' درج ہے۔ رسالہ کے شروع میں آپ علیہ السلام ایک تازہ پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ایک تازہ نشان ظاہر کروں گا جس میں فتح عظیم ہوگی وہ عام دنیا کے لئے ایک نشان ہوگا اور خدا کے ہاتھوں سے اور آسمان سے ہوگا۔ چاہئے کہ ہر ایک آنکھ اسکی منتظر رہے کیونکہ خدا عنقریب ظاہر کرے گا تا وہ یہ گواہی دے کہ یہ عاجز جسکو تمام قومیں گالیاں دے رہی ہیں اس کی طرف سے ہے مبارک وہ جو اس سے فائدہ اٹھاوے آمین۔''

چنانچہ یہ نشان انہیں ایام میں یعنی ماہ مارچ 1907ء میں وقوع میں آگیا یعنی اخبار شبھ چنتک کے کارکن جنکی بدزبانی کے جواب میں یہ رسالہ لکھا گیا تھا طاعون سے یکبعد دیگرے رخصت ہوئے۔ اسکے بعد یہ اخبار بالکل بند ہوگیا۔

حقیقۃ الوحی

ایک اور اہم تصنیف 1907 کی حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام کی ''حقیقۃ الوحی'' ہے جو 15 مئی 1907 کو شائع ہوئی۔ کتاب حقیقۃ الوحی ایک غیر معمولی رنگ رکھتی ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے مطالعہ کے لئے مختلف مذاہب کے افراد کو تین تین مرتبہ قسم دی ہے۔ اس کتاب میں حضور علیہ السلام نے وحی والہام کی حقیقت اور سچے اور جھوٹے ملہم کو پرکھنے کی کسوٹی بیان فرمائی ہے کہ سچا ملہم اپنے اندر بڑے واضح اور کثرت سے غیر معمولی نشانات رکھتا ہے۔ اس کتاب کے آغاز میں حضورؑ نے

وحی والہام کے مضمون کو کھولنے کے لئے اسکے چار ابواب باندھے ہیں پہلے باب میں ان لوگوں کا ذکر ہے جنہیں سچی خوابیں یا سچے الہام تو ہوتے ہیں لیکن ان کا خدا تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ دوسرے باب میں ان ملہمین کا ذکر ہے جن کا خدا تعالیٰ سے تعلق تو ہے لیکن کوئی خاص تعلق نہیں۔ تیسرے باب میں ان لوگوں کی علامات درج کی گئی ہیں۔ جو خدا تعالیٰ سے اکمل اور اصفیٰ طور پر وحی پاتے ہیں اور کامل طور پر خدا تعالیٰ سے ان کو شرف مکالمہ و مخاطبہ حاصل ہے پھر چوتھے باب میں حضور علیہ السلام نے اپنے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ کو ان تینوں مراتب میں سے آخر الذکر مرتبہ سے بکمال تام حصہ دیا گیا ہے اور یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ یہ مرتبہ آپ کو کیسے اور کیونکہ عطا ہوا ہے۔

پھر حضور نے متعدد اعتراضات اور مختلف سوالات کے جوابات دئے ہیں اور نصرتِ الٰہی کے چمکتے ہوئے ہزاروں اور لاکھوں واضح نشانات میں سے نمونہ کے طور پر 208 ان نشانات کا تذکرہ کیا ہے جن میں سے بہت سے قبولیت دعا کے نشانات ہیں، بہت سے مباہلہ کے نشانات ہیں جن میں لوگوں نے آپ کو جھوٹا یقین کرتے ہوئے چیلنج کیا مگر وہ خود حضور کی زندگی میں مر کر آپ کی صداقت پر مہر ثبت کر کے ذلت کی موت مر گئے۔ بہت سے ایسے نشانات ہیں جن میں حضور نے خدا کے اذن سے مریضوں کی مسیحائی فرمائی۔ اور بہت سی پیشگوئیاں آپ نے درج فرمائی ہیں علاوہ ان کے جو جنکی تعداد کئی لاکھ تک پہنچتی ہے۔

اس کتاب کے آخر میں حضور نے عربی زبان میں دو ابواب پر مشتمل ایک رسالہ مخالفین پر اتمام حجت کے لئے ''الاستفتاء'' کے نام سے لکھا جس میں آپ نے اپنے دعاوی کے علاوہ تائیدات الٰہیہ کا ذکر کرتے ہوئے استفتاء کیا ہے کہ اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو باوجود چھوٹا ہونے کے ترقی پر ترقی کر رہا ہے......؟

وجہ تالیف: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مجھے اس رسالہ کے لکھنے کے لئے ضرورت یہ پیش آئی کہ اس زمانہ میں جس طرح اور صدہا طرح کے فتنے اور بدعتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ اسی طرح یہ بھی ایک بزرگ فتنہ پیدا ہو گیا ہے کہ اکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں کہ کس درجہ اور کس حالت میں کوئی خواب یا الہام قابل اعتبار ہو سکتا ہے اور کن حالتوں میں یہ اندیشہ ہے کہ وہ شیطان کا کام ہو، نہ خدا کا اور حدیث النفس ہو جو نہ حدیث الرب'' نیز فرماتے ہیں: ''یاد رہے کہ یہ کتاب جو جامع مجمع دلائل و حقائق ہے اس کا اثر صرف اس حد تک محدود نہیں کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے اس عاجز کا مسیح موعود ہونا اس میں دلائل بینہ سے ثابت کیا گیا ہے بلکہ اس کا یہ بھی اثر ہے کہ اس میں اسلام کا زندہ اور سچا مذہب ہونا ثابت کر دیا ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ 3-2)

تمام مسلمانوں اور مخالفین کو کتاب پڑھنے کی تاکید: آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: ''اب اس وقت اس تحریر سے میری غرض یہ ہے کہ میں نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں کافی طور پر ایک قسم کا ثبوت اپنے دعویٰ کے متعلق لکھ دیا ہے اور باوجود اسکے کہ میں نے ان ایام میں بباعث طرح طرح کے عوارض جسمانی اور بیماریوں کے متواتر دورے اور ضعف اور ناتوانی کے اس لائق نہ تھا کہ اس قدر سخت محنت اٹھا سکوں تاہم محض بنی نوع کی ہمدردی کیلئے یہ تمام محنت اٹھائی۔ اس لئے میں عزیز قوم کے اکابر علماء اور مشائخ اور ان سب کو جو اس کتاب کو پڑھ سکتے ہیں خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر ان کو یہ کتاب پہنچے تو ضرور اول سے آخر تک اس کتاب کو غور سے پڑھ لیں...... اور میں دعا کرتا ہوں کہ جس شخص کو یہ کتاب پہنچے اور وہ خدا تعالیٰ کی قسم سے لاپرواہ رہ کر اور خدا کی قسم کو بے عزتی سے دیکھ کر کتاب کو اوّل سے آخر تک نہ پڑھے اور یا کچھ حصہ پڑھ کر چھوڑ دے اور پھر بدگوئی سے باز نہ آوے، خدا ایسے لوگوں کو دنیا اور آخرت میں تباہ اور ذلیل کرے آمین۔ لیکن جو شخص اوّل سے آخر تک کتاب کو پڑھے اور خوب سمجھے اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ 613)

اسکے علاوہ آپ نے ہندو اور آریہ صاحبان کو تین تین بار ان کے پرمیشور کی قسم دیکر پڑھنے کی تاکید کی ہے تا کہ زندہ خدا کی طرف انکی رہنمائی ہو۔

حقیقۃ الوحی کے مطالعہ کے فوائد: فرمایا: ''ہمارے دوستوں کو چاہئے کہ حقیقۃ الوحی کو اوّل سے آخر تک بغور پڑھ نہیں بلکہ ان کو یاد کر لیں، کوئی مولوی ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا کیونکہ ہر قسم کے ضروری امور کا اس میں بیان کیا گیا ہے اور اعتراضوں کا جواب دیا گیا ہے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 235)

نیز آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: ''میں نے کتاب حقیقۃ الوحی لکھی ہے اس کو جو شخص حرف بہ حرف پڑھ لیگا۔ میں نہیں خیال کرتا کہ پھر وہ خیال کرے کہ میں وہی ہوں جو اس کے خیال میں پڑھنے سے پہلے تھا۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 166)

چشمۂ معرفت

1907ء کی ایک اور معرکۃ الآراء تصنیف آپکی ''چشمہ معرفت'' ہے جو دسمبر 1907ء کے شروع میں آپ نے تصنیف کرنی شروع کر دی تھی اور پہلی بار 15 مئی 1908ء کو شائع ہوئی۔ یہ کم و بیش ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب ہے۔ آپ علیہ السلام نے اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا ہے حصہ اوّل میں آپ نے ان تعلیمات بطلان ثابت کیا ہے جو وید کی حمایت اور اسکی خوبیوں کے اظہار کے لئے آریہ صاحبان پیش کرتے ہیں۔ دوسرے حصہ میں آپ نے ان حملوں اور الزامات کا رد کیا ہے جو آریوں نے قرآن شریف کی حکمانہ تعلیمات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر کئے ہیں اور وقتاً فوقتاً ان کی جانب سے کئے جاتے ہیں اور اسکے علاوہ اِسلام اور قرآنی تعلیمات کی ویدوں پر افضلیت ثابت کی گئی ہے۔

وجہ تالیف و پس منظر: یہ کتاب آریہ صاحبوں کے اس مضمون کے جواب میں ہے جسکو انہوں نے اپنے مذہبی جلسہ منعقدہ 3-4 دسمبر 1907ء بمقام لاہور پڑھا جس میں انکی دعوت پر جماعت کے چار سو افراد اور دیگر سو مسلمان بھی شریک تھے۔ اسلام کی تعلیمات کے پیش کرنے کے لئے انہوں نے 3 دسمبر کی تاریخ رکھی اسکے بعد اپنےمضمون کے بیان کرنیکے لئے 4 دسمبر کی تاریخ رکھی چنانچہ جماعت کی طرف سے اسلام کی نمائندگی جو مضمون پڑھا گیا تھا وہ نہایت صاف اور نرمی اور صلح کی بنیاد رکھنے والا مضمون تھا لیکن آریہ صاحبوں نے اپنے مضمون میں وہ گند ظاہر کیا اور اس قدر توہین اور تحقیر انبیاء علیہم السلام کی کی جو اس سے بڑھ کر متصور نہیں ہو سکتی۔ بالخصوص ہمارے پیارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت وہ دلآزار اور گندے لفظ اور توہین اور تحقیر کے کلمے اور سراسر دروغ اور چھوٹی تہمتیں اور بے جا الزام جو سراسر گالیاں تھیں۔ اس قدر بار بار آواز بلند سے تمام مجمع کو سنائیں جو تین ہزار آدمی سے کم نہ تھا۔ لیکن اگر مسلمان اپنی تہذیب اور قرآنی صبر کی تعلیم کا خیال نہ ہوتا تو یقیناً وہ میدان خون سے بھر جاتا۔ اس فعل کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اخلاق سے گری ہوئی حرکت بتایا کیونکہ ایک سفلہ طبع انسان بھی اپنے مہمانوں کے ساتھ اس طرح کا سلوک نہیں کرتا۔ حضور نے فرمایا کہ یہ پہلا موقعہ نہیں ہے جبکہ انہوں نے اسلام اور بانی اسلام بلکہ تمام انبیاء کو گالیاں دی ہوں بلکہ دیانند اور لیکھرام کی راہیں بہت پہلے سے انہوں نے اختیار کی ہوئی ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اگر وہ بے جا حملہ نہ کرتے تو ہمیں کچھ ضرور نہ تھا کہ ہم ان کے اس غلط بیانی کا پردہ کھولتے جو انہوں نے وید کی اعلیٰ تعلیم ہونے کہ بارے میں پیش کیا ہے مگر اب ہمیں ان کے جھوٹ کا پردہ کھولنے کے لئے پبلک کے آگے اس بات کو ظاہر کرنا پڑا کہ انکا بیان وید کی تعلیم کی نسبت کہاں تک صحیح اور راست ہے اور بعد اس کے ہم ان حملوں کا جواب دیں گے جو نادان معترض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف اور اسلام پر کئے ہیں۔'' (صفحہ 15)

ترتیب مضامین: جیسا کہ پہلے لکھا گیا یہ کتاب دو ابواب پر مشتمل ہے اوّل حصہ میں وید کی تعلیمات کو واضح کیا گیا ہے دوسرے حصہ میں ان الزامات اور اعتراضات کو رد کیا گیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور قرآنی تعلیمات پر کئے گئے ہیں اس کیبعد الہامیکتابوں کی ضرورت کو بیان کیا گیا ہے اور قرآن شریف ان عظیم الشان مقاصد کو کس طرح پورا کر رہا ہے اس کا مفصل بیان ہے اور اسلام کی افضلیت کو دوسرے مذاہب پر ثابت کیا گیا ہے۔ اسکے علاوہ حضرت بابا نانک صاحب کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ باوجود ہندو خاندان میں پیدا ہونے کے آپ نے اسلام کو قبول کیا اور مقرب من اللہ ٹھہرے مگر پھر بھی اس ملک کے ہندوؤں و آریوں نے آپ سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا پس ان کی حالت پر افسوس ہے۔ کتاب کی آخر میں وہ تقریر درج ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے لاہور کے جلسہ میں پڑھنے کے لئے 2 دسمبر 1907ء کو تحریر فرمایا تھا جو بہت ہی صلحکاری پر مبنی پر تھا۔ جس میں قرآن کریم کی تمام الہامی کتابوں پر افضلیت ثابت کی گئی تھی

جیسا کہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: ''غرض قرآن کریم کی زبردست طاقتوں میں سے ایک یہ طاقت ہے کہ اسکی پیروی کرنے والے کو معجزات اور خوارق دئے جاتے ہیں اور وہ اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ دنیا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی چنانچہ میں یہی دعویٰ رکھتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ اگر دنیا کے تمام مخالف، کیا مشرق کے اور کیا مغرب کے ایک میدان میں جمع ہو جائیں اور نشانوں اور خوارق میں مجھ سے مقابلہ کرنا چاہیں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے اور توفیق سے سب پر غالب رہوں گا۔''

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم کو ان کتب حضرت اقدس علیہ السلام کا مطالعہ کرنے اور اس بیش قیمتی روحانی خزائن سے بھرپور استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆

جلسہ سالانہ 1907ء کی مختصر رُوداد

اخبار ’’اَلْحَکَمْ‘‘ قادیان کی زبانی

سالانہ جلسہ اور اس کے ضروری حالات : پچھلے پرچوں میں ناظرین الحکم ان جلسوں کے سرسری حالات پڑھ چکے ہیں جو ہندوستان بھر میں دسمبر کے آخری ہفتہ میں ہوتے ہیں ۔آج میں ناظرین کو اس جلسہ کے مختصر حالات اور کوائف سنانا چاہتا ہوں جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مرکز دار الامان قادیان میں معمول کے موافق دسمبر کے آخری ہفتہ میں منعقد ہوا۔جن جلسوں کا میں نے پہلے ذکر کیا ہے ان کی غرض وغایت نری دنیا اور مادی ترقی ہوتی ہے مگر اس جلسہ کا مقصود دُنیا کے ان تمام اجتماعوں کے خلاف ایک اور صرف ایک ہے یعنی انسان کو باخدا بنانا اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ دنیا سے قطع تعلق کرلیا جاوے یا دنیوی اور مادی ترقی کو حرام محض قرار دیا جاوے۔نہیں! بلکہ دنیوی ترقی کے مقاصد اور اغراض کو اپنے انداز اور اعتدال پر رکھا جاوے کہ دنیا خادم دین ہو اور دین دنیا پر مقدم ہو اس طرح پر دنیوی کاروبار اور مال ومتاع کی تحصیل انسان کی روحانی ترقی میں یا دلبستگی کا موجب نہو بلکہ وہ بجائے خود اس روحانی ترقی کے لئے ایک ممد اور معاون ہو۔اس جلسہ کے اغراض اور مقاصد کو حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے ہی کلمات طیبات میں درج کردینا میں نے ہمیشہ ضروری سمجھا ہے۔اور اس تکرار کو مفید مطلب پایا ہے۔اس لئے میں یہاں پر انہیں دوہراتا ہوں جو ۳۰؍دسمبر ۱۸۹۱ء کو حضرت مسیح موعودؑ نے بذریعہ تحریر شائع کئے تھے اور وہ یہ ہیں:

’’تمام مخلصین و داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہوجائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو لیکن اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا اگر خدا تعالیٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دُور ہو اور یقین کامل ہو کر ذوق اور شوق، ولولہ عشق پیدا ہوجائے سو اس بات کے لئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہئے اور دعا کرنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہئے کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پروانہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔ اور چونکہ ہر ایک کے لئے بباعث ضعفِ فطرت یا کمی مقدرت یا بُعد مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعال شوق نہیں کہ ملاقات کے لئے بڑی بڑی تکلیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے اوپر روا رکھ سکیں لہٰذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسے کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرطِ صحت وفرصت و عدم موانع قویہ،تاریخ مقررہ پر حاضر ہوسکیں۔

سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷دسمبر سے ۲۹دسمبر تک قرار پائے یعنی آج کے دن کے بعد جو ۳۰دسمبر ۱۸۹۱ء ہے آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷دسمبر کی تاریخ آجاوے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہئے اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہیگا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے اور ایک عارضی فائدہ ان مجلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہونگے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودّد وتعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی۔ اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جلشانہ کوشش کی جائے گی اور اس روحانی جلسہ میں کئی روحانی فوائد اور منافع ہونگے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے۔‘‘

یہ ہیں وہ اغراض اور مقاصد جن کے لئے یہ جلسہ اور اجتماع ہر سال یہاں ہوتا ہے اور فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت ہوتا ہے جب اس جلسہ کے اغراض کا اعلان کیا گیا تھا وہ اس سلسلہ کا ابتداء تھا اب خدا تعالیٰ کے فضل اور تائید سے یہ سلسلہ اکائیوں اور دہائیوں سے نکل کر لاکھوں میں کی تعداد میں داخل ہوگیا ہے مگر اس کے اغراض میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہاں یہ سچ ہے کہ اس کی ضرورت میں اضافہ ہوگیا ہے۔

انتظام جلسہ :مہمانوں کی خدمت کا کام حسب معمول انجمن احمدیہ قادیان کے سپرد تھا۔ انجمن نے اپنے مقدور کے موافق کوشش کی کہ اس خدمت کو عمدگی سے سرانجام دے۔مگر کثرت مہمانان نے خادمان قوم کو بعض اوقات مشکلات میں ڈالا تاہم عمدگی کے ساتھ یہ کام ہوتا رہا۔ میں پہلے یہ کہہ چکا ہوں کہ جلسہ کے حالات لکھنے سے میری غرض دراصل ان مشکلات کی طرف قوم کو توجہ دلانا ہے جو ایسے موقع پر پیدا ہوتی ہیں اور تجربہ ہی ان ضروریات سے آگاہ کرتا ہے جو پیش آتی ہیں اس لئے انتظام کے متعلق مشکلات اور نقائص کی طرف میں اسی موقع پر اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

مہمانوں کی فرودگاہ کے متعلق :فرودگاہ کے متعلق انجمن کی طرف سے سیکرٹری نے قبل از وقت اعلان کردیا تھا کہ ہر جگہ سے جس قدر احباب اس تقریب پر آنے والے ہیں وہ سیکرٹری انجمن احمدیہ قادیان کو اطلاع دیں تاکہ ان کی تعداد کے موافق ان کی فرودگاہ کا انتظام کیا جاوے مجھے افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ اس تحریک پر جیسا کہ چاہئے عمل درآمد نہیں ہوا۔ اگرچہ اکثر جگہ کی احمدی انجمنوں کے سیکرٹری صاحبان نے مجھے اطلاع دی مگر کثرت سے ایسے احباب تھے جنہوں نے پہلے تو کوئی اطلاع نہیں دی اور عین وقت پر آکر کہا کہ ہمارے اترنے کے لئے کون سی جگہ ہے۔ایسی فوری اور اچانک اطلاعوں نے خادمانِ قوم کو تردد میں ڈالا مگر خدا کے فضل سے جس طرح ممکن ہوا ان مشکلات کو حل کیا گیا۔ مدرسہ کے مکانات کے علاوہ بورڈنگ ہاؤس کے کئی کمرے خالی کرائے گئے اور خیموں سے بھی کام لیا گیا۔

اصل بات یہ ہے کہ وصفیکہ مہمان خانوں کی توسیع ہوتی رہتی ہے لیکن پھر بھی سالانہ جلسوں میں آنے والے احباب کے لئے بہت بڑے اور وسیع مکانات کی حاجت ہے اور یہ مسئلہ ہے جو احمدی انجمنوں میں غور طلب ہونا چاہئے۔میری اپنی سمجھ میں اگر ہر ایک ضلع کی انجمن اپنے اپنے لئے یہاں قادیان میں اپنے وسیع احاطے بنوالیں تو یہ مشکل بڑی آسانی سے حل ہوسکتی ہے اور اس سے پہلے کہ اگلے سال کے جلسہ کا وقت آجاوے ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس سوال کو حل کریں۔ اگر ہر ضلع کی انجمن میری اس تحریک کو اپنی انجمنوں میں باضابطہ پیش کر کے فیصلہ کرلیں تو میں اس سوال کو صدر انجمن احمدیہ کے سامنے کہہ سکتا ہوں۔

سالانہ جلسہ پر کام کرنے والوں کی کمی :سالانہ جلسہ کی تقریب پر جہاں ہزاروں انسان جمع ہوں وہاں ان کی ضروریات کا انتظام کرنے اور ان کی آسائش کو ملحوظ رکھنے کے لئے ایک دو یا دس آدمیوں کی حاجت نہیں بلکہ بیسیوں آدمی بکار ہیں۔اور یہاں قادیان میں اگرچہ مدرسہ کے طلباء اور بعض استاد بڑی خوشی سے خدمت قوم کے لئے آمادہ ہوتے ہیں مگر پھر بھی بہت سی دقتیں پیدا ہوجاتی ہیں۔اور یہ دقتیں کسی قدر ناواقفیت کی وجہ سے بھی پیدا ہوتی ہیں۔اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ سالانہ جلسہ کے موقع پر ضلع کی انجمن کچھ مستعد باہمت اور مردم شناس احباب اپنی قادیان کی انجمن کے ممبروں کی مدد کے لئے مقرر کریں اس سے جہاں انتظام میں سہولت ہوسکتی ہے وہاں احباب کی آسائش کی راہ نکل آتی ہے۔

کھانا کھانے کے متعلق مشکلات : کھانا کھلانے کے متعلق حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں جلسہ کے شروع ہونے سے پہلے بذریعہ عریضہ دریافت کیا گیا کہ کس اصول پر کام کیا جاوے اس کے متعلق حضور نے جو فرمایا اس کا لب لباب یہ ہے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ کھانے کے متعلق کسی قسم کی کوئی تفریق ہو۔ اعتقاد اور تقویٰ کے لحاظ سے اکثر غریب امیروں سے بہتر ہوتے ہیں اس لئے کسی قسم کی کوئی تفریق نہ ہو سب کو ایک قسم کا کھانا دیا جاوے اسی بناء پر یہ تجویز کی گئی تھی کہ سب احباب ایک ہی جگہ بیٹھ کر کھانا کھائیں اور دولتمندوں اور غریبوں اور دیہاتیوں اور شہریوں غرضیکہ ہر طبقہ کے لوگوں کا ایک ہی دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا وحدت کا ایک خاص اثر پیدا کریگا۔ان تجویز پر ہر چند کامیابی کے ساتھ عمل درآمد ہوا مگر بعض اوقات اس قاعدہ کو توڑنا پڑا اور بعض احباب کو ان کی فرودگاہوں پر کھانا پہنچانا پڑا۔ آئندہ کے لئے اس سوال کو بھی ضرور سوچنا چاہئے۔

دوسرے لوگ ان مشکلات کو شاید آسانی سے سمجھ نہ سکیں مگر کام کرنے والوں کو پتہ لگتا ہے۔ خیال کرو ایک طرف تو چار پانچ سو آدمی کھانا کھانے کے لئے بیٹھا ہے دوسری طرف ایک فرودگاہ سے آواز کرتا ہے کہ اتنے آدمی کا کھانا بھیج دو اور ابھی وہ فارغ نہ ہوئے کہ ایک اور جگہ سے پیغام آرہا ہے۔اسی کشمکش میں کام کرنے والوں کو جیسی مشکل پیش آسکتی ہے وہ قابل غور ہے اس لئے اگر ایک ہی جگہ بیٹھ کر کھانا کھانے کے قاعدہ کی پابندی ہو یا سب کو ان کے مکان پر پہنچا کرے تو اس دقت کا حل بھی آسان ہے۔ بہر حال میں سننا چاہتا ہوں کہ ہمارے بیرونی بھائی اس سوال کے لئے کیا تصفیہ کرتے ہیں۔ میری رائے میں اگر کام کرنے والے گروہ میں بیرونی انجمنوں کے احباب بھی شامل ہوجایا کریں تو اگرچہ مکانات پر ہی کھانا پہنچایا جایا کرے تو تکلیف نہیں ہوسکتی۔

ایک معمولی سی سھل انگاری:ایک اور امر جس پر توجہ دلانا میرا فرض ہے یہ ہے کہ جو اشیاء اور سامان روشنی وغیرہ کے لئے مہیا کیا جاتا ہے اس کی نگہداشت کی بڑی ضرورت ہے۔ ذرا سی غفلت کی وجہ سے بعض چیزیں ٹوٹ پھوٹ کر نقصان کا موجب ہوجاتا ہے اور یہ نقصان قوم کا مالی نقصان ہے۔مگر میں سمجھتا ہوں کہ باہر کی انجمنیں اس انتظام میں جب حصہ لینے لگیں گی تو یہ تمام امور انشاء اللہ العزیز بآسانی حل ہوجائیں گے۔

جلسہ کے حالات :ان امور کے بیان کے بعد اب جلسہ کے عام حالات کا بیان کرنا ضروری ہے اس جلسہ کے لئے پہلے سے کوئی پروگرام تجویز نہیں ہوتا اس لئے کہ دنیا کے دوسرے جلسوں یا اجتماعوں کا تتبع اور تقلید ملحوظ نہیں۔ بلکہ یہ اجتماع تو اللہ

تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت ہوتا ہے اور آنے والے احباب کی غرض و غایت اپنے محبوب و آقا امام کی زیارت، اس کے کلمات طیبات سے فیض اٹھانا ہوتی ہے لیکن اب جبکہ قوم میں تمدنی ضروریات پیدا ہورہی ہیں اور مشترکہ قومی کاموں کا آغاز ہو چکا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ان کاموں اور امور کے انصرام یا ان پر غور وخوض کے لئے ایک وقت مخصوص کیا جاوے۔ وقت کی پابندی ایک ضروری اور قدرتی امر ہے۔ اور سب سے زیادہ وقت کی پابندی کا عملی سبق دینے والا اسلام ہی ہے۔ نمازوں کے اوقات کے فلسفہ کے اجزاء میں سے ایک یہ بھی ہے۔ اس لئے یہ کوئی عیب نہیں کہ وقت کی پابندی نہ کی جاوے یا کوئی پروگرام تجویز نہ کیا جاوے۔ آئندہ اگر صدر انجمن حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کی تقریروں کے اوقات کو مستثنیٰ کر کے اپنے قومی کاموں پر غور فکر کے لئے اور اس اجتماع کے ان فوائد کے حصول کے لئے جن کا ذکر حضرت حجۃ اللہ نے اغراض جلسہ میں فرمایا ہے کوئی پروگرام تجویز کرلیا کرے تو بہت مفید و مؤثر ہوسکتا ہے بہر حال جلسہ کا آغاز تشحیذ الاذہان کے جلسہ سے ہوا یہ ہمارے نوجوانوں کی انجمن ہے جس کا ذکر میں اس سے پہلے کئی مرتبہ الحکم میں کر چکا ہوں۔ گذشتہ سال سے سالانہ جلسہ کی تقریب پر اس کا بھی جلسہ ہوتا ہے اس مرتبہ بھی معمول کے موافق یہ جلسہ ہوا جو دوسرا سالانہ جلسہ کہنا چاہئے۔ ۲۵ دسمبر کو بعد ظہر بورڈنگ ہاؤس اور مدرسہ کے وسیع صحن میں اس کا اجلاس ہوا۔ سیکرٹری صاحب کی رپورٹ کے علاوہ صاحبزادہ صاحب اور ولی اللہ طالب علم مدرسہ تعلیم الاسلام کی تقریر ہوئی اور اکبر اور گوہر کی نظمیں ہوئی اور حکیم الامت کی آخری تقریر کے بعد جلسہ ختم ہوا۔

رپورٹ کے سننے سے معلوم ہوا کہ تشحیذ الاذہان جیسے مفید رسالہ کی اشاعت بہت تھوڑی ہے جس کی طرف قوم کو توجہ کرنی چاہئے اور خصوصیت سے نوجوانوں کو اسے اپنا رسالہ سمجھ کر خریدنا چاہئے۔ اگر کل بورڈر تعلیم الاسلام اسکول کے اس کی ایک ایک کاپی لازماً خرید لیں تو اس سے ان کے اخراجات پر کوئی بہت بڑا اثر نہیں پڑتا اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کے والدین کو دو روپیہ یا اس سے بھی کم سالانہ اخراجات میں بیشی ناگوار نہیں ہوگی۔ خرید کتب کی مد میں وہ اس خرچ کو رکھ سکتے ہیں۔ اور جب قوم کے نوجوان اپنے لئے اس خرچ کو لازمی سمجھ لیں گے تو یقین ہے کہ یہ رسالہ ازبس مفید ہو۔ میرا اپنا خیال ہے اور تعجب نہیں انجمن تشحیذ الاذہان کے ممبروں کے سامنے بھی یہ سوال ہو کہ نوجوانان قوم کو صرف اردو زبان ہی میں مضمون نویسی کی مہارت نہیں کرنی چاہئے بلکہ ان میں سے وہ جو کالجوں میں تعلیم پاتے ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ انگریزی میں بھی مضامین لکھیں اور حضرت مولوی محمد علی صاحب ایسے مضامین کو بعد اصلاح اپنے رسالہ میں بھی لے سکتے ہیں۔ بہر حال اس رسالہ کی اشاعت کا فکر نوجوانوں کو ہونا چاہئے اور ہر بچہ کو جو اس رسالہ کو پڑھ سکے اس کو خریدنا چاہئے۔ میں نرا مشورہ ہی نہیں دینا چاہتا بلکہ اس مشورہ کو عملی رنگ میں لے جانا چاہتا ہوں اس لئے میں نے رسالہ کے مینجر صاحب کو لکھ دیا ہے کہ وہ ایک پرچہ میرے عزیز بھائی محمد مبارک اسماعیل طالب علم ہائی کلاس کے نام جاری کردیں۔ ہاں میں رسالہ تشحیذ الاذہان کے مینجر صاحب کو یہ بھی مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ وہ رسالہ کی قیمت طالب علموں کے اگر کم کردیں تو رسالہ جلد ترقی کرلے اور اگر ممبران انجمن کو رسالہ مفت دیا جائے جبکہ وہ چار آنے ماہوار چندہ دیتے ہیں تو بہت سے طالب علم اس کے ممبر ہوجائیں۔ اور گویا کہ رسالہ بھی ان کو مفت ملے اس کے ساتھ ہی میں مناسب سمجھتا ہوں کہ رسالہ کے مضامین کے متعلق بھی ایک مشورہ دے دوں اور وہ بھی فقط اسی قدر ہے کہ ممبران انجمن کے لئے اگر مہینے میں ایک بار مضمون لکھنا لازمی قرار دیا جائے اس سے رسالہ کی اغراض کی تکمیل ہوگی۔ بہر حال اس کے متعلق اور بھی مفید مشورے ہیں جو دیئے جاسکتے ہیں اور ان کے ذکر کی اخبار میں حاجت نہیں۔ یہاں اس سوال کو میں نے صرف اس لحاظ سے چھیڑا ہے کہ طالب علمان احمدی جماعت کیلئے اس رسالہ کا خرید کرنا لازمی قرار دیا جاوے۔

ایک نکاح: تشحیذ الاذہان کے جلسہ کے بعد دوسرا موقعہ اس جلسہ میں قابل ذکر ایک نکاح کی تقریب تھی جو ۲۶ دسمبر ۱۹۰۷ء کو ظہر اور عصر کی نمازوں کے جمع کر کے پڑھنے کے بعد عمل میں آئی۔ یہ نکاح سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک معزز اور مخلص خاندان کے بچوں کے نکاح تھے یعنی شیخ رحمت اللہ صاحب کے لڑکے عبدالحمید اور ان کی لڑکی عائشہ کا نکاح ان کے مکرم بھائی شیخ عبدالرحمٰن کے لڑکے اور لڑکی سے ہوا۔ اس نکاح کا ذکر میں شاید اخبار میں کرنا ضروری نہ سمجھتا اگر میں اس کو قوم کے لئے مفید اور موثر سبق دینے والی تقریب یقین نہ کرتا۔

شیخ صاحب سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک سرگرم اور مخلص اور معزز ممبر ہیں ان کے تمول اور وجاہت کا پتہ ان کی اس وصیت سے لگتا ہے جو انہوں نے اپنی خداداد جائیداد کے متعلق کی ہے۔ اس زمانہ میں دنیا داروں اور اہل ثروت لوگوں کی شادیاں جس طرح پر ہوتی ہیں وہ کوئی مخفی امر نہیں۔ الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت ہی میں امرتسر کے ایک سوداگر چرم میاں محمد جمیل صاحب کے بیٹے کی شادی پر ایک نوٹ ناظرین نے پڑھا ہوگا مگر یہ شادی ایسی فضولیات اور بیہودگیوں سے بالکل پاک اور مقدس اور شعائر اسلام کے عین مطابق ہوئی۔ شیخ صاحب نے اپنے خداداد دولت کی قدر کر کے اپنے سچے مسلمان ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ میں شاید نفس مضمون کے حدود سے نکل جانے کا ارتکاب کروں اگر میں ظاہر کروں کہ شیخ صاحب سلسلہ کی خدمات کے لئے کس اصول پر کام کرتے ہیں اور کس طرح پر اپنی ہر قسم کی ضروریات پر سلسلہ کی ضروریات کو مقدم کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں وہ کبھی پسند نہیں کرسکتے تھے کہ محض نمود اور نمائش کے لئے ان افعال کے مرتکب ہوں جو خدا تعالیٰ کے فرمودہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے خلاف ہوں جن کا ارتکاب آج کل کے متمول کرتے ہیں۔ ظہر اور عصر کی نماز کے بعد حضرت حکیم الامت نے خطبہ نکاح پڑھا اور ایک ہزار روپیہ مہر پر یہ نکاح ہوگئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیر تک لمبی دعا فرمائی وہ تقریبیں کیسی مبارک اور خوشی کی تقریبیں ہیں جن میں خدا تعالیٰ کا مرسل موجود ہو۔ شیخ صاحب نے اسی تقریب پر قادیان کے مہاجرین میں سے قابل امداد بھائیوں کی ایک معقول رقم کے ساتھ اعانت کی جس کا علم شائد میرے اور ایک دو معزز بزرگوں کے سوا اور کسی کو بھی نہیں ہوگا۔ یہ ہے للہی صَرف اور اعانت احباب۔

حضرت مسیح موعودؑ کے برکات اور فیوض میں سے اصلاح رسوم بد کے صیغہ میں یہ زبردست اصلاح بھی داخل ہے جس کا ایک نمونہ اس موقعہ پر دکھایا گیا۔ جو لوگ ان شادیوں کو دیکھتے ہیں جو یہاں ہوتی ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ کس طرح پر ہر قسم کی فضولیوں اور بیہودگیوں کو دور کیا گیا ہے۔

حضرت اقدس کی دو تقریریں: حضرت اقدس کی حسب معمول دو پبلک تقریریں ہوئیں جو شائع ہو چکی ہیں۔ حضرت اقدس معمول کے موافق سیر کو نکلتے رہے اور اس طرح پر احباب کو ملاقات اور زیارت کا کافی وقت ملتا رہا۔ ایسا ہی بیعت کا سلسلہ بھی برابر جاری رہا۔ مبائعین کی تعداد اور کثرت نے مجبور کردیا تھا کہ پگڑیاں ڈال ڈال کر بیعت کی جاوے اور چند آدمی حضرت اقدس کے الفاظ بیعت کو باآواز بلند بیعت کرنے والوں تک پہنچاتے اور تلقین کرتے رہے۔

شاعران قوم: شاعری بالطبع مرغوب شے ہے اور منظوم اور موزون کلام علی العموم مؤثر ہوا کرتا ہے لیکن شاعری میں منہمک ہوجانا کبھی مفید نہیں سمجھا گیا۔ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام بھی ضرورتاً شعر کہتے ہیں مگر اصل غرض وہی ہے جو خود آپ نے لکھی ہے:

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
حق دل میں بیٹھ جاوے بس مدعا یہی ہے

مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ مذاق قوم کے بعض نوجوانوں میں بے طرح بڑھ رہا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی مدح و ثنا لاریب ایمان بڑھانے والی چیز ہے اور جبکہ خدا تعالیٰ اس خاتم الخلفاء کی مدح وحمد کرتا ہے تو پھر یہ فعل بہت ہی مبارک ہے مگر ایسا مذاق رکھنے والے احباب اگر اپنی شوقیہ نظموں کو ضرورتاً اخبار میں چھپوادیا کریں اور حضرت حجۃ اللہ علیہ والسلام کا وہ وقت جو نہایت ہی بیش قیمت ہوتا ہے اور جس میں ایک کثیر التعداد مخلوق مشتاق ہوتی ہے کہ آپ کی زبان فیض ترجمان سے کچھ سنیں یا اپنا عرض حال کریں انہیں ان باتوں سے رہ جانا پڑتا ہے۔ اور پھر ایک نقص اور ہے کہ یہ نظمیں ایسی ہوتی ہیں جو کئی کئی مرتبہ سُنائی جاتی ہیں۔ کام کی نظمیں اگر تھوڑی دیر کے لئے سنادی جائیں تو وہ ازدیادِ ایمان کا موجب ہوتی ہیں۔ میری اپنی رائے ہے کہ نظموں کے مذاق میں حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام کے ہی اسوہ حسنہ کو مد نظر رکھنا چاہئے اور اس مذاق کی ایسی کثرت نہیں ہونی چاہئے کہ کوئی جلسہ یا مجمع ہمارا ایسا نہ ہو کہ اس میں ایک ہی نظم بار بار پڑھی جاوے۔ ہماری شاعری میں وہ باتیں ہوں جو کارآمد اور مفید ہوں مَیں اس کے لئے حضرت صاحبزادہ بشیر الدین صاحب کی ان نظموں کو نمونہ قرار دیتا ہوں جو کبھی کبھی نکلتی ہیں اور یا حضرت میر ناصر نواب کی نظم آئینہ حق نما ہے۔ بہر حال اس مذاق کی اصلاح کی حاجت ہے۔

اس جلسہ سب سے زیادہ ضروری حصہ جو قابل بحث ہے اور جس پر کسی قدر کھول کر لکھنا چاہئے وہ احمدیہ کانفرنس ہے۔ سال گذشتہ ہی میں اس کانفرنس کی بنیاد رکھی گئی تھی گو باضابطہ سال گذشتہ میں اس کا کوئی جلسہ نہیں ہوا تھا مگر دراصل اس کا ابتدائی جلسہ سال گذشتہ ہی میں ہوا تھا۔ گذرے سال کانفرنس میں یہ طے پایا تھا کہ مختلف مقامات پر احمدی انجمنیں قائم جائیں اور ان کا تعلق قادیان کی صدر انجمن احمدیہ سے ہو۔ ۱۹۰۷ء میں اس کے متعلق بڑی سرگرمی سے کوشش ہوتی رہی۔ تب جا کر کہیں ان احمدی انجمنوں کا قالب طیار ہوا۔ اور مختلف جگہوں پر کچھ کچھ ان انجمنوں کے نشانات پائے جانے لگے۔

احمدیہ کانفرنس کا اجلاس:

۲۸ دسمبر ۱۹۰۷ کو بعد نماز مغرب احمدیہ کانفرنس کا اجلاس ہوا اس میں مردان، امرتسر، گجرانوالہ، گجرات، سیالکوٹ، جموں، ظفروال، مانگہ، بدوملہی، مہاراجکے، میانوالی، پولہ، کھیوا، مرالہ، کھاریاں، پھالیہ، لدھیانہ، لائل پور، سرگودھا، انبالہ، دہلی، بھیرہ، میرٹھ، مظفرنگر، ہوشیارپور، سڑوعہ، گڑھ شنکر، ماہل پور، ضلع جالندھر، راہوں، کریم پور، لنگڑ دیہ، کریام، شاہ آباد ضلع ہردوئی، جھنگ، چھاؤنی سیالکوٹ، ضلع سملہ، دھرم کوٹ بگا، ضلع چندوسی، سرحد ضلع گجرات، گولیکی، پٹیالہ، داتہ ضلع ہزارہ، چونڈہ، لاہور، قصور، مزنگ، فیروزپور، قادیان کی انجمنوں کے سیکرٹری اور میر مجلس اور بعض کے قائمقام اجلاس میں موجود تھے۔ سب سے پہلے صدر انجمن احمدیہ کے مختلف صیغوں کی رپورٹ پڑھی گئی اور اس کے بعد بجٹ ۱۹۰۸ پیش کیا گیا اور پھر خواجہ کمال الدین صاحب وکیل چیف کورٹ پنجاب نے ضروریات سلسلہ کے متعلق ایک فلسفیانہ تقریر کی اس کے بعد حضرت حکیم الامت کی آخری تقریر ہوئی۔ یہ تو اجمالی روئیداد اس کانفرنس کے اجلاس کی ہے مگر غور طلب یہ امر ہے کہ اس کانفرنس کا مقصد صرف اتنا ہی نہیں ہونا چاہئے کہ ایک شخص اُٹھ کر کچھ گذشتہ واقعات بیان کردے اور کچھ آئندہ کی ضرورتوں کا اعلان کردیا جاوے۔ میری اپنی سمجھ میں یہ دونوں اجزاء اس اجلاس کے ضروری تو ہیں مگر اصل بات اور مقصد جو اس کانفرنس کا ہونا چاہئے وہ ضروریات سلسلہ کے سرانجام دینے کی تجاویز ہیں اگر ایسے اجلاس میں جہاں مختلف

شہروں اور دیہات کے سرگرم اور باہمت کارکن موجود ہوتے ہیں بعض عملی تجاویز پیش کردی جایا کریں تو زیادہ مفید ہوسکتا ہے۔ مثلاً لنگر خانہ کی ضروریات کے متعلق اگر عام طور پر یہ تجویز پاس کردی جاوے کہ تمام زمیندار اپنی برداشت فصل کے موقع پر ایک سیر فی من لنگر خانہ کے لئے علیحدہ کرلیا کریں تو میں یقین رکھتا ہوں کہ لنگر خانہ کی ضروریات جنس کی فراہمی کافی سے زیادہ ہوسکتی ہے۔ ہماری جماعت میں زمینداروں کی بہت بڑی تعداد ہے اور ان میں بعض بڑے بڑے مالگذار زمیندار ہیں اور یوں بھی عام طور پر اُن لوگوں میں یہ رواج ہے کہ وہ برداشت فصل کی تقریب پر کچھ نہ کچھ غلہ الگ کرتے ہیں جن سے غرباء اور دوسرے متعلقین لوہار، ترکھان وغیرہ کو دیتے ہیں۔

اگر یہ تحریک عام ہوجاوے اور زمیندار ایسے موقعوں پر ایک سیر فی من لنگر خانہ کے لئے ہر ایک جنس میں سے الگ کرلیں تو ہزاروں من غلہ جمع ہوسکتا ہے میں نے اپنے ضلع جالندھر اور ہوشیار پور کے معزز احباب اور اپنے علاقہ میں ممتاز زمینداروں سے اس معاملہ پر گفتگو کی تھی۔ انہوں نے شرح صدر کے ساتھ میری اس تجویز کو پسند کیا اور مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے علاقوں میں اس کا رواج دیکر عملی طور پر اس کا مفید ثابت ہونا کر دکھائینگے۔ سابق بالخیرات ہونے کے لئے رشک کرنا گناہ کی بات نہیں۔ سیالکوٹ کی انجمن قابل نمونہ انجمن ہے اس کے تمام کام ضابطہ اور قاعدہ کے ماتحت ہوتے ہیں اور ہر ایک نیک اور مفید تحریک میں وہ سب سے اول حصہ لیتی ہے میں امید کرتا ہوں کہ ایسی مفید تحریک کی اشاعت کے لئے سب سے اول عملی پہلو اختیار کرنے کے لئے طیار ہوگی مگر میں جالندھر اور ہوشیار پور کے ان معزز زمینداروں کو متوجہ کرتا ہوں کہ وہ کوشش کریں کہ جیسے عید فنڈ کی عملی تحریک کا زرّیں تاج سیالکوٹ کی جماعت کے سر پر ہے اس مفید تحریک کے اجراء کے وہ پیشرو بنیں۔ بہر حال لنگر خانہ کی جنسی ضروریات کے لئے اس تجویز کو صرف کاغذی لباس ہی میں نہیں رہنے دینا چاہئے اور اس کے لئے اگر ابھی سے کام شروع کیا جائے تو آنے والی ربیع کے موقعہ پر ہر قسم کا غلہ قادیان کے لنگر خانہ کے لئے جمع ہوسکتا ہے اور اس طرح پر حضرت حجۃ اللہ کی دعائیں اور توجہ ان امور مہمہ کی طرف ہوجائے گی جو آپ کی بعثت کی اصل غرض ہے۔ برداشت فصل کے موقع پر زمینداروں کو غلہ الگ کردینا کوئی مشکل امر نہیں ہوتا۔ اور معمولی اور مقررہ چندہ لنگر دوسری ضروریات کو انشاء اللہ العزیز بخوبی سرانجام دے گا۔

الغرض احمدیہ کانفرنس کے اجلاس میں ان تجاویز پر بحث ہونی چاہئے جو مقاصد سلسلہ کی تکمیل کے لئے ضروری ہیں۔ خواجہ صاحب اور حضرت حکیم الامت نے ایک حد تک ان پر بحث فرمائی جو اور بھی بسط سے ہونی چاہئے تھی۔

اس سے پہلے کہ گذرے سال کی رپورٹ پر ریویو کیا جاوے عام طور پر معلوم ہوجانا چاہئے کہ صدر انجمن احمدیہ جس کے ماتحت یہ کانفرنس قائم کی گئی ہے یا جس کے تعلق میں احمدی انجمنوں کا سلسلہ قائم کیا جارہا ہے وہ کیا چیز ہے اور کیا کررہی ہے۔

صدر انجمن احمدیہ تمام احمدی مسلمانوں کی قائم مقام انجمن ہے جس کا ہیڈ کوارٹر سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مرکز قادیان دارالامان میں ہے۔ صدر انجمن احمدیہ اس وقت جو کام کررہی ہے اس کی مختصری تصریح یہ ہے:

(۱) اشاعت اسلام: اس غرض کے لئے رسالہ ریویو آف ریلیجنز انگریزی میں جاری کیا گیا ہے جس کی ایک کثیر تعداد میں یورپ اور امریکہ اور جاپان میں مفت بھیجی جاتی ہے اس خرچ کے پورا کرنے کے لئے یہ لازمی قرار دیا گیا ہے کہ سب احباب جو اس سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں اعانت کا کچھ نہ کچھ چندہ دیں یا اپنے خرچ پر ایک ایک دو دو چار چار دس دس رسالہ باہر بھجوادیں۔ فی رسالہ جو باہر بھیجا جائے چندہ آٹھ آنے سالانہ ہے مگر انگریزی رسالہ کی قیمت ہندوستان کے لئے ایک آنہ سالانہ ہے بعض کتب انگریزی میں طبع کرکے اسی غرض کے لے مفت تقسیم کی جاتی ہیں رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو میں بھی شائع ہوتا ہے جس کا چندہ سالانہ ہے ان احمدی احباب کو جو استطاعت رکھتے ہیں چاہئے کہ اس رسالہ کو خریدیں اور پڑھیں کیونکہ اس میں نہایت قیمتی اور اہم مضامین درج ہوتے ہیں اور ہر قسم کے اعتراضات اور وساوس دور کئے جاتے ہیں ان مضامین سے واقفیت حاصل کرنا ہر ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ سب احباب کا فرض ہے کہ علاوہ خود خریدار بننے کے اس رسالہ کی خریداری کی تحریک اپنے احباب میں بھی کریں۔ رسالوں کے علاوہ اس مد کے ساتھ ایک کتب خانہ بھی ہے جس میں حضرت اقدس اور بعض احباب کی تصانیف اور بعض مفید اسلامی کتب فروخت کی جاتی ہیں۔

(۲) تعلیم دینی و دُنیوی: اس غرض کے لئے ایک مدرسہ انگریزی انٹرنس تک تعلیم دینے کے لئے ہے جس میں علاوہ مروجہ مضامین کے دینیات اور عربی کی تعلیم بھی دی جاتی ہے اور ایک مدرسہ عربی مولوی فاضل تک تعلیم دینے کے لیے ہے جس میں علاوہ مولوی فاضل کی تعلیم کے دینیات کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم اور اس کے ساتھ تھوڑی انگریزی اور کسی قدر دیگر مضامین مروجہ اور طب کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ ایک گرلز سکول لڑکیوں کی تعلیم کے لئے بھی ہے اور تین برانچ سکول دیہات میں ہیں۔ ان اخراجات کو پورا کرنے کے لئے حضرت اقدسؑ نے یہ لازمی قرار دیا ہے کہ سب احباب مدرسہ کے لئے حسب استطاعت چندہ دیں۔ نیز جن احباب کے بچے تعلیم کے قابل ہیں وہ ان کو تعلیم کے لئے اس جگہ بھیجیں۔

(۳) مساکین اور یتامٰی کی مدد: اس کے لئے تین الگ الگ فنڈ ہیں ایک مساکین کے لئے، ایک یتامی کے لئے اور تیسری مد زکوٰۃ کی ہے۔ قربانی کی کھالوں کا روپیہ مسکین فنڈ میں جمع ہوتا ہے۔ اور مساکین اور یتامی کے لئے ذی مقدرت احباب مستقل طور پر بھی مدد کرتے ہیں۔ زکوٰۃ کا روپیہ بھی احباب کو چاہئے کہ حتی الوسع یہاں بھیجا کریں۔

مقبرہ بہشتی کا انتظام:

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رسالہ الوصیت کے ماتحت احمدیوں میں اشاعت اسلام کی اغراض کے لئے تحریر وصایا کا شوق پیدا کرنا۔ اور خدا تعالیٰ کی وحی کے ماتحت حضرت امامؑ نے جو قبرستان بنایا ہے اس کا انتظام کرنا۔ ایسا ہی واعظین کا تقرر اور مساجد و مہمان خانہ اور بعض دوسری ضروری قومی کاموں کا انصرام جن کا تعلق اشاعت اسلام سے ہے یہ کام اس وقت صدر انجمن احمدیہ کے ماتحت ہورہے ہیں اس لئے اب سال گذشتہ کی جو مختصر رپورٹ مع اپنے ریمارکس کے میں آئندہ دوں گا اس کے سمجھنے میں انشاء اللہ آسانی ہوگی۔

رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان:

کسی انسٹی ٹیوشن کی سالانہ رپورٹ ہمیشہ دلچسپی سے دیکھی جاتی ہے اور میری اپنی سمجھ اور رائے کے موافق سالانہ رپورٹ کا چھاپ کر تقسیم کرنا مفید اور مبارک ہوتا ہے اس سے جہاں عام پبلک سلسلہ کے حالات سے واقف ہوتی ہے وہاں سلسلہ کے مفید اور مبارک کاموں میں حصہ لینے کے لئے طیار ہوجاتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ جن درسگاہوں اور سوسائیٹیوں کی سالانہ رپورٹیں شائع ہوتی ہیں عام لوگوں میں اس کے متعلق عام دلچسپی پیدا ہوئی ہے۔ اس لحاظ سے یہ ایک ضروری امر ہے کہ ہمارے سلسلے کے ان کاموں کی جو قومی کاموں کے رنگ میں ہورہے ہیں باضابطہ ایک رپورٹ مرتب ہوکر اگر کثرت سے نہیں تو کم از کم اپنی جماعت میں اس کی ہزاروں کاپیاں شائع ہوا کریں۔ اس سے جماعت کو معلوم ہوگا کہ وہ کون سے کام ہیں جن کے لئے وہ ذمہ وار ہے اور اس کا فرض ہے کہ ان کے استقلال اور قیام کے لئے اسے اپنا روپیہ اور وقت خرچ کرنے کی حاجت ہے۔ ایک مختصری تعداد کے مجمع میں سالانہ رپورٹ کا سرسری طور پر یا جستہ جستہ مقامات سے پڑھ دینا اس کی ضرورت کو رفع نہیں کرسکتا۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ جن لوگوں کے سامنے رپورٹ پڑھی جاتی ہے وہ قوم کے ممتاز اور برگزیدہ اصحاب کا مجمع ہوتا ہے تاہم عام احمدی پبلک میں اس کا پہنچنا لازمی امر ہے۔ اگر یہ رپورٹ مستقل طور پر نہ شائع ہو تو کم از کم مدرسہ اور میگزین کی رپورٹ تفصیلی ہونی چاہئے۔ مدرسہ کو جاری ہوئے کئی سال گذر چکے ہیں مگر اس کی مستقل رپورٹ اگر مرا حافظہ غلطی نہیں کرتا ایک مرتبہ کے سوا کبھی شائع نہیں ہوئی۔ اس مرتبہ بھی جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے کی سعی اور توجہ سے وہ شائع ہوئی تھی۔ پھر اس طرف توجہ نہیں کی گئی۔ قادیان کے تعلیم الاسلام کی رپورٹ بہت سے غیر احمدیوں کو بھی مجبور کریگی کہ وہ اپنے بچوں کو یہاں بھیجیں اور ایسا ہی اس رپورت کی متعدد کاپیاں مختلف صوبوں کے معزز اور وقیع اخبارات میں بھیجی جاویں۔ جو اس پر مناسب ریویو اور ریمارک کرکے کام کرنے والی جماعت کو مفید مشورے دیں اور پبلک کو ایسی مفید انسٹی ٹیوشن کی امداد کے لئے آمادہ کرسکیں۔ اور خود جماعت کے اندر ایک جوش پیدا ہو کہ اس کی اپنی درسگاہ کیا کام کررہی ہے اور اس کو زیادہ مفید اور بابرکت بنانے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے رپورٹ بجائے خود ایک قومی اپیل ہوگی اس کے کارنامے بڑے زور کے ساتھ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرینگے اس وقت تک بجز ان لوگوں کے جو مدرسہ کے انتظامی امور کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں دوسروں کو بہت کم معلوم ہے کہ ان کے قائم کردہ مدرسہ کے کیا پھل ہیں؟ اس لئے مدرسہ کی مکمل رپورٹ ۱۸۹۸ء سے لیکر ۱۹۰۷ء کے آخیر تک نکلنی چاہئے۔ ہاں اس رپورٹ کو ایسے طور پر مرتب کرنا کہ وہ رپورٹ سمجھی جاوے ایک محنت اور وقت کو چاہتا ہے اور اس میں خصوصیت سے ان پہلوؤں کو دکھانا چاہئے جو دوسرے سکولوں اور تعلیم گاہوں کے مقابلہ میں ممتاز ہیں۔ مثلاً لڑکوں کے چال چلن کی نگرانی، ان کی اخلاق اور مذہبی تربیت، ملکی معاملات سے ان کی علیحدگی اور ... کی زندگی کا مقصد جو انہیں سمجھایا جاتا ہے اس قسم کی بہت سے پہلو ہیں جن پر مفصل بحث ہوسکتی ہے اور وہ دوسرے سکولوں سے بالکل نرالی مگر ضروری ہیں۔

مدرسہ کے بعد عظیم الشان شاخ میگزین کی ہے۔ میگزین کی اشاعت کو ساتواں سال شروع ہوگیا۔ مگر اب تک اس کی مفصل رپورٹ بھی روز روشن میں نہیں آئی۔ حالانکہ میگزین کے ذریعہ اشاعت اسلام کا ایک ایسا قابل قدر اور لانظیر کام ہوا ہے جس کا فخر صرف سلسلہ عالیہ احمدیہ کو ہے۔

ممالک غیر میں اس کے مضامین نے مذہبی دنیا پر جو اثر پیدا کیا ہے وہ اس قابل نہیں کہ انگلینڈ اور امریکہ کے اخباروں میں ہی رہے یا ایڈیٹر میگزین کے دفتر میں ان کا ذخیرہ رہے بلکہ وہ اس قابل ہے کہ مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ اس میگزین کے ذریعہ کیا کام ہوا ہے یہی وہ رسالہ ہے جس کو مخالف مسلمانوں نے بھی تسلیم کیا تھا کہ اشاعت اسلام کا اکیلا کام کرنے والا ہے اس کی مفصل رپورت بڑی مؤثر اور دلچسپ ہوسکتی ہے۔ رپورٹ میں زیادہ بحث اس کام پر ہونی چاہئے جو اس کے ذریعہ کیا گیا ہے اور پھر اسی ضمن میں ان تجاویز کا بھی ذکر کردیا جاوے جو اشاعت اسلام کے سلسلہ میں مدنظر ہیں تو اور بھی مفید ہو۔ بہر حال سلسلہ کی ان دو ضروری شاخوں کی مکمل رپورٹ نکلنی چاہئے اور اگر اب اس کے لئے وقت باقی نہیں رہا تو میں سمجھتا ہوں اگلے سال میں مدرسہ کی دَہ سالہ اور میگزین کی ہفت سالہ رپورٹ ضرور شائع ہونی چاہے اور یہ اشتہار کا بہترین ذریعہ ہے۔

(بحوالہ اخبار ''الحکم'' ۱۸ جنوری تا ۳۰ جنوری ۱۹۰۸ء، قادیان دارالامان)

☆☆☆

جلسہ سالانہ ۱۹۰۷ء سے قبل جلسہ کے متعلق شائع ہونے والی دو رپورٹیں

جلسہ سالانہ ۱۹۰۷ء سے قبل حضرت مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر نے جلسہ کے متعلق ایک رپورٹ تحریر فرمائی جو ذیل میں درج کی جارہی ہے ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

اے خدا جلسہ سالانہ ہمارے واسطے مبارک کر

دعا: پیارے دوستو! یہ اخبار بدر کا آخری پرچہ ہے۔ جو اس سال میں نکلنا ہے اور ایسے وقت میں شائع ہوتا ہے کہ عین سالانہ جلسہ میں دوستوں کے دور ونزدیک سے اگر قادیان میں جمع ہونے کا وقت ہے۔ میں سب سے اوّل دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کرے اور نیکیوں کی توفیق عطا کرے اور جس مطلب کے واسطے ہم اپنے مقدس امام کے اردگرد جمع ہوئے ہیں وہ مطلب ہم کو حاصل ہو۔ اور یہ جلسہ بہت سی برکات کو جمع کرتا ہوا بخیر وخوبی تکمیل کو پہنچے۔ آمین

مقاصد جلسہ: سب سے اوّل روحانی مقصد اس جلسہ کا یہ ہے کہ ہم حضرت امام علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوں اور اس کے مقدس کلمات کو سنیں اور اس کے قرب کی جاذبانہ طاقت سے فائدہ حاصل کر کے اپنی روحانی بیماریوں سے شفا پائیں۔ اپنے دلوں کو پاک صاف بنائیں اور خدا تعالیٰ کے احکام کی پیروی کے واسطے اپنی کمر کو چست کریں۔ آپنے بھائیوں کی ملاقات کے ساتھ اپنی روحانی قومی کو بڑھائیں اور قوت مفاد پر باہم مل کر ایک دوسرے کی امداد کی تجاویز سوچیں یہ اصول ہیں اور باقی باتیں ان کے اندر شامل ہیں۔

توجہ مسیح موعودؑ: سب سے بڑی نعمت جو اس جلسہ کے ایام میں ہم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے وہ میرے خیال میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاص توجہ ہے جو ان ایام میں جماعت احمدیہ کی اصلاح کی طرف ہوتی ہے۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ جماعت کے اس قدر افراد کو ایک جگہ جمع دیکھ کر حضرت مسیح موعود اپنے ان دلدادہ عشاق کے واسطے اللہ تعالیٰ کے حضور میں کیا کچھ دعائیں کرتے ہوں گے اور ان کمزوروں کو طاقتور روحانی سپاہی بنانے کے واسطے وہ کس قدر زور لگاتے ہوں گے۔ اس کے متعلق کیا کوئی رائے لگا سکتا ہے لیکن اس توجہ کا اثر ظاہری رنگ میں بھی ہوتا ہے جس کو ہم سب دیکھ سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ ان ایام میں دو ایک تقریریں مسجد اقصیٰ میں کھڑے ہو کر اور تمام جماعت کو مخاطب کر کے کیا کرتے ہیں جن میں سے ہر ایک تقریر قریباً تین گھنٹہ تک عموماً ہوا کرتی ہے اس تقریر کے سننے سے پہلے اپنے دل کو اس کے واسطے تیار کرنا اور پھر اس کو توجہ سے سننا اور اُس پر کار بند ہونا احباب کا فرض ہے، یہ تقریر دلوں کی صفائی کے واسطے بہت کارآمد ہوا کرتی ہے۔

وعظ و نصائح بزرگان: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقریر کے بعد حضرت مولوی نورالدین صاحب بھی عموماً تقریر کیا کرتے ہیں اور اس خاص تقریر کے علاوہ روزانہ بعد از عصر آپ کا درس قرآن شریف مسجد اقصیٰ میں ہوتا ہے۔

یہ ایک بڑی نعمت ہے جس سے احباب بے بہا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت مولوی محمد احسن صاحب کی تقریر یا کم از کم جمعہ کے روز مسجد مبارک میں خطبہ ہوتا ہے۔ جس میں معارف قرآنی کے ذریعہ سے سلسلہ حقہ کے اثبات کا طرز جدید احباب کو سننے میں آتا ہے اور اکثروں کے واسطے موجب ازدیاد ایمان ہوتا ہے۔

جلسہ صدر انجمن احمدیہ: سال گذشتہ کی طرح امسال بھی صدر انجمن احمدیہ کا عام اجلاس ہوگا۔ جس میں سن رواں کی رپورٹ احباب کی خدمت میں سنائی جائے گی اور سال آئندہ کے واسطے جو بجٹ تجویز کیا گیا ہے اور مجلس ناظم میں منظور ہوا ہے وہ پیش ہوگا یہ بجٹ مختلف انجمنوں کو بھی بھیجا جاچکا ہے اس واسطے اُمید ہیکہ اس پر زیادہ بحث کی ضرورت نہ ہوگی لیکن صدر انجمن احمدیہ جو جو کام اس وقت کر رہی ہے اگر ان میں سے کسی کے متعلق کوئی مفید اصلاح یا ترقی کی کوئی تجویز کسی دوست کے خیال میں ہو تو وہ بخوشی اس جلسہ میں ظاہر فرما سکتے ہیں تا کہ تبادلہ خیالات سے فائدہ ہو۔

قومی خادموں کی ضرورت: جہاں صدر انجمن احمدیہ کی رپورٹ اور بجٹ پیش ہوگا وہاں اِس امر کی طرف بھی احباب کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ اس قدر فرائض کی انجام دہی کے واسطے قادیان میں تنخواہ دار یا بے تنخواہ آدمی بہت ہی تھوڑے ہیں اور اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ قوم میں سے ایسے مستعد افراد نکلیں جو دنیوی طول امل کو چھوڑ کر اور قوت لایموت پر قانع ہو کر قادیان میں آبیٹھیں اور قومی خدمات کے واسطے اپنے آپ کو وقف کر دیں۔

تشحیذ الاذہان: اِس نام سے احباب ناواقف نہیں ہیں۔ کیونکہ سال گذشتہ میں اس انجمن کے جلسے ہوئے تھے اور اس انجمن کا رسالہ بھی ماہوار شائع ہوتا ہے۔ یہ انجمن اور یہ رسالہ حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب کی سعی اور سرپرستی سے قائم ہیں اور احمدیہ قوم کے نوجوانوں کی اصلاح کرنا اور ان کو مضمون نویسی میں مشق کرانا اور اس طرح قوم کے واسطے آئندہ مصلحین کی جماعت تیار کرنا اس کا مقصد ہے۔ اس کے جلسوں میں شریک ہونا قوم کو ایک بڑی خوشی اور اُمید دلائے گا۔ اس جگہ اس بات کا ذکر بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ رسالہ تشحیذ الاذہان جو ایک قومی رسالہ ہے اور کسی شخص کی ذات سے اس کے نفع ونقصان کا تعلق نہیں۔ اس کی طرف تا حال بہت کم توجہ کی گئی ہے آئندہ اس کی خریداری میں ان دوستوں کو چاہئے امداد دے کر نوجوانوں کی ہمت کو بڑھانا چاہئے۔

قومی چندے: اس کے بعد میں قومی چندوں کی طرح احباب کی توجہ دلاتا ہوں جن میں سب سے اوّل چندہ لنگر خانہ ہے۔ لنگر کے اخراجات اس قحط سالی کے ایام میں اور پھر بالخصوص ایام جلسہ میں جس قدر بڑھ جایں گے۔ اس کا اندازہ برداران خود کر سکتے ہیں۔ احباب کو خود ہی اس کا فکر ہوگا۔ آج ہی برادرم مکرم چوہدری مولا بخش صاحب کا ایک محبت نامہ میرے پاس سیالکوٹ سے آیا ہے جس میں چوہدری صاحب نے ظاہر فرمایا ہے کہ انہوں نے سال گذشتہ کی طرح جماعت کو تحریک کی ہے کہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے والے احباب کم از کم ایک روپیہ فی کس حضرت کی خدمت میں پیش کریں یہ نذرانہ علاوہ اُس چندہ کے ہے جو جماعت سیالکوٹ نے خاص طور پر ایام جلسہ کے اخراجات لنگر کے واسطے کیا ہے اور جس کی تعداد اُمید ہے کہ مبلغ ایک ہزار تک پہنچ جاوے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اگر ایسا ہی دوسرے احباب بھی چندہ لنگر کی طرف خاص توجہ کرنے میں سیالوٹ کی مثال سے فائدہ اُٹھائیں گے تو امید ہے کہ لنگر کے متعلق دقتیں رفع ہوسکیں گی۔

لنگر کے بعد مدرسہ تعلیم الاسلام ہے جس کی دو شاخیں ہیں۔ ایک مدرسہ انگریزی اور ایک مدرسہ عربی ہردو کے اخراجات بہ سبب پابندی قواعد صیغہ تعلیم بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ اس کی طرف توجہ کرنے کی خاص ضرورت ہے، کیونکہ مدرسہ کے واسطے بھی کوئی مستقل آمدنی الگ نہیں صرف چندوں پر اس کا گذارا ہے مدرسہ تعلیم الاسلام کے ذکر کے ساتھ درس حضرت مولوی نورالدین صاحب کا ذکر بھی ضروری ہے یوں تو تمام طلباء خواہ وہ مدرسہ انگریزی میں پڑھتے ہوں اور خواہ مدرسہ عربی میں اور خواہ ان دونوں کے علاوہ کہیں اور بھی پڑھتے ہوں بلکہ ان مدرسوں کے اساتذہ بھی اور قریباً تمام پیرو جوان جو قادیان میں مہاجر ہیں۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب کے درس کے شاگرد ہیں۔ مگر اس جگہ میری مراد ان خاص طلباء سے جو صرف مولوی صاحب موصوف کے پاس قرآن شریف حدیث، صرف ونحو، طب، تصوف وغیرہ کتابیں پڑھتے ہیں اور جن کے پڑھانے میں مولوی صاحب موصوف دن کا اکثر حصہ صرف فرماتے ہیں۔ ان طلباء کی رہائش، کھانے پینے، لباس، کتب ودیگر ضروریات کے واسطے صرف حضرت مولوی صاحب موصوف کو ہی تمام انتظام کرنا پڑتا ہے۔ ان کی تعداد آج کل بارہ کے قریب ہے۔ ان کے اخراجات کے واسطے جو امداد دی جاوے وہ براہ راست حضرت مولوی نور الدین صاحب کی خدمت میں حاضر کرنی چاہئے۔ اور صفائی سے کہہ دینا چاہئے کہ یہ امداد صرف ان طلباء کے واسطے ہے۔ علاوہ اس کے مدرسہ تعلیم الاسلام کے ایک لڑکیوں کا مدرسہ بھی ہے جن میں دو اُستانیاں کام کرتی ہیں۔

پھر مقبرہ بہشتی ہے جس سے صدر انجمن احمدیہ کی ابتدا ہوئی تھی اور صدر انجمن کے تمام متفرق کام اس مد میں سے چلائے جاتے ہیں۔

اِن کے علاوہ بیرونجات میں اشاعت سلسلہ کے واسطے رسائل اور اخبارات ہیں۔ جن میں سے رسالہ ریویو انگریزی یورپ امریکہ میں اشاعت کا کام کر رہا ہے اور باقی ریویو اردو، بدر، الحکم، تشحیذ الاذہان اردو میں ہیں۔ تشحیذ کے متعلق میں اُوپر ذکر کر آیا ہوں۔ ریویو جو خدمت کر رہا ہے وہ عیاں ہے۔ اس کے بیان کی ضرورت نہیں یہ سب سلسلہ کے رسالے ہیں۔ یعنی خاص شخص کی ذاتی ملکیت نہیں۔ بدر اور الحکم ہر دو سلسلہ کے اخبار ہیں۔ جو اگرچہ میاں معراج دین صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب کی ملکیت میں ہیں مگر ان سے سلسلہ کی بہت خدمت ہو رہی ہے۔ بدر کے متعلق چونکہ مجھے مفصل علم ہے اس واسطے میں کہہ سکتا ہوں اور یہ سچ ہے کہ آج تک بدر کے مالک نے سینکڑوں روپے اس پر خرچ کئے ہیں۔ مگر تا حال کوئی نفع حاصل نہیں کیا اور اس کا ایسا کرنا ایک دینی خدمت کو پورا کرنے کی غرض ہے۔ اس جگہ اس بات کا لکھنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنے معزز ہمعصر ایڈیٹر صاحب الحکم کی اِس رائے کے ساتھ متفق نہیں ہوں کہ ان تمام اردو رسالوں اور اخباروں کو بند کر کے ان کی بجائے ایک ہی قومی اخبار ہو۔ اس میں شک نہیں کہ معزز ہمعصر کی یہ رائے بہت نیک نیتی پر مبنی ہے کیونکہ وہ ایک ایسی رائے پیش کرتے ہیں جو بظاہر ان کو نقصان دینے والی ہوسکتی ہے اور وہ خود اس بات کو سمجھتے ہیں لیکن میرے خیال میں ان کی یہ رائے درست نہیں الحکم کے ہوتے ہوئے بدر کا نکلنا اور ایسی ترقی کرنا کہ الحکم کی نسبت اس کی اشاعت بڑھ

جاوے اور الحکم کو بھی کوئی حرج نہ پہنچے۔ ریویو کے ہوتے ہوئے رسالہ تعلیم الاسلام اور تشحیذ الاذہان کا بھی قوم میں مقبول ہونا خود اس بات کی شہادت ہے کہ یہ سب ضروری اور مفید ہیں۔ لیکن الحکم اور بدر ہر دو کے قیام کیواسطے میرے پاس ایک زبردست دلیل ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارہا فرمایا ہے کہ یہ ہر دو اخبار ہمارے سلسلہ کی اشاعت کے واسطے دو بازؤں کی مانند ہیں۔ حضرت امام کا یہ فرمانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ بدر کی مالی حالت جن ایام میں بہت ہی خراب تھی۔ ان میں بھی میں دیکھتا تھا کہ حضرت اقدس ہرگز پسند نہ کرتے تھے کہ اس کو بند کیا جاوے۔

مشکلات مہمان خانہ: چندوں کی طرف توجہ دلانے کے بعد میں اس امر کو بھی لکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ کثرت مہمانوں کے ایام میں ممکن ہے کہ کسی دوست کو کسی قسم کی تکلیف متعلق رہائش یا خوراک پہنچے۔ ایسے وقت میں سب کو چاہئے کہ نہایت اعلیٰ سے کام لیں اور ان چھوٹی باتوں کی طرف خیال خلقکر کے اپنے اہم مقصد میں خود ہی حارج نہ ہو جاویں۔

اخیر میں میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کرے ہماری مشکلات کو دور کرے۔ مشورہ کے موقعہ پر ہم کو نیک ہدایت عطا کرے اور جس مقصد کے واسطے حضرت امام نے ہم کو جمع کیا وہ ہم کو حاصل ہو۔

(بحوالہ بدر ۲۶ر دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۹-۱۰)

☆☆☆☆☆

آمد احباب: جلسہ سالانہ کے واسطے احباب کی آمد ۱۹ر دسمبر سے شروع ہوگئی تھی۔ چند ایک دوست اس سے بھی پہلے سے یہاں پہنچ گئے تھے۔ مگر سب سے پہلے آنے والی جماعت دوالمیال کی ہے جو کہ اپنے امام مولوی کرمداد صاحب کے ہمراہ یہاں پہنچ گئے تھے اور ان کی تعداد پچیس کے قریب ہے۔ اس کے بعد ہر روز ہر طرف سے کثیر التعداد آدمی جلسہ کی خاطر قادیان آتے رہے۔ یہاں تک کہ آج ۲۴ر تاریخ کی شام کو جب میں یہ مضمون اخبار کی آخری کاپی میں درج ہونے کے واسطے لکھ رہا ہوں۔ ایک بہت بڑی تعداد برادران کی جمع ہو چکی ہے۔ جن میں سے چند ایک کے نام مختصر طور پر بطور نمونہ درج ذیل کرتا ہوں۔

چند اسماء گرامی: میرٹھ سے ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بمعہ چند ساتھیوں کے۔ پشاور سے حضرت مولوی غلام حسین صاحب و دیگر احباب۔ تحصیل پہالیہ سے پیر برکت علی صاحب و دیگر آٹھ کس۔ وزیر آباد سے حافظ غلام رسول صاحب مدرس اور ان کے ساتھی۔ لاہور سے میاں چراغ دین صاحب رئیس۔ بابو محمد علی اشرف صاحب وغیرہ دہلی سے میر قاسم علی صاحب اور ان کے ساتھی۔ شاہ جہان پور سے قاسم میاں جموں سے مولوی محمد صادق صاحب مولوی فاضل، سرگودھا سے مولوی فضل الٰہی صاحب۔ بابو یعقوب خان وغیرہ۔ سیدوالہ ضلع منٹگمری سے مولوی عبدالحق صاحب بمعہ پندرہ بیس آدمیوں کے۔ گولیکی سے قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل بمعہ چند آدمیوں کے۔ لائل پور سے بابو نور الدین صاحب اور دیگر چند دوست چنگا سے مولوی محمد فضل صاحب۔ ایسا ہی کپور تھلہ۔ امرتسر۔ کھاریاں۔ ہوشیار پور، گورداسپور اور دیگر بہت سے مختلف مقامات سے اکثر دوست آگئے ہیں۔ لیکن ہنوز سیالکوٹ۔ جموں۔ وزیر آباد۔ گوجرانوالہ۔ جہلم۔ گوجرات۔ لاہور۔ امرتسر۔ کپور تھلہ وغیرہ مقامات کی بڑی جماعتیں آنے والی ہیں۔ جو امید ہے کہ کل پرسوں تک یہاں پہنچ جاویں گی۔ اور جس وقت تک یہ اخبار چھپ کر تیار ہو جائے گا اس وقت امید ہے کہ جلسہ اپنی پوری رونق میں ہوگا۔

انتظام جلسہ: جلسہ کے انتظام میں شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم بہت خدمت کر رہے ہیں۔ مکانوں کی تقسیم ان کے سپرد ہے اور بلحاظ سیکرٹری مقامی انجمن ہونے کے اس خدمت کو بڑی سرگرمی سے انجام دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ انکو جزائے خیر دے مہمانوں کی خاطر مکان رہائشی خالی کرنے کے واسطے مدرسہ کا کچھ حصہ بند ہو چکا ہے۔ اور باقی بھی کل سے بند ہو جائے گا۔ کمروں کی تقسیم کر دی گئی ہے۔ ہر ایک ضلع کی جماعت کے واسطے جدا کمرے مقرر کئے گئے ہیں اور مدرسہ کے بعض اساتذہ اور طلباء نے بطور والنٹرز کے مہمانوں کی خدمت کے واسطے اپنے آپ کو پیش کیا ہے تمام مہمانوں کو کھانا نئے مہمان خانہ میں کھلایا جاتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت کسی قدر علیل ہے۔ تاہم دوستوں کی خاطر صبح کے وقت سیر کے واسطے تشریف لے جاتے ہیں اور مریدان صادق کو اس طرح سے زیارت کرنے اور اپنے معاملات پیش کرنے یا مسائل دریافت کرنے کا کافی موقعہ مل سکتا ہے۔ حضرت صاحب لیکچر لاہور کا تتمہ بھی لکھ رہے ہیں جس میں آریوں کے مضمون کا جواب ہوگا۔ یہ مضمون مشین پر چھپ رہا ہے اور امید ہے کہ ایام جلسہ میں انشاءاللہ شائع ہو جائے گا۔

آداب رسول: سیر کے وقت احباب کو بہت احتیاط کرنی چاہئے۔ حضرت صاحب کے آگے آگے بھی نہیں چلنا چاہئے۔ کیونکہ اس سے گرد اُڑ کر پیچھے جاتا ہے یہ طریق ادب کے برخلاف ہے اور جو اصحاب پیچھے چلیں ان کو چاہئے کہ اپنے پاؤں کی طرف دیکھ کر چلیں تا کہ کسی اور کو ٹھوکر نہ لگے اور اگر کو اتفاق سے ٹھوکر لگ جائے جیسا کہ بڑے انبوہ میں ممکن ہے تو پھر ٹھوکر کھانے والے کو اپنے اعلیٰ اخلاق کے دکھلانے میں حضرت امام علیہ السلام کی تقلید کرنی چاہئے۔ میں نے دیکھا ہے کہ اگر کسی کی غلطی سے حضرت کا عصاء بھی گر جائے تو آپ کبھی پیچھے پھر کر نہیں دیکھتے تا کہ گرانے والے کو شرمندگی نہ ہو۔

(بحوالہ ۲۶ر دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۵)

☆☆☆☆☆

حیات طیبہ کا آخری جلسہ سالانہ.........

جلسہ سالانہ ۱۹۰۷ء کی ایمان افروز رُوداد

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ مدیر اخبار بدر قادیان کے قلم سے

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس کے فضل اور احسان سے اخبار بدر کا چھٹا جلد ختم ہوا۔ اور اب اس نمبر سے ساتواں جلد شروع ہوا ہے۔ میں کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کے گذشتہ گناہوں کی مغفرت کرے اور آئندہ نیکیوں کی توفیق عطا فرماوے اور سال جدید میں ہم سب کو اپنی پاک رضامندیوں کی راہوں پر چلائے اور اپنے رسول کی خدمت میں حصہ وافر عطا فرماوے۔

شکریہ: اس کے بعد میں معاونین بدر کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اخبار کی بہتری میں ہر طرح سے کوشش فرمائی اور جلسہ سالانہ پر جو احباب ملے انہوں نے جس قدر خوشنودی کا اظہار بدر پر کیا وہ میری بہت کچھ حوصلہ افزائی کا موجب ہوا۔ باوجود ان کمزوریوں کے جو تا حال بدر میں ہیں اس قدر حوصلہ افزائی سے امید واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اخبار کو ہنوز بہت ترقی دینا چاہتا ہے اور اسی واسطے دلوں میں اس کی قبولیت کو ڈال دیا ہے۔ فالحمدللہ علی ذالک۔

رخصت حسب معمول مطبع بدر ایک ہفتہ کے واسطے بند رہا اور اسی واسطے ۲ر جنوری کا پرچہ نہیں نکلا سال کے بعد یہ ایک ہفتہ رخصت اس ضرورت کے واسطے کرنی پڑتی ہے کہ ایام جلسہ میں کارکنان اخبار بھی ہی جلسہ میں شامل ہونا تقریروں کا سننا ضروری معلوم ہوتا ہے اور احباب کی ملاقات بھی ضروری۔ اس واسطے اخبار کی لکھائی چھپائی کا انتظام نہیں ہوسکتا ورنہ جس پابندی سے اخبار نکالا جاتا ہے اس سے دوست یقین کر سکتے ہیں کہ بغیر ایسی مجبوری کے پیش آجانے کے بدر چنداں رخصتوں کا شائق نہیں ہے۔

مختصر رپورٹ: اب میں جلسہ دسمبر کی مختصر رپورٹ یکجائی طور پر لکھتا ہوں جس سے دوستوں کو معلوم ہو جائے کہ ان ایام میں کیا کچھ ہوا۔ اور جو تقریریں ان آیام میں حضرت اقدس نے اور دیگر بزرگان نے کیں وہ رفتہ رفتہ انشاءاللہ درج اخبار کی جاویں گی اور ہر اک تقریر جس اخبار میں شروع کی جاویگی انشاءاللہ اُسی میں ختم کی جاوے گی اور آئندہ کا انتظار نہ دیا جاویگا چنانچہ اس اخبار میں حضرت اقدس کی پہلی تقریر بتمام وکمال درج کی جاتی ہے۔

آمد احباب: ۲۶ر دسمبر کے اخبار میں احباب کی آمد کا ذکر اُس تاریخ تک کا کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد سیالکوٹ سے کوئی ساٹھ ستر آدمی ایسا ہی جموں، وزیر آباد، گوجرانوالہ، جہلم، گجرات، لاہور، امرتسر، کپورتھلہ، لودھیانہ، جالندھر، دہلی اور دیگر مختلف اطراف کی جماعتیں وارد ہوتی رہیں۔ ۲۶ر کی شام اور ۲۷ (یوم جمعہ) کی صبح کو بھی بہت سے آدمی آئے۔ جمعہ کے روز مسجد اقصےٰ کا اندر باہر صحن سب بھر گیا اردگرد کی دوکانوں اور گھروں اور ڈاک خانہ کی چھتوں پر کھڑے ہو کر احباب نے نماز جمعہ ادا کی اس سے خیال کیا جا سکتا ہے کہ کس کثرت سے امسال احباب کی آمد ہوئی۔ میرے اندازہ میں جمعہ کے روز کل تعداد تخمیناً تین ہزار تھی۔

تشحیذ الاذہان: سب سے اوّل جلسہ تشحیذ الاذہان ہوا جو ہمارے نوجوانوں کی انجمن ہے اور جس کا ذکر میں گذشتہ پرچے میں بھی کر چکا ہوں یہ اجلاس ۲۵ دسمبر کو بعد از نماز ظہر ہوا۔ سب سے اوّل حافظ عبدالرحیم صاحب نے رپورٹ سالانہ پڑھی اس کے بعد حضرت صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب نے زمانہ موجودہ کی حالات کا نقشہ کھینچتے ہوئے نوجوانوں کو اس وقت جو کرنا چاہئے اُس پر تقریر کی ان کے علاوہ ایک طالب علم مدرسہ نے اپنا مضمون پڑھا اور اکبر شاہ خان صاحب اور نعمت اللہ صاحب گوہر نے پرلطف نظموں سے دوست کو خوش کیا۔ جس کے بعد آخری تقریر حضرت مولوی نورالدین صاحب نے کی اور واعظ کے مزکی ہونے کی ڈیوٹی کی طرف توجہ دلائی۔ جو سوائے خاصان خدا کے کسی میں نہیں پائی جاتی۔

قدرت خداوندی کا ایک عجیب نظارہ: ۲۶ر دسمبر کی صبح کو حضرت اقدس باہر سیر کے واسطے تشریف لے چلے۔ احباب جوق در جوق ساتھ ہوئے۔ عاشق پروانوں کی طرح زیارت کے واسطے آگے بڑھتے تھے اس قدر ہجوم تھا کہ سیر پر جانا مشکل ہوگیا۔ حضرت اقدس گاؤں کے باہر ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے تا کہ نو واردین مصافحہ کرلیں۔ قریباً دو گھنٹہ تک آپ کھڑے رہے اور عشاق آگے بڑھ کر آپ کا ہاتھ چومتے رہے اس وقت کا نظارہ قابل دید تھا ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ سب سے پہلے میں آگے بڑھوں اور زیارت کروں۔ ایک دیہاتی دوسرے کو کہہ رہا تھا کہ بھیڑ میں سے زور کے ساتھ اندر جا اور زیارت کر اور موقع پر بدن کی بوٹیاں بھی اڑ جاویں تو پروا نہ کر۔ ایک جگہ بیٹھ گئے اور وہاں ایک امرتسری دوست نے اور اُن کے بعد ابو یوسف مولوی مبارک علی صاحب نے نظمیں پڑھیں۔ جن کا احباب پر بہت اثر ہوا کیونکہ وہ درد دل سے لکھی ہوئی تھیں۔

حضرت کی دوسری تقریر: اس دن پھر ہر دو نمازیں مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئیں۔ جن کے بعد حضرت اقدس نے دوسری تقریر کی۔ جو انشاءاللہ اگلے اخبار میں ہدیہ ناظرین ہوگی۔ اس تقریر کے بعد حکیم احمد حسین صاحب لائل پوری، اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی اور نعمت اللہ صاحب گوہر نے نظمیں

پڑھیں اور انؑ کے بعد مولوی عبداللہ صاحب ساکن بھینی نے ایک مضمون کا کچھ حصہ پڑھا۔ جوانشاءاللہ درج اخبار ہوگا۔

روانگی: کچھ دوست تو جمعہ کے بعد یا ہفتہ کی صبح کو یہاں سے روانہ ہو گئے تھے لیکن حضرت کی دوسری تقریر کے بعد بہت سے دوست تشریف لے گئے اور پھر رفتہ رفتہ ۳۰/۳۱/اور پہلی تک ایک بڑا مجمع رخصت ہوتا رہا لیکن بعض دوست ۲/۳/جنوری تک بھی رہے اور بعض اب ایک بھی ایام جلسہ سے آئے ہوئے موجود ہیں۔

بیعت: ایام جلسہ میں ہرروز بیعت کا سلسلہ جاری رہا بیعت کرنے والے بعض دفعہ اس کثرت سے ہوتے تھے کہ سب تک حضرت کا ہاتھ کیا آواز بھی نہ پہنچ سکتی تھی۔ اس واسطے ناچار لوگ اپنی پگڑیاں اُتار کر اور ایک دوسرے کے ساتھ باندھ باندھ کر دور دور تک پہنچاتے رہے اور دو تین آدمی درمیان میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے حضرت کے الفاظ آگے پہنچاتے رہتے تھے۔ اس طرح سے بیعت ہوتی تھی۔ اب ایسی حالت میں بیعت شماری کس طرح سے کی جا سکتی تھی۔ اب تو خدا تعالیٰ اس سلسلہ کے ممبروں کو اس کثرت سے بڑھا رہا ہے اور ایسی روز افزوں ترقی ہو رہی ہے کہ وہ جو حضرت ابراہیم علیہ البرکات کو کہا گیا تھا کہ آسمان کی طرف دیکھ کیا کوئی اس کے ستاروں کو گن سکتا ہے ایسا ہی تیری اولاد بھی گنی نہ جائے گی۔ یہی حال اس ابراہیم کی اولاد روحانی کے ساتھ بھی ہو رہا ہے۔

انتظام لنگرخانہ: لنگرخانہ کے انتظام کے واسطے بہمہ وجوہ پیش بندیاں کی گئی تھیں یا شیخ یعقوب علی صاحب، حکیم فضل الدین صاحب، مفتی فضل الرحمٰن صاحب، قاضی امیر حسین صاحب و دیگر مدرسہ کے اساتذہ اور طلباء نے بطور والنٹیر ز کے مہمانوں کے کھانا کھلانے میں بہت محنت سے کام کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے لیکن مہمانوں کی آمد اندازے سے بہت ہی زیادہ ہوگئی تھی اور اس وجہ سے بعض مہمانوں کو ایک دن کھانا بہت دیر میں ملا۔ روٹی کافی تیار تھی مگر جگہ تنگ تھی اور تھوڑے آدمی ایک وقت میں کھا سکتے تھے اس واسطے بہت دیر ہوگئی اور بعض مہمان بغیر کھانا کھانے کے سونے کے لئے کمروں میں چلے گئے۔ مہمان یہاں اس واسطے نہیں آتے کہ کھانے پینے کا کوئی خیال کریں۔ اس واسطے انہوں نے صبر کیا کسی کے سامنے انہوں نے شکایت نہ کی اور بغیر کھانا کھانے کے رات کو سو گئے۔ کسی کے سامنے وہ ذکر کرتے تو وہ ان کے ساتھ ہمدردی کرتا۔ مگر جب انہوں نے صبر کیا اور کسی کے ساتھ ذکر نہ کیا تو اُن کو یہ انعام ملا کہ خود خداوند عالم نے اُن کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا اور براہ راست آسمان سے اللہ کے رسول کے پاس رات کو پیغام پہنچا۔ اطعموا الجائع والمعتر بھوکے اور مضطر کو کھانا کھلا۔ صبح سویرے حضور نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ رات بعض مہمان بھوکے رہے اسی وقت آپ نے ناظمان لنگر خانہ کو بلایا اور بہت تاکید کی کہ مہمانوں کی ہر طرح سے خاطر داری کی جاوے۔ اور ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اور یہ بھی فرمایا کہ سال آئندہ کے واسطے کافی انتظام پہلے سے کرنا چاہئے۔

کانفرنس صدر انجمن احمدیہ:

۲۸/اکتوبر ۱۹۰۷ء کو بعد از نماز مغرب صدر انجمن احمدیہ کی کانفرنس ہوئی۔ جس میں بیرونجات کی اکثر انجمنوں کے سکرٹری اور پریذیڈنٹ موجود تھے۔ سکرٹری صاحب کی پیش کردہ رپورٹ مختلف صیغوں کی پڑھی گئی اور اس کے بعد بجٹ برائے ۱۹۰۸ء پیش ہوا۔ بجٹ کے بعد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے تمام ضروری امور پر ایک مفصل بحث دلچسپ پیرایہ میں کی اور ان کے بعد حضرت مولوی نور الدین صاحب نے ایک تقریر فرمائی۔ جس میں ظاہر کیا کہ قرآن شریف کے رُو سے کس قسم کی انجمنوں کا بنانا جائز ہے اور کس قسم کی انجمنوں کا بنانا ناجائز ہے۔ یہ تقریر ایک نہایت لطیف پیرایہ میں تھی اور اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ قرآن شریف علوم کا ایک ایسا سمندر ہے کہ اس میں ہر ایک ضروری چیز پائی جاتی ہے۔ یہ تقریر انشاء اللہ کسی دوسرے اخبار میں درج کی جاویگی۔

بجٹ کا مختصر نقشہ اگلے کالم میں درج کیا جاتا ہے، اس سے ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ کس قدر اخراجات سال ۱۹۰۸ء کے واسطے درپیش ہیں اور یہ سب اخراجات قوم کے سر پر ہیں۔

خلاصہ بجٹ پیشکردہ سکرٹری صاحب: خلاصہ بجٹ برائے ۱۹۰۸ء مفصلہ ذیل ہے:

آمد

نام صیغہ	آمد تا اخیر ۱۹۰۷ء	بجٹ برائے ۱۹۰۸ء
۱-تعلیم	۹۰۸۵	۱۰۱۰۰
۲-اشاعت اسلام	۱۰۱۰۹	۱۱۸۷۵
۳-مقبرہ بہشتی	۴۱۰۰	۵۱۰۰
۴-صدقات	۳۱۰۲	۳۲۵۰
۵-شفاخانہ	۱۱۷	۵۵۰
۶-تعمیر	۸۱۸۸	۳۳۰۰۰
میزان	۳۴۷۶۲	۶۳۸۷۵

خرچ

نام صیغہ	خرچ تا اخیر ۱۹۰۷ء	بجٹ برائے ۱۹۰۸ء
۱-تعلیم	۸۱۱۶	۱۲۸۳۶
۲-اشاعت اسلام	۱۱۹۳۰	۱۸۲۱۸
۳-مقبرہ بہشتی	۱۷۹۰	۳۸۵۴
۴-صدقات	۳۲۸۸	۳۶۰۰
۵-شفاخانہ	۴۸۶	۱۵۳۰
۶-متفرقات	۱۴۸۸	۶۵۶۵
۷-تعمیر	۱۲۱۶۷	۴۷۵۶
میزان	۳۹۲۶۵	۹۶۵۵۹

(بحوالہ اخبار بدر ۹/جنوری ۱۹۰۸ء صفحہ ۲-۳)

نظم

(جو مکرم نعمت اللہ صاحب گوہر سابق محرر دفتر بدر نے ۱۹۰۷ء میں پہلے جلسہ تشحیذ الاذہان میں اور پھر حضرت اقدسؑ کے حضور مسجد اقصیٰ میں پڑھی تھی۔

خوشتر آں باشد کہ دلبران　　گفتہ آید در حدیث دیگراں

قادیان دارالامان

اہل دین کو تھی بڑی مدت سے تیری جستجو　　صوفی و ملاّ میں بھی اکثر تھی تیری گفتگو
ڈھونڈتے پھرتے تھے شیخ و شاب تجھ کو کوبکو　　تھی بہت مشتاق تیری دیدۂ نظارہ جو
تو وہ عنقا تھی کہ تیرا کچھ نشان ملتا نہ تھا　　تو وہ لیلیٰ تھی کہ مجنوں نے تجھے دیکھا نہ تھا
تھا کوئی تجھ کو یمن کے جنگلوں میں ڈھونڈتا　　کوئی کہتا تھا تیری تعبیر ہے اُمّ القریٰ
کوئی روم و شام ہی میں تھا بھٹکتا پھر رہا　　جستجو میں الغرض تری ہر اِک دیوانہ تھا
ہند کی طرف۔ آہ! لیکن آنکھ اٹھاتے ہی نہ تھے　　ایسے بھٹکے تھے کہ سیدھی راہ پہ آتے ہی نہ تھے
کھائے غوطے مدتوں تک جب اسی گرداب میں　　مل گیا آخر نشان تیرا یہاں پنجاب میں
ایک ہل چل مچ گئی اس وقت شیخ و شاب میں　　ماہ مکی ہوگیا منعکس تیرے آب میں
فخر موجودات عالم کی تو ہی منزل بنی　　مہدی و اصحاب عیسیٰ کی تو ہی محفل بنی
وہ نبی ہاشمی کوثر کا جو مختار ہے　　جس کے دم سے چشمۂ توحید اب سرشار ہے
جملہ سرکاروں سے بڑھ کر جس کی اِک سرکار ہے　　جس کی کامل پیروی سے سب کا بیڑا پار ہے
سچ ہوا فرمودہ اس کا مرحبا! صلِّ علےٰ!　　مجھ کو ہندوستان★ سے ہے آرہی ٹھنڈی ہوا
ہند میں آئے گا مہدی رمز اس میں تھی یہی　　پیشگوئی تھی بڑی یہ احمد مختار کی
اے مسلمانو! کیا غور اس پر بھی تم نے کبھی　　سرور عالم کا صدقہ ! ضد سے باز آجاؤ بھی
یاد رکھو ورنہ اک دن تم پہ ایسا آئے گا　　تم میں کا ہر آدم ننگ بشر کہلائے گا
بخت پر نازاں ہوا اپنے تو بھی اے ہندوستان　　تخت پر تیرے ہوا تیرا کنہیا براجمان
آگیا آخر تیرا مہدی مسیحائے زمان　　پھر بنے گا جس کے توانفاس سے جنت نشان
سُن رہا بانگ جرس ہے تو بڑی مدت سے ہاں　　تیز چل! آگے نکل جائے گا ورنہ کارواں
اے مثیل مکہ! اے دارالامان ! اے قادیان　　تیری خاطر بہہ گئیں آنکھوں سے خون کی ندیاں
تیری خاطر ہم نے جھیلی ہیں ہزاروں سولیاں　　تجھ پہ قربان کردیئے ہیں ہم نے سب آرام جاں
ہم نے برسوں ہی تلک رو رو کے پایا ہے تجھے　　مال و زر خویش و اقارب کھو کے پایا ہے تجھے
خون دل کھایا کئے ہم مہ جبیں برسوں تلک　　خونفشاں آنکھیں ہماری بہہ رہیں برسوں تلک
چرخ تھا دشمن ہمارا اور زمین برسوں تلک　　ہم کو راتوں نیند آئی ہی نہیں برسوں تلک
تب کہیں جا کر ملی ہے تو ہمیں اے قادیان　　مال ہے کیا چیز! کیوں تجھ پر فدا کردیں نہ جان
ہم کہاں اور احمد مختار کا دلبر کہاں　　مسجد اقصیٰ کہاں محراب اور منبر کہاں
قادیان کے یہ سہانے دلکشا منظر کہاں　　نوردین احسن کہاں اور صادق مخبر کہاں
شکر تیرا میرے مولا ہم سے کیوں کر ہو ادا　　خدمت مہدی کو تونے آج ہم کو چن لیا
اب زمین اپنی الگ ہے آسمان سب سے الگ　　جسم اپنا ہے نرالا اور جاں سب سے الگ
بام مقصد اور ہے اور نردبان سب سے الگ　　ہے فقیروں کا نیا بھیس اور شاں سب سے الگ
راہ و رسم اہل دنیا سے نہیں ہم آشنا　　ہم وہ فانی ہیں نہیں جن کو کبھی مطلق فنا
کون واقف تھا ہے تو پوشیدہ ہندوستان میں　　اور ہے وہ گوہر نایاب تیری کان میں
جو کہ چمکے گا ستارے پر ترے اک آن میں　　بیسیوں جگہوں پہ جس کا ذکر ہے قرآن میں
جس کے دم سے پھر پھلے پھولے گا چمنستانِ ہند　　ڈھونڈیں گے کپڑوں سے جس کی برکتیں شاہان ہند
جس کے دور عدل میں تیغ غذا چلتی نہیں　　شرک اور عیسیٰ پرستی کی ہوا چلتی نہیں
لاکھ سر پٹکے عدو۔ اس کی ذرا چلتی نہیں　　ہوگئی ہے کند سیفِ چشتیا چلتی نہیں
کوئی بھی خنزیر روئے ارض پر چھوڑا نہیں　　ہے صلیب ایسی کہاں اُس نے جسے توڑا نہیں؟
بھائیوں کیا کیا کہیں پر آہ! اپنی داستان　　لکھ نہیں سکتا قلم اور کہہ نہیں سکتی زبان
دیکھتے ہیں سینکڑوں ہی اپنی آنکھوں سے نشاں　　چھوڑتے پھر بھی نہیں ہیں جہل اور نادانیاں
کوچۂ اسلام سے ان کو ہوا آئی نہیں　　ان کے آگے کچھ حقیقت میں مسیحائی نہیں
اس حیات چند روزہ کو بقا کچھ بھی نہیں　　آدمی پانی کا ہے اک بلبلا کچھ بھی نہیں
ہے اگر کچھ تو خدا ہے، ماسوا کچھ بھی نہیں　　کب کسی کو موت آجائے، پتہ کچھ بھی نہیں
آکے گر جاؤ امامِ وقت کے قدموں پر بھی　　دولت دنیا و دین سے اپنی بھرلو جھولیاں

★ حدیث میں آیا ہے کہ مجھے ہندوستان سے ٹھنڈی ہوا آتی ہے۔ (بحوالہ اخبار بدر قادیان ۹ دسمبر ۱۹۰۷ء)

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر: 4

جیسا کہ قبل ازیں تحریر کیا جاچکا ہے حالات ووسائل کے مطابق عالمگیر جماعت احمدیہ کو عرصہ سو سال سے اپنے مکانات میں توسیع کرنے کی توفیق ملتی چلی جارہی ہے۔ لیکن جماعت کی صد سالہ جوبلی 1989ء کے بعد سے اب تک اس توسیع میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ پوری دنیا میں وہاں وہاں مساجد اور مشن ہاؤسز بن گئے اور اس قدر سکول اور ہسپتال بنے کہ گزشتہ سو سال میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ 1989ء کی صد سالہ جوبلی اگرچہ پاکستان کی ظالم حکومت نے پاکستانی احمدی مسلمانوں کو منانے نہیں دی یہاں تک کہ ان کے بچوں کے مٹھائی کھانے اور اچھے کپڑے پہننے پر بھی پابندی لگادی تھی لیکن خدائے ذوالجلال نے عرش پر کچھ اور ہی فیصلے کرر کھے تھے۔ مظلوموں کی آہیں اور یتیموں کی سسکیاں رنگ لائیں اور دنیا میں ہر جگہ احمدی پھیلنے شروع ہوئے لاکھوں کی تعداد میں بیعتیں ہوئیں اور اُن اُن جگہوں پر تعمیر کے کام ہوئے جہاں تصور میں بھی سوچا نہیں جاسکتا تھا۔

ہم بات قادیان سے شروع کرتے ہیں۔ تادم تحریر قادیان میں دار المسیح کی تزئین اور رینوویشن کا کام جاری ہے۔ پُرانی عمارتوں کی چھتوں اور دیواروں کو اس رنگ میں درست کیا جارہا ہے کہ مکان اپنی اصلی حالت پر قائم رہتے ہوئے پھر نیا ہوگیا۔ چنانچہ امسال جلسہ کے موقع پر قادیان دار الامان تشریف لانے والے یہ نظارہ دیکھیں گے۔ مسجد اقصیٰ کا قدیمی حصہ جس کو زمین کے کھسکنے کی وجہ سے نقصان ہورہا تھا بالکل اصل حالت پر قائم ہوگیا ہے اور اب وہ عمارت جس میں صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر تھے اس کو منہدم کر کے مسجد اقصیٰ کی توسیع ہونے والی ہے۔

حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ جب قادیان تشریف لائے تھے تو سکیورٹی کے نقطہ نظر سے دار المسیح سے مسجد اقصیٰ تک ایک راستہ کھولا گیا تھا جہاں سے حضور سیدھا مسجد اقصیٰ تشریف لاتے تھے اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی اسی راستے سے مسجد اقصیٰ تشریف لاتے رہے اور اب چند ماہ سے موجودہ دفتر علیا کے صحن سے ایک راستہ مسجد مبارک کے محراب میں کھولا گیا ہے جہاں سے حضور سیدھا مسجد مبارک میں تشریف لاسکیں گے۔

قادیان میں جہاں تک مساجد کی وسعت کا تعلق ہے تو اگرچہ پارٹیشن سے قبل قادیان میں مرکزی مساجد یعنی مسجد مبارک واقصیٰ کے علاوہ محلہ جات میں کئی مسجدیں تھیں لیکن تقسیم ملک کے بعد صرف تین مساجد یعنی مسجد اقصیٰ مسجد مبارک اور مسجد ناصر آباد، آباد رہ گئیں لیکن اب اللہ کے فضل سے قادیان کی مساجد کی تعداد دس ہوگئی ہے جس میں مسجد نور، مسجد دار الانوار، مسجد دار الفتوح، مسجد ننگل، مسجد کالھواں، مسجد دار الرحمت اور مسجد دار البرکات شامل ہیں۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ سب مساجد میں نمازیں ہورہی ہیں جبکہ امید ہے کہ جلد ہی گاؤں بھینی بانگر میں بھی مسجد کی تعمیر ہوگی انشاء اللہ اور اگر قادیان سے باہر نکلیں تو صد سالہ جوبلی 1989ء سے قبل قادیان کے علاوہ پنجاب میں جماعت کی ایک مسجد بھی نہیں تھی لیکن اب 38 مساجد تعمیر ہوچکی ہیں۔ ہریانہ میں بھی کوئی مسجد نہیں تھی اور اب ہریانہ میں 10 مساجد اور وسیع وعریض مشن ہاؤسز تعمیر ہوچکے ہیں۔ ہماچل میں 1889ء سے قبل ایک بھی مسجد نہیں تھی اور اب ہماچل میں 8 مساجد ہیں۔ علاوہ ازیں بھارت کے طول وعرض میں 1989ء کی جوبلی اور 2008ء کی خلافت احمدیہ جوبلی کے دوان اب تک سیکڑوں مساجد تعمیر ہوچکی ہیں اور بعض ایسے وسیع وعریض مشن ہاؤسز تعمیر ہوچکے ہیں جہاں پر مبلغین کی رہائش، لائبریری اور میٹنگ ہال وغیرہ کی سہولتیں بھی موجود ہیں۔ کیرلہ، بنگال، کشمیر اور ملک کے بعض اور صوبوں میں سکول اور احمدیہ ڈسپنسریاں بھی موجود ہیں۔ اس کے علاوہ ہیں اور جو ترقی بھارت کے علاوہ دنیا کے دیگر ممالک میں جن میں یورپ وامریکہ وافریقہ کے بیسیوں ممالک شامل ہیں مساجد اور مشن ہاؤسز اور مطبع خانوں کے اعتبار سے ہوئی ہے اس کی تفصیل کیلئے کئی مضامین درکار ہوں گے۔ صرف افریقہ کے ممالک میں سینکڑوں ہائر سیکنڈری سکول اور درجنوں بڑے ہسپتال ومطبع خانے موجود ہیں جہاں دن رات خدمت خلق کا کام ہورہا ہے۔ لنڈن میں سال 1904ء میں یورپ کی سب سے بڑی مسجد، مسجد بیت الفتوح تعمیر ہوئی اور انگلینڈ کی پہلی مسجد، مسجد فضل کی تعمیر کرنے کی توفیق بھی جماعت احمدیہ کو ملی اور اب تو جرمنی میں سو مساجد کی تعمیر کا منصوبہ نہایت تیزی سے تکمیل کے مراحل طے کررہا ہے۔ برلن جیسے شہر میں مسجد کا افتتاح ہوچکا ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

اب ہم پھر سے قادیان کی تعمیرات کی طرف لوٹتے ہیں۔ قادیان میں مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کا دفتر ایوان خدمت تو جوبلی سال سے پہلے تیار ہوچکا تھا البتہ مجلس انصار اللہ کا دفتر جوبلی سال کے بعد تعمیر ہوا۔ پھر سیدنا حضرت اقدس امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی آمد قادیان 1991ء سے قبل قادیان میں لنڈن، جرمن، امریکہ، اور کینیڈا، کے وسیع وعریض اور عالیشان گیسٹ ہاؤسز تعمیر ہوئے۔ اسی طرح حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی آمد سے قبل ہی مسجد ناصر آباد کے قریب جدید سہولتوں سے آراستہ بیوت الحمد کالونی تعمیر ہوئی جس میں صدر انجمن احمدیہ کے کارکنان کے علاوہ بعض بیوگان اور غرباء کو بھی رہائش کی سہولت دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں جدید سہولتوں سے آراستہ چار منزلہ فلیٹس تعمیر ہوئے۔

حضور رحمہ اللہ کی قادیان دار الامان میں تشریف آوری کے بعد تو گویا قادیان میں جدید تعمیرات کا ایک سیلاب آگیا۔ چنانچہ جامعۃ المبشرین کی پُر رونق عمارت اور اس کا ہوسٹل تعمیر ہوئے۔

سیدنا حضرت اقدس امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مبارک دَور میں قادیان میں تعمیراتی کام پہلے سے بھی کہیں بڑھ گیا ہے۔ مسجد اقصیٰ کی رینوایشن اور اب مسجد اقصیٰ کی توسیع، مسجد دار الانوار کی از سرِ نو تعمیر جامعہ احمدیہ کی عظیم الشان عمارت سرائے طاہر، جدید سہولتوں سے آراستہ نور ہسپتال، ماریشس گیسٹ ہاؤس، کوٹھی دار السلام میں کارکنان کے لئے جدید فلیٹس کی تعمیر، ننگل کے قریب وسیع وعریض جلسہ گاہ جہاں سے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے بصیرت افروز خطابات سے بذریعہ ایم ٹی اے تمام دنیا میں پیغام اسلام پہنچاتے رہے۔ جدید لنگر خانے اور جلسہ سالانہ کے وسیع وعریض ہال توسیع بہشتی مقبرہ اور اس کے پختہ راستوں کی تعمیر وتزئین۔ کیرلہ ہاؤس، دبئی ہاؤس وغیرہ وغیرہ۔

ان کے علاوہ درج ذیل تعمیراتی پروجیکٹ میں سے کچھ شروع ہوچکے ہیں اور کچھ شروع ہونے والے ہیں۔ آسٹریلین گیسٹ ہاؤس کی تعمیر، انڈونیشین گیسٹ ہاؤس، دفتر نشر واشاعت، مرکزی لائبریری، پریس، دفاتر صدر انجمن احمدیہ، ایک مزید چار منزلہ فلیٹس جو پہلے چار منزلہ فلیٹس کے قریب ہے اور جدید سہولتوں سے آراستہ تیار ہورہا ہے۔ اسی طرح لجنہ اماء اللہ بھارت کے لئے چھ کنال رقبے پر مشتمل ایک وسیع ہال جس میں تین ہزار مستورات کے بیٹھنے کی گنجائش ہوگی تعمیر ہورہے ہیں۔

الہام " وَسِّعْ مَكَانَكَ " کی ایک شان یہ ہے کہ اس کی برکتوں سے جہاں جماعتی تعمیرات کا کام پوری دنیا میں چل رہا ہے وہیں اس کے ذریعہ غریبوں کے مکانات بھی تعمیر ہورہے ہیں۔ چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس تعلق میں بیوت الحمد کی تحریک فرمائی اور حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جہاں ہم اللہ کے حمد کے ترانے گاتے ہوئے اس کے گھر بنارہے ہیں، مساجد کی تعمیر کررہے ہیں وہیں ہم غرباء کے گھر بھی تعمیر کریں گے چنانچہ اس تحریک کے نتیجہ میں اب تک پوری دنیا میں غرباء کے ہزاروں مکانات تعمیر ہورہے ہیں۔ بعض کو ان کے تنگ مکانات میں "وَسِّعْ مَكَانَكَ" کے الہام کے تحت توسیع کی سہولت مہیا کی جارہی ہے۔ اور یہ کام نہایت تیزی سے دنیا کے کئی ممالک میں جاری ہے۔

الحمد للہ کہ ہم نے 1989ء کی صد سالہ جوبلی اور صد سالہ خلافت جوبلی کے دوران وہ کچھ دیکھا جو ہمارے ایمانوں کو تقویت دینے کے لئے اور غیروں کو صداقت مسیح موعود سمجھانے کے لئے ایک عظیم الشان اور حیرت انگیز سچائی ہے۔ دیکھئے آئندہ صد سالہ خلافت جوبلی کے بعد اللہ تعالیٰ جماعت کے لئے کیسے کیسے فتوحات کے دروازے کھولتا ہے۔

اندازہ لگائیے کہ آج سے سو سال قبل جب الہام "وَسِّعْ مَكَانَكَ" پہلی مرتبہ ہوا تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ مکان بنوانے کے لئے تو ہمارے پاس روپیہ نہیں ہے ایک چھپر ہی بنوادیا جائے لیکن آج خدا نے کس عظیم الشان ڈھنگ سے اس الہام کو پورا فرمایا ہے۔ کیا شان ہے مسیح موعود کی! کیا عظیم الشان ہے اس کی صداقت! سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر۔

(منیر احمد خادم)

پیاری امی کی یاد میں

میری پیاری اُمی مکرمہ رشیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم محمد ابراہیم صاحب قادیانی مرحوم گذشتہ 9راگست 2006ء کو لمبی علالت کے بعد قادیان میں وفات پاگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پیاری امی صوبہ بہار کے شہر مونگھیر کی رہنے والی تھیں۔ نانا محترم قمر الہدیٰ صاحب امی کے بچپن میں ہی وفات پاگئے تھے۔ 1953ء میں شادی ہوکر قادیان آئیں اور عہدِ درویشی کے تمام تقاضوں کو پوری وفا کے ساتھ نبھانے کی کوشش کی۔ آپ نہایت صابر وشاکر اور عبادت گذار خاتون تھیں۔ مشکل سے مشکل وقت میں ہمت نہ ہارتیں اور دعاؤں سے کام لیتیں۔ کثرت سے سچی خوابیں دیکھتی تھیں۔ قادیان اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے حد محبت تھی۔ لمبی بیماری بہت صبر سے کاٹی۔ آخر وفات پاکر بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئیں۔ اللّٰھم اغفر لھا۔ سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از راہ شفقت آپ کی نماز جنازہ غائب مورخہ 13 دسمبر 2007ء کو مسجد فضل لندن میں مکرمہ رضیہ اکرم غوری صاحب کی نماز جنازہ حاضر کے ساتھ پڑھائی۔ الحمد للہ۔ (بشریٰ طیبہ سابق صدر لجنہ اماء اللہ بھارت اہلیہ مکرم محمد انعام صاحب غوری)

میری یادیں

ادارہ بدر کی درخواست پر حضرت سیدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ بیگم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور نے جو مضمون بھیجا ہے وہ قارئین کے اضافہ علم و ایمان کے لئے ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔ ادارہ حضرت سیدہ ممدوحہ کا ممنون ہے کہ آپ نے یہ مضمون ہماری درخواست پر بھیجا ہے۔ (ادارہ)

کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ یعنی ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور باقی رہنے والا ہے تیرا رب! جو جلال اور عزت والا ہے۔

لیکن جو اس دنیا میں رہ کر اپنی زندگی میں نمایاں قربانیاں کرے، جو دین اور دنیا کو فائدہ پہنچانے والی ہوں تو ایسی ہستیاں مرنے کے بعد بھی زندہ رہتی ہیں اور اُن کی قربانیوں کو دیکھ کر اگلی نسل اُن کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتی ہے۔ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد مرحوم مغفور بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھے آپ یکم اگست ۱۹۲۴ء کو پیدا ہوئے اور اپنی زندگی وقف کر کے قادیان میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خواہش کے مطابق قربانیاں کرتے ہوئے ۲۹؍ اپریل ۲۰۰۷ء کو اپنے پیارے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱۶؍ اکتوبر ۱۹۵۲ء کو ان کی شادی خاکسار سے ہوئی۔ یہ رشتہ بھی عجیب طرح طے ہوا کہ ابا جانؓ (حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ) کی وفات سے چند ماہ قبل حضرت اماں جانؓ حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے رشتہ لیکر آئیں۔ ابا جانؓ نے سنکر صرف یہ کہا کہ میری بیٹیاں حضرت خلیفۃ المسیح کے سپرد ہیں جو ان کا منشا ہو میں راضی ہوں اس پر پس اس طرح سے یہ رشتہ طے ہو گیا۔

پارٹیشن کے بعد حضور کی منشاء کے مطابق آپ قادیان میں آئے اور پھر اکتوبر ۱۹۵۲ء میں پندرہ دن کے پرمٹ پر ربوہ آئے تو شادی ہوئی شادی کے دن بعد میرے کچھ کاغذات شیخوپورہ سے حاصل کرنے تھے۔ جس کے لئے ہم شیخوپورہ گئے واپسی پر نصف رستہ میں حضور کی دوسری گاڑی ملی جس میں ان کی والدہ اور بھائی بیٹھے تھے۔ انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کا خط ان کو دیا۔ جس میں تحریر تھا کہ جہاں تمہیں یہ خط ملے واپس لاہور چلے جانا کیونکہ یہ اطلاع ملی ہے کہ تمہیں یہاں روک لیا جائے گا اس لئے فوراً لاہور پہنچ کر جہاز کی سیٹ کراؤ اگر سیٹ نہ ملے تو چارٹر جہاز کرا کر بھی جانا پڑے تو چلے جانا کیونکہ اگر تم یہاں رہ گئے تو مجھے ڈر ہے کہ قادیان خالی نہ ہو جائے۔ حضور کی چٹھی پڑھ کر اطاعت کے ساتھ فوراً گاڑی مڑوالی اور لاہور کی طرف روانہ ہو گئے ایک غم تھا کہ جاتے ہوئے ابا جان سے نہ مل سکونگا یہ اُس بیٹے کی محبت تھی جو قربانی کر کے قادیان میں ٹھہرا ہوا تھا اور چند دن کے لئے آیا تھا۔ صبح ہوئی ابھی دس نہیں بجے تھے کہ حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت چھوٹی آپا لاہور پہنچ گئے۔ حضورؓ نے فوری طور پر میاں مظفر احمد صاحب کو بلایا جب معلوم ہوا کہ یہ صرف افواہ ہے۔ میاں مظفر احمد صاحب نے حضور کو تسلی دلائی کہ پانچ دن رہ گئے ہیں اپنے وقت پر قادیان جائیں۔ چنانچہ ۲۵؍ اکتوبر ۱۹۵۲ء کو یہ واپس قادیان کے لئے روانہ ہوئے۔ حضورؓ خود ایئر پورٹ پر چھوڑنے گئے اور جب تک جہاز جاتا نظر آتا رہا دیکھتے رہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ حضورؓ کو سکون مل گیا کہ قربانی کرنے والا بیٹا منزل مقصود پر پہنچ گیا ہے۔

خاکسار پاسپورٹ سسٹم جاری ہونے کے بعد آپ کے ساتھ مارچ ۱۹۵۳ء میں قادیان آئی۔ اُس وقت قادیان میں تھوڑی سی عورتیں تھیں آپ نے مجھے پہلی نصیحت یہی کی کہ دیکھو تم سب کو چھوڑ کر آئی ہو اب یہاں کے لوگ سب تمہارے بہن بھائی ہیں۔ ان کے ساتھ محبت سے رہنا۔ ہر ایک کے ساتھ اچھا تعلق رکھنا۔ ہر ایک کے دکھ سکھ میں شامل ہونا الحمد للہ ان کی اس نصیحت پر عمل کیا اور کر رہی ہوں۔ آپ کی طبیعت نہایت سادہ تھی اور یہی سادگی اور خاکساری آپ مجھ سے بھی چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرشار۔ اُس کی عبادت میں شروع سے میں نے ان کو بہت باقاعدہ پایا۔ نماز باجماعت میں بہت باقاعدہ تھے۔ بہت لمبا عرصہ خود نماز باجماعت پڑھاتے رہے۔ رمضان المبارک میں نمازوں کا الگ ہی رنگ ہوتا تھا۔ ہر وقت باوضو رہنے کی عادت تھی۔ میرے سامنے ابتداء میں کئی بار مشکلات کے دن آئے لیکن آپ نے مستقل مزاجی سے کام لیا۔ ایک موقع پر جب حکومت کا خیال تھا کہ درویشوں کو کالج کے ہوسٹل میں منتقل کر دیا جائے۔ مردوں اور عورتوں کو نصیحت کی پھر گھر آکر کہنے لگے دیکھو ہو سکتا ہے یہ مجھ پر ہاتھ ڈالیں لیکن تم نے ثابت قدم رہنا ہے دعائیں کرنی ہیں رونا دھونا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ آپ کی اور درویشوں کی دعائیں قبول ہوئیں۔ اس کے علاوہ بھی کئی مشکلات کے مواقع پر اللہ تعالیٰ کے خاص فضل کے نظارے میں نے دیکھے۔

نماز باجماعت کے بعد ہمیشہ سنتیں اور وتر گھر آکر پڑھتے سوائے وفات سے چند سال پہلے کے۔ تلاوت قرآن کریم اور نماز میں قرأت بڑی پیاری آواز سے کرتے۔ آخر بیماری میں بھی نماز باجماعت نہیں چھوڑی۔ بعض وقت تو مسجد سے آتے تو اتنا تھکے ہوتے کہ نڈھال ہو کر کرسی پر بیٹھ جاتے اور کہتے کہ اب تم کھانا کھلاؤ مجھ میں طاقت نہیں۔ سفر میں ہمیشہ میں ساتھ رہی۔ مجھے ساتھ بٹھا کر نماز باجماعت پڑھتے۔ جس دن ہسپتال دکھانے لیکر گئے مغرب عشاء کی نماز لیٹے لیٹے ادا کی۔ آپ کا طریق تھا کبھی زیادہ بیمار ہوں اور لیٹے لیٹے نماز پڑھنی ہو مجھے پاس بٹھا لیتے کہ تم تھوڑی تھوڑی دیر بعد اللہ اکبر کہتی رہنا کہیں میں سو نہ جاؤں۔ آخری نماز مغرب عشاء کی اسی طرح ادا کی۔

شادی کے بعد میرا ہر وقت بہت خیال رکھتے تھے۔ کہتے تھے تمہیں نیشنیلٹی مل جائے تو سارے ہندوستان کی سیر کراؤنگا۔ پانچ سال کے بعد جب مجھے نیشنیلٹی مل گئی تو اپنے وعدہ کے مطابق آہستہ آہستہ سارے انڈیا کی سیر کرائی۔ میرے علاوہ تینوں بچیوں کو ان کی شادی سے قبل سارے ملک کی سیر کرا کر ان کو بھجوایا۔ کہتے تھے ان کو یاد رہے کہ ہم کس ملک میں پیدا ہوئے کہاں رہے۔

آپ اپنے سب بچوں سب بچوں سے بہت پیار کرتے تھے اور تینوں بیٹیاں شادی ہو کر دوسرے ملک چلی گئیں۔ جب آتیں تو ان کا پیار دیکھنے والا ہوتا۔ پھر بیٹا بھی پڑھنے باہر چلا گیا۔ آخری عمر میں ہمیشہ مجھے بار بار دعا کے لئے کہتے کہ دعا کرو جب میرا آخری وقت آئے میرے چاروں بچے میرے پاس ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی۔ عزیزہ کوکب اسی دن پہنچی جب ہسپتال گئے ہیں۔ ساری دوپہر اُس سے باتیں کیں سب کا حال پوچھا۔ باقی بچے بھی دوسرے دن زندگی میں ہی پہنچ گئے اگرچہ ان کو ہوش نہیں تھا۔ میرے بارے ہمیشہ فکر کا اظہار کرتے الگ الگ بچوں کو نصیحت کی کہ میرے بعد امی کو کوئی تکلیف نہ ہو وغیرہ۔ مجھے بھی یہی نصیحت کی کہ قادیان نہیں چھوڑنا عہد کرو یہیں رہنا ہے جیسے میرے ساتھ رہی ہو۔

خلافت سے بے انتہا محبت تھی۔ بے ہوش ہونے سے تھوڑی دیر پہلے حضور کا فون آیا۔ خود بات کی حضور نے دوائیاں بتائیں وہ لکھوائیں اس قدر خوش تھے حضور سے بات کر کے۔ پھر مجھے کہنے لگے تمہارے لئے بھی حضور نے دوائی بتائی ہے۔ میرے پوچھنے پر کہ حضور نے خود بات کی ہے۔ خوشی سے کہنے لگے ہاں حضور کا اپنا فون تھا۔

جب جون ۱۹۵۴ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے قادیان اور بھارت کی لجنات کا کام خاکسار کے سپرد کیا اور پھر ایسے حالات میں جبکہ پارٹیشن کے بعد تمام جگہوں کا کام بالکل بند ہو چکا تھا۔ میں بہت گھبرائی کہ اتنا بڑا کام کس طرح کروں گی۔ لیکن آپ مجھے ہمت دلائی پھر کام کے طریقے آہستہ آہستہ سکھائے۔ یہ احساس نہ ہونے دیا کہ مجھے دفتری کام نہیں آتا۔ قدم قدم پر مجھے کام سمجھا کر میری مدد کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور ان کے حوصلہ دلانے سے مجھے بھارت کا کام ۴۴ سال کرنے کی توفیق ملی۔ الحمد للہ

اب جب بیٹی عزیزہ علیم کے سپرد حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے پاکستان کی لجنات کا کام کیا۔ تو آپ نے بہت دعائیں کیں مجھے بھی دعا کے لئے کہتے رہے۔ کہنے لگے پہلے اللہ تعالیٰ کا فضل تمہارے لئے مانگتا تھا۔ اب بیٹی کے لئے دعا کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو اچھے رنگ میں کام سنبھالنے کی توفیق دے۔

مہمان نوازی کا جذبہ بہت تھا۔ مجھے پہلے دن سے ہی تاکید کی جب کوئی مہمان ملنے آئے خواہ مرد ہو یا عورت جو چیز گھر میں ہو بھجوا دیا کرو۔ گرمیوں میں خاص طور پر شربت بنواتے۔ خود شوگر کی وجہ سے نہیں پیتے تھے۔ مگر میرا بنا ہوا شربت پلانے کا شوق تھا۔ شادی کے بعد ابتداء میں پاکستان کا تو رستہ بند تھا غیر ملک سے جو بھی آتا دعوت پر بلاتے تھے اور کہتے کہ کھانا تم نے پکانا ہے۔ جلسہ سالانہ پر بھی غیر ملکی احباب کو کھانے پر مدعو کرتے۔ جب ۱۹۹۲ء میں میری آنکھ کا آپریشن ہوا تو کہنے لگے باہر سے فلاں فیملی آئی ہے تمہیں ڈاکٹر نے چولہے کے پاس جانے سے منع کیا ہے۔ ایسا کرو کچھ پکوا کر مہمانوں کو بھجوا دو۔ الحمد للہ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

سالہا سال سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے قیامگاہ دار المسیح کا کام کرنے کی خاکسار کو توفیق ملی۔ جلسہ سے قبل جب نیچے دار المسیح کا بند حصہ کھول کر صبح سے رات تک صفائی کرتی۔ مہمانوں کے لئے بستر رکھتی تو بہت زیادہ کام کرتے دیکھ کر کہتے کہ جلسہ آتا ہے تو تمہیں اتنا کام کرتے دیکھ کر مجھے خوشی ہوتی ہے۔ جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے کہ طبیعت بیحد سادہ تھی۔ اکثر کہتے میرا کھانا میز پر رکھ دو میں دفتر سے آکر کھا لونگا۔ تم جلسہ کا کام کرو لیکن جب کھانا کھانے بیٹھتے تو مجھے بھی کھانے کے لئے اصرار سے بلاتے۔

چندہ جات میں بہت باقاعدہ تھے۔ خصوصیت سے وصیت کی ادائیگی کی طرف بہت توجہ تھی۔ ہمیشہ خلیفۂ وقت کی طرف سے کوئی تحریک ہوتی فوراً چندہ ادا کر کے کہتے دعا کرو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول کرے۔ صدقات کثرت سے دیتے۔ تین چار سال سے روزہ نہ رکھ سکتے تھے۔ لیکن رمضان شروع ہوتے ہی اپنا اور میرا فدیہ ادا کر دیتے، میں کہتی میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے روزے رکھ رہی ہوں کہتے فدیہ دینے سے اللہ تعالیٰ روزوں کی توفیق دیتا ہے۔

۱۹۹۱ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع قادیان تشریف لائے۔ میں دہلی نہیں جا سکی تھی۔ حضورؒ کا کھانا میں نے تیار کیا۔ جسے حضور نے بہت پسند کیا اس کا اظہار کرتے ہوئے مجھے حضور کے لئے کچھ کھانا ہر روز تیار کرنے کی ہدایت کی۔ حضور میرا پکا ہوا کھانا نہایت شوق سے تناول فرماتے۔

۲۰۰۵ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز قادیان تشریف لائے اور ماشاء اللہ خاندان مسیح موعود کے افراد بھی کثرت سے تشریف لائے۔ کام اور ذمہ داریاں بہت بڑھ گئیں۔ حضور کا باورچی آیا ہوا تھا لیکن حضور بھی یہاں سے گیا ہوا ڈش بہت پسند کرتے تھے۔ حضور جب واپس گئے تو ہم دونوں دہلی تک اور ایئر پورٹ تک چھوڑنے گئے۔

سفر پر جب بھی ہم جانے لگتے ان کا طریق تھا گھر میں جو بھی ہوتا سب کو بلا کر دعا کراتے صدقہ دیکر گھر سے نکلتے پھر کار میں بیٹھ کر دعا کراتے۔ اپنے کام کی ذمہ داری کو سب سے اہم سمجھتے۔ وقت پر دفتر جاتے۔ اگر کام ختم نہ ہوتو بعض اوقات تین چار بجے گھر آتے۔ ہاتھ میں فائلیں پکڑی ہوتیں اور رات کو بیٹھ کر اپنا کام مکمل کرتے۔ شادی کے بعد اپنے پرسنل خطوط حضرت میاں بشیر احمد صاحب کو، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ، حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ، حضرت چھوٹی آپا اور اس کے علاوہ بہت سے لوگوں کو لکھنے کے لئے مجھے دیتے اب جبکہ آنکھ کے آپریشن کے بعد میرے لئے لکھنا مشکل ہو گیا تو ہمیشہ کہتے تھے تم میرا نصف کام بناتی تھیں لیکن اب مجبوری ہے اللہ تعالیٰ فضل فرمائے تمہاری بینائی جلد ٹھیک ہو۔

لوگ اپنی امانتیں رکھ جاتے آ کر مجھے کہتے میں بھی گواہ ہوں تم بھی گواہ رہنا فلاں کی یہ امانت ہے تم سنبھالو۔ اپنے خاندان والوں کی بیشمار امانتیں رقم کی صورت میں آپ کے پاس تھیں جو کوئی کچھ منگاتا اس کے لفافے میں حساب لکھ کر رکھ دیتے۔ وفات کے بعد الحمدللہ ساری واپس کی گئیں۔ حساب میں بہت پختہ تھے۔ ایک ایک پائی کا حساب لکھ کر رکھتے۔ بیوگان اور یتیموں کا بہت خیال رکھتے۔ عید پر ان کے گھروں میں ملنے جاتے ہر ایک کی خوشی غمی میں شریک ہوتے۔

شکار کا بیحد شوق تھا۔ شادی کے بعد مختلف جگہوں پر جہاں شکار کو جاتے مجھے لیکر جاتے۔ بندوق بھی چلواتے۔ جب بچیاں ذرا بڑی ہوئیں تو ان کو بھی ساتھ لیجاتے۔ بچوں کو سائیکل چلانا، تیرنا، کار چلانی سب کچھ سکھایا۔ خود والی بال کے کھلاڑی تھے۔ ابتداء درویشی میں ان کی ٹیم نے کئی جگہ جا کر میچ جیتے۔ آخری عمر میں جب خود نہیں کھیلتے تھے تو نماز عصر کے بعد سیر کو نکل جاتے وہاں سے گراؤنڈ میں بیٹھ کر کھیل دیکھتے جس دن لڑکوں کا میچ ہوتا تو بہت شوق سے دیکھنے جاتے۔

جلسہ سالانہ ۲۰۰۶ء کے بعد مجھے ٹھنڈ لگ جانے سے نمونیہ ہو گیا۔ مجھے جالندھر ہسپتال میں داخل کیا۔ میرے پاس عزیزہ کوکب رہی۔ لیکن روزانہ صبح دفتر کا کام ختم کر کے مجھے دیکھنے آ جاتے تھے اور شام کو واپس قادیان جاتے تھے۔ میری بیماری کے دوران خود بھی بہت سخت بیمار ہو گئے لیکن بار بار مجھے ہی کہتے تم اچھی ہو جاؤ۔ لیکن اس بیماری کے بعد آپ کی صحت بہت کمزور ہو گئی۔ لیکن باوجود اس کے ۲۰۰۸ء کے کاموں کا آپ کو بہت احساس رہتا تھا۔

وفات سے آٹھ دن قبل پہلے دن کو تیز بخار چڑھا۔ پھر رات کو دوبارہ چڑھ گیا۔ صبح ٹیسٹ کرانے کے لئے امرتسر ہسپتال لیکر گئے۔ صبح سے شام تک ٹیسٹ ہوتے رہے ڈاکٹر نے کہا کہ سب ٹیسٹ ٹھیک ہیں۔ صرف ایک ٹیسٹ رہ گیا ہے۔ جو کل ہوگا لیکن رات آنے سے قبل شدید گھبراہٹ شروع ہو گئی۔ اُسی میں کھانا کھلانے کی کوشش کی لیکن دو لقمے میرے ہاتھ سے بہت مشکل سے کھائے۔ اس کے بعد یکدم شدید ہارٹ کا اٹیک ہوا اور کومہ میں چلے گئے۔ اس کے بعد ہوش نہیں آئی اور ۲۹ را پریل ساڑھے آٹھ بجے شام کو اپنے حقیقی مولیٰ سے جا ملے۔ مجھے پتہ چلا تو بے اختیار میرے منہ سے حضرت اماں جان کے سنے ہوئے الفاظ نکلے کہ میرے مولیٰ یہ تو مجھے چھوڑ کر چلے گئے لیکن تو نہ چھوڑیو۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اور اس کے فضل سے بہت صبر کیا۔ صبح ہی میرے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کا بہت پیارا تسلی دینے والا فیکس ملا۔ جس سے دل کو بہت سکون ملا۔ اللہ تعالیٰ حضور کو ہمارے سروں پر سلامت رکھے جو ہر دم ہمارا خیال رکھتے ہیں۔ آخر میں حضور ایدہ اللہ کے الفاظ میں جو آپ کی وفات کے موقع پر خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمائے اپنے مضمون کو ختم کرتی ہوں۔ حضور ایدہ اللہ نے آپ کے اوصاف کا ذکر کرنے کے بعد یہ بھی فرمایا کہ:

''وہ میرے دستِ راست تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں میرا سلطان نصیر بنایا ہوا تھا۔''

اللّٰھم اغفرلہٗ وارحمہٗ وادخلہ الجنّۃ وارفع درجاتہٗ فی اعلیٰ علیین (آمین)

☆☆☆☆☆

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء کے لئے
دعاؤں اور عبادات کا روحانی پروگرام

1۔ ہر ماہ ایک نفلی روزہ رکھا جائے۔ جس کے لئے ہر قصبہ، شہر یا محلہ میں مہینہ کے آخری ہفتہ میں کوئی ایک دن مقامی طور پر مقرر کر لیا جائے۔

2۔ دو نفل روزانہ ادا کئے جائیں جو نماز عشاء کے بعد سے لے کر فجر سے پہلے تک یا نماز ظہر کے بعد ادا کئے جائیں۔

3۔ سورۃ فاتحہ روزانہ کم از کم سات مرتبہ پڑھیں۔

4۔ ﴿رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ﴾ (البقرۃ 251)

(ترجمہ): اے ہمارے رب! ہم پر صبر نازل کر اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور کافر قوم کے خلاف ہماری مدد کر۔

(روزانہ کم از کم 11 مرتبہ پڑھیں)

5۔ ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾

(آل عمران :9)

(ترجمہ): اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تو ہمیں ہدایت دے چکا ہو۔ اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر۔ یقیناً تو ہی ہے جو بہت عطا کرنے والا ہے۔ (روزانہ کم از کم 33 مرتبہ پڑھیں)

6۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔

(ترجمہ): اے اللہ! ہم تجھے سپر بنا کر دشمن کے سینوں کے مقابل پر رکھتے ہیں اور ہم ان کے تمام شر اور منفی اثرات سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔ (روزانہ کم از کم 11 مرتبہ پڑھیں)

7۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔

(ترجمہ): میں بخشش طلب کرتا ہوں اللہ سے جو میرا رب ہے ہر گناہ سے اور میں جھکتا ہوں اسی کی طرف۔

(روزانہ کم از کم 33 مرتبہ پڑھیں)

8۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

(ترجمہ): اللہ تعالیٰ پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے، اور بہت عظمت والا ہے۔ اے اللہ رحمتیں بھیج محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر۔ (روزانہ کم از کم 33 مرتبہ پڑھیں)

9۔ درود شریف روزانہ کم از کم 33 مرتبہ پڑھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اہم تاریخی کتب دستیاب ہیں!

☆..... حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی اہم تصنیف "Revalation Rationality knowledge and Truth" کا اردو ترجمہ نظارت نشر و اشاعت کے زیر اہتمام شائع ہو رہا ہے۔ جو امسال جلسہ سالانہ ۲۰۰۷ء کے موقع پر دستیاب ہوگا۔ جو احباب یہ کتاب خریدنا چاہتے ہیں وہ جلد اپنے آرڈر نظارت نشر و اشاعت میں بھجوا دیں۔

تاریخ احمدیت: تاریخ احمدیت کا ۱۸ جلدوں پر مشتمل مکمل سیٹ شائع ہو رہا ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ جلسہ سالانہ ۲۰۰۷ء کے موقعہ پر دستیاب ہوگا۔ جو احباب و جماعتیں تاریخ احمدیت کا مکمل سیٹ خریدنا چاہتے ہیں جلد از جلد اپنا آرڈر بھجوا دیں۔

تحریک جدید ایک الٰہی تحریک: تحریک جدید سے متعلق خلفاء احمدیت کے بصیرت افروز ارشادات و احکامات پر مشتمل کتاب نظارت نشر و اشاعت کے تحت شائع ہو رہی ہے جو انشاء اللہ جلسہ سالانہ ۲۰۰۷ء کے موقعہ پر دستیاب ہوگی۔ جو احباب اسے خریدنا چاہیں وہ اپنے آرڈر دفتر وکالت مال تحریک جدید کو نوٹ کروا دیں۔ (ناظر نشر و اشاعت قادیان)

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی حسین یادیں

عبد الرشید آرکیٹکٹ لندن

امسال خاکسار مارچ کے پہلے ہفتے سے لے کر اپریل کے پہلے ہفتے تک قادیان میں جماعتی کاموں کے لئے گیا ہوا تھا۔ 2 اپریل کو لندن واپس آنے کے لئے قادیان سے روانہ ہوا۔ آخری دن میاں وسیم احمد صاحب سے ملنے کے لئے گیا۔ معمول کے مطابق بیت الدعا کے ساتھ جو بیٹھنے والی جگہ ہے۔ وہاں بیٹھ کر 10/15 منٹ تک مختلف مفوعات پر باتیں ہوتی رہیں۔ جب جانے کے لئے اجازت مانگی تو آپ نے اُٹھ کر معانقہ کیا پھر اپنے سادہ مخصوص انداز میں کہنے لگے۔ چوہدری صاحب قادیان میں بہت کام کرنے والے ہیں۔ جلد واپس آنے کی کوشش کرنا۔ کیا علم تھا کہ میری یہ میاں وسیم احمد صاحب سے آخری ملاقات ہوگی۔ واپس لندن آکر خاکسار ہفتے میں ایک بار ضرور میاں وسیم احمد صاحب سے خیریت پتہ کرلیتا تھا۔ 24 اپریل بروز منگل جب میاں صاحب کو فون کیا تو کہنے لگے طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔ ہلکا سا بخار ہے۔ اس لئے دفتر کا کام گھر لے آیا ہوں۔ میں نے عرض کیا۔ میاں صاحب کام ہوتے رہیں گے۔ آپ کو آرام کی ضرورت ہے اور اپنا خاص خیال رکھیں۔ دُعا کی درخواست کرتے ہوئے بات چیت ختم ہوگئی۔ کیا پتہ تھا کہ میاں وسیم احمد صاحب سے یہ میری آخری بات چیت ہوگی۔

25 اپریل بروز بدھوار شام کو مکرم برادرم منصور احمد صاحب چیمہ کا قادیان سے فون آیا کہ میاں صاحب کی حالت اچانک خراب ہوگئی تھی۔ صبح ان کو امرتسر میں ہسپتال میں داخل کروادیا تھا۔ لیکن طبیعت اب بہت خراب ہوگئی ہے۔ اور coma کی حالت طاری ہے۔ حالت تشویشناک ہے۔ ان کے لئے دُعا کی درخواست کی۔ یقین نہیں آتا تھا۔ ابھی ایک دن پہلے ان سے ٹیلفون پر بات ہوئی تھی۔

30 اپریل بروز سوموار مکرم برادرم چوہدری واسع صاحب نے قادیان سے فون پر بتایا کہ میاں وسیم احمد صاحب کل رات (29 اپریل) امرتسر ہسپتال میں وفات پاگئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

خاکسار کی پہلی ملاقات میاں وسیم احمد صاحب سے 1966 میں ہوئی۔ جب خاکسار ربوہ کے جلسہ سالانہ میں شمولیت کے بعد دو دن کے لئے قادیان بھی چلا گیا۔ واہگہ بورڈر کراس کر کے بس کے ذریعے امرتسر سے ہوتا ہوا عصر کے قریب قادیان پہنچا۔ اس وقت حضرت عبدالرحمان صاحب جٹؓ ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی تھے۔ ان سے ملاقات کے بعد میاں وسیم احمد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اگلے دن واپسی کی وجہ سے بیت الدعا میں نوافل ادا کرنے کے لئے کوئی ٹائم سیٹ نہیں ہو رہا تھا۔ میاں صاحب سے اس مشکل کا ذکر کیا۔ فرمانے لگے۔ آپ فکر نہ کریں۔ آپ کی رہائش کا انتظام بیت الذکر میں کر دیتا ہوں۔ آپ وہیں آرام بھی کریں اور دُعائیں بھی کریں۔ اگلے دن قادیان سے لاہور کے لئے جلدی نکلنا تھا۔ کیونکہ واہگہ بورڈر ان دنوں جلدی بند ہو جاتا تھا۔ روانگی سے قبل مہمان خانہ سے خاص روٹیوں کا انتظام کروایا تاکہ تبرک کے طور پر رشتہ داروں کے لئے بھی لے جاؤں۔ پھر امرتسر تک جانے کے لئے کار کا انتظام بھی کروادیا۔ پہلی ملاقات اتنی شفقت اور محبت، یہ محسوس ہی نہیں ہونے دیا کہ میں کسی غیر ملک میں ہوں بلکہ ایسا لگتا تھا کہ میری میاں وسیم احمد صاحب سے مدت سے واقفیت ہے۔ بہت ہی پیار کرنے والے انسان تھے۔

پھر 20 سال کے لمبے وقفہ کے بعد 1986ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خاکسار کو دہلی مسجد کی تعمیر کے لئے ہندوستان بھجوایا۔ پنجاب میں فسادات کا دور تھا۔ اس لئے باوجود کوشش کے قادیان کا ویزا نہ مل سکا۔

دہلی میں مسجد مکمل ہونے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے قادیان میں عمارات کا ایک نیا دور شروع کیا۔ خاکسار ان پروجیکٹس کے ڈیزائن اور تعمیر کی دیکھ بھال کے لئے لندن سے سال میں دو دفعہ اور بعض دفعہ تین بار بھی جاتا رہا۔ اس وقت سے اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس طرح پچھلے 20 سال سے مسلسل میاں وسیم احمد صاحب کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ بہت ہی خوش اخلاق اور ملنسار انسان تھے۔

1987ء میں ایک لمبے وقفے کے بعد جماعتی کاموں کے لئے قادیان گیا۔ جلسہ سالانہ میں شمولیت کی توفیق ملی۔ میاں وسیم احمد صاحب نے خاکسار کو اپنے پاس پہلی منزل پر اس کمرہ کے ساتھ والے کمرہ میں رکھا جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی تصنیف فرمائی تھی۔ لندن واپس آکر جب خاکسار نے اپنے رہائشی کمرہ کے متعلق حضور کو بتایا۔ تو حضور (خلیفۃ المسیح الرابعؒ) نے فرمایا۔ یہ تو میرا کمرہ ہوا کرتا تھا۔ میرے لئے ناشتہ، دوپہر کا کھانا اور شام کا کھانا سب گھر سے میاں صاحب تیار کر کے بھجواتے۔ دن میں ایک بار ضرور خود آکر پوچھتے کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟

1989ء میں صد سالہ جشن کا موقعہ تھا۔ اس سال مہمانوں کی بڑی تعداد غیر ممالک سے قادیان جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے آئی۔ اس سال میاں وسیم احمد صاحب نے خاکسار اور میری اہلیہ حلیمہ رشید صاحبہ کی رہائش کا انتظام ازراہِ شفقت بیت الریاضت میں کیا۔ یہ وہ کمرہ ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 8/9 ماہ روزے رکھے تھے۔

یہ ہماری بہت خوش قسمتی اور ایک بڑا اعزاز تھا۔ جو میاں وسیم احمد صاحب نے ہمیں دیا۔ جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔

(1989) میں غیر ملکی مہمانوں کے غیر معمولی اضافہ کی وجہ سے بہت سارے نئے بستر اور دوسرا سامان جلسہ سالانہ کے لئے خریدنا پڑا۔ یہ سامان امرتسر سے خریدا جاتا تھا۔ یہ ساری خرید مکرم میاں وسیم احمد صاحب خود کرتے تھے۔ اکثر خاکسار کو بھی ساتھ لے جاتے۔ میں نے دیکھا کہ میاں صاحب امرتسر کی چھوٹی چھوٹی گلیوں میں گھنٹوں پیدل جماعت کے لئے سستا سامان خریدنے کے لئے صرف کرتے۔ بہت محنت اور تکلیف صرف جماعت کے مفاد کے لئے برداشت کرتے اور معاملہ میں جماعت کا مفاد مقدم رکھتے۔ رقم کے لین دین اور حساب رکھنے میں بہت ماہر تھے۔ ایک رجسٹر رکھا ہوا تھا۔ جس میں آمد اور خرچ خود اپنے ہاتھوں سے درج کرتے۔ غلطی کا کوئی امکان نہ تھا۔ جو حساب کتاب کا ایک Perfect نظام میاں وسیم احمد صاحب نے رکھا ہوا تھا۔ وہ ایک Chartered Accountant بھی نہیں رکھ سکتا۔

میں نے اپنی کتاب ''میری پسندیدہ بستی قادیان دارامان'' میں دو ایسے واقعات درج کئے ہیں جن کی نشاندہی میاں وسیم احمد صاحب نے کروائی۔ بٹالہ اور قادیان کے درمیان بعض دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیدل سفر کیا کرتے تھے۔ ان دونوں قصبوں کے درمیان ایک مقام ہے۔ جہاں ایک برگد کا درخت ہوتا تھا اور نلکا بھی لگا ہوا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سفر کے دوران بعض دفعہ ظہر یا عصر کی نماز یہاں ادا فرمایا کرتے تھے۔ مکرم میاں صاحب نے اس جگہ کی نشاندہی کرواتے ہوئے یہاں فوٹو بھی بنوائی جس کو کتاب میں ریکارڈ کرلیا گیا۔

حضرت اماں جانؓ کی رہائش حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد بیت الذکر میں رہی۔ مسجد مبارک کے نیچے جو گلی مسجد اقصیٰ کو جاتی ہے۔ وہاں دیوار پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ جب مسجد اقصیٰ سے نماز سے فارغ ہو کر گھر جاتے۔ تو یہاں دیوار پر اپنی چھڑی مارتے اور اوپر حضرت اماں جانؓ آواز سن فرماتیں کون؟ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ جواب میں عرض کرتے کہ آپ کا خادم نور الدین۔ مکرم میاں وسیم احمد صاحب نے یہ قصہ خاکسار کو بتایا۔ اور کتاب میں ریکارڈ کرلیا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ دیوار پر چھڑی اس لئے مارتے کہ اگر حضرت اماں جانؓ کو کسی چیز کی ضرورت ہو۔ تو بتادیں۔

آپ مہمانوں کا خاص خیال رکھا کرتے تھے۔ جب بھی خاکسار نے قادیان آنا۔ میرے لئے واہگہ بورڈ پر کار بھجوادیا کرتے تھے۔ پھر ان کو اندازہ تھا کہ کتنے وقفے کے بعد مہمان دار الضیافت میں پہنچ جائے گا اس کے مطابق ناظم ضیافت سے ٹیلفون پر مہمان کی آمد تک پتہ کرتے رہتے۔ ایک موقعہ پر جب خاکسار قادیان کے لئے روانہ ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خاکسار کو فرمایا کہ اس دفعہ آپ آرکیٹکٹ کی حیثیت سے ہی نہیں قادیان جا رہے آپ میرے نمائندہ کے طور پر بھی کام کریں گے اور کچھ زائد کام کے متعلق ہدایات فرمائیں۔ میرے اس زائد کام کے متعلق فیکس میاں وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ کو چلی گئی۔

اس دفعہ جب خاکسار واہگہ بورڈر سے قادیان میں مہمان خانہ میں پہنچا۔ ابھی کمرہ میں اپنا سامان وغیرہ سیٹ کر رہا تھا کہ دروازہ پر دستک ہوئی۔ میں نے جب دروازہ کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ باہر میاں وسیم احمد صاحب اور ملک صلاح الدین صاحب کھڑے ہیں۔ میں دیکھ کر حیران ہوگیا۔ میں نے اندر آنے کی درخواست کی۔ فرمانے لگے۔ پتہ کرنا تھا کہ آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتادیں۔ میں نے کہا کمرہ میں ہر چیز موجود ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔ پھر اتنا کہہ کر کہ آپ لمبا سفر کرکے آئے ہیں۔ تھک گئے ہونگے۔ اب آپ آرام کریں۔ بعد میں میں سوچتا رہا کہ میاں وسیم احمد صاحب کو اس بار میرے آنے پر مہمان خانہ میں میرے پاس آنے کی کیا ضرورت تھی۔ غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ چونکہ خاکسار اس دفعہ خلیفۃ المسیح کے نمائندہ کی حیثیت سے بھی تھا۔ اس لئے میاں وسیم احمد صاحب نے یہ ضروری خیال کیا کہ پہلی فرصت میں خاکسار کو خود مہمان خانہ میں ملنے کے لئے آئے۔ یہ تھا جماعتی نظام کی وفاداری اور خلیفہ وقت کے ارشاد کی فوری اطاعت کا اعلیٰ نمونہ جو آپ نے پیچھے چھوڑا ہے۔

ہندوستان کی تقسیم کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو قادیان میں رہنے کا حکم فرمایا۔ اس وقت آپ نوجوان تھے۔ ہر قسم کی مالی تنگی قبول کر کے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر عزیز و اقربا کی محبت اور صحبت کو چھوڑ کر نصف صدی سے زیادہ عرصہ صبر اور استقلال سے آپ نے قادیان میں گزارا۔ جب بھی 1947ء کے بعد کے حالات کے متعلق پوچھا جاتا تو کہتے حالات کیا

بتائیں۔اس وقت ہر رات ہماری آخری رات ہوتی تھی۔غیر مسلم ہر وقت ہمیں قتل کرنے اور قادیان سے نکالنے کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔اور اگر خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت ہمارے ساتھ نہ ہوتی تو ہمارے لئے ایک دن بھی زندہ رہنا محال تھا۔اب خدا تعالیٰ کے فضل سے حالات میں نمایاں تبدیلی آچکی ہے۔

اب جب کبھی درویشوں کی دعوت کی جاتی تو ہنس کر فرمایا کرتے تھے کہ جب معدہ نوجوان تھا تو پیٹ بھر کر کھانے کو نہیں ملتا تھا۔اب معدہ بوڑھا ہو چکا ہے اتنا کھا نہیں سکتے اور آپ شاندار کھانے ہمارے سامنے رکھ دیتے ہو۔جمعہ کے دن حضور کا خطبہ سننے کے لئے ہر پروگرام ملتوی کر دیتے۔ اور ہر صورت میں Direct خطبہ سننے کو ترجیح دیتے۔ایک دفعہ خاکسار نے رمضان کے مہینے میں درویشوں کی افطاری کا انتظام کیا۔جب ہم افطاری کا انتظام کر چکے تو آخری وقت میں میاں صاحب کا پیغام آگیا کہ وہ نہیں آسکتے۔میں نے وجہ دریافت کروائی تو پتہ چلا کہ عین افطاری کے وقت MTA پر حضور کا Live خطبہ آرہا ہے۔جب خاکسار نے میاں صاحب کو پیغام بھجوایا کہ افطاری کے ساتھ Live خطبہ سننے کا بھی انتظام ہے تو تب افطاری پر تشریف لائے۔

نظام خلافت اور خلیفہ وقت کے ساتھ گہری محبت رکھتے تھے۔خلیفہ وقت کی طرف سے اگر کوئی ارشاد آتا تو فوراً اس پر عمل کی ہدایت کرتے۔مزید اس پر بحث کا دروازہ سختی سے بند کر دیتے۔ایک دفعہ خاکسار کو دارالمسیح میں ایک چھوٹے سے کام کے لئے اندازہ خرچ تیار کرنے کو فرمایا۔جب یہ اندازہ خرچ تیار ہو گیا۔تو حضور انور کی منظوری کے لئے لندن بھجوا دیا۔جب لندن سے Fax کے ذریعے منظوری آگئی تو وہ فیکس میاں صاحب نے خاکسار کو بغیر کسی نوٹ کے بھجوا دی۔میں یہ فیکس لے کر میاں صاحب کے پاس گیا اور عرض کیا کہ یہ فیکس آپ کی طرف منسوب ہے۔آپ اس پر مجھ کو مارک کر کے کام شروع کروانے کی ہدایت کر دیں۔میاں صاحب کہنے لگے کہ اس فیکس پر حضور کے دستخط ہو چکے ہیں۔اس لئے حضور کے دستخطوں کے بعد میں مزید اس پر کچھ نہیں لکھ سکتا۔میں نے کہا میاں صاحب حضور نے اندازہ خرچ منظور فرمایا ہے۔مجھے کام شروع کروانے کی ہدایت نہیں کی۔اور میں نے حضور یا آپ کی اجازت کے بغیر کام شروع کروا دیا اور بعد میں انکواری ہو گئی تو میں کیا جواب دونگا۔تاہم وہ فیکس ایک معمولی سی Clearfication کے لئے دوبارہ لندن بھجوا دیا۔دو دن کے بعد اس پر حضور انور کا ارشاد موصول ہو گیا کہ کام شروع کرنے میں دیر کیوں کر رہے ہیں۔میاں صاحب یہ فیکس مجھے مسکراہٹ کے ساتھ دیتے ہوئے کہنے لگے۔چوہدری صاحب اب کام شروع کرنے کی اجازت بھی آگئی ہے۔

نماز عصر کے بعد اکثر احمدیہ گراؤنڈ میں والی بال نٹ کے پاس کرسی پر بیٹھ کر والی بال کا کھیل بڑی دلچسپی سے دیکھتے۔ہر Point کے ہارنے یا جیتنے پر اپنے خیالات کا اظہار ضرور کرتے۔اس دوران چائے کی تھرموس اور ابلے ہوئے چنے کھانے کے لئے رکھتے۔جب کبھی خاکسار اس طرف سے گزرتا تو اپنے ساتھ کرسی پر بیٹھنے کو کہتے۔چائے اور چنے پیش کرتے اور ساتھ یہ بھی کہتے مجھے پتہ ہے آپ کو شوگر ہے۔اس چائے میں شوگر نہیں اس لئے بغیر فکر سے پی لیں۔

شکار کا آپ کو بہت شوق تھا۔خدام کی ایک خاص ٹیم آپ نے تیار کی ہوئی تھی۔ان کو اپنے ساتھ شکار پر لے جاتے۔ہر بار ایک دو جانور شکار کرتے لے آتے۔تیراکی کے بھی بہت ماہر تھے۔ایک دفعہ گرمیوں کے دنوں میں کوئی دس خدام کے ساتھ تقریباً 5 میل دور نہر پر نہانے کے لئے خاکسار کو بھی ساتھ لے گئے۔دوپہر کے کھانے کے لئے پلاؤ کا انتظام کروایا۔اور موسم کے لحاظ سے کافی آم رکھوائے۔نہر پر میاں صاحب پل پر سے چھلانگ لگاتے اور کافی دیر تیرتے رہتے۔خدام کے ساتھ اس طرح Picnic کر کے بہت لطف اندوز ہوتے تھے۔

خاکسار کے ساتھ میاں وسیم احمد صاحب بہت محبت اور پیار سے پیش آتے۔جب خاکسار اکیلا قادیان جاتا تو ہمیشہ فرماتے کہ بیگم صاحبہ کو ساتھ لایا کریں ان کی غیر حاضری میں آپ کی دیکھ بھال کون کرے گا۔مجھے وقفے وقفے کے بعد گھر سے مختلف قسم کے کھانے تیار کر کے بھی بھجواتے رہتے۔

پچھلے 20 سال سے متواتر لندن سے جا کر قادیان میں میاں وسیم احمد صاحب کے ساتھ کام کرنے کی توفیق ملی اس دوران متعدد آپ کی تقریریں سننے کا موقعہ ملا۔طرز بیان بہت سادہ لیکن رعبدار تھا ایک ڈیڑھ گھنٹہ کی تقریر عام ہوتی تھی۔سامعین کو مکمل طور پر اپنی گرفت میں لے لیتے تھے۔آپ پر جو ذمہ داری بھی نظام جماعت نے ڈالی اسے خوش اسلوبی سے نبھایا۔ہندوستان میں اپنے عمل،قول سے،اپنی حرکات اور سکنات سے بڑے احسن رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کی نمائندگی کی اور اسلام احمدیت کی ترجمانی کی۔دوسروں کا درد دور کرنے والے عظیم انسان تھے۔اختلاف کی صورت میں اپنا جائز حق بھی چھوڑ دیتے۔

دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے خاص فضل سے میاں صاحب کے ساتھ مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمادے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمادے اور خود ان کا نگہبان ہو۔(آمین) ☆☆☆☆

چندہ تحریک جدید کی صدفی صد ادائیگی کرنے والے مجاہدین کے حق میں پیارے آقا کا مشفقانہ دعائیہ مکتوب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

VM-1562
13-11-07

مکرم وکیل المال صاحب تحریک جدید قادیان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے 29 رمضان المبارک سے قبل چندہ تحریک جدید کی سوفیصد ادائیگی کرنے والے مخلصین کی فہرست ملی۔جزاکم اللہ احسن الجزاء

اللہ تعالیٰ ان تمام ادائیگی کرنے والوں کے اموال ونفوس میں بے انتہا برکت ڈالے،اپنے دائمی فضلوں سے نوازے اور بیش از بیش مالی قربانی کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

والسلام

خاکسار

(دستخط) مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

اللہ تعالیٰ جملہ خوش نصیب مجاہدین تحریک جدید بھارت کے حق میں سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی مشفقانہ دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازے اور ہمیں سال نو میں پیارے آقا کی نیک توقعات پر بطریق احسن پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

وکیل المال تحریک جدید قادیان

نظم

(جو جلسہ سالانہ یوکے کے موقع پر 5.8.06 کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی موجودگی میں یہ نظم پڑھی گئی)

☆☆☆☆☆

شاہ کے در سے فقیروں کو بلاوا آیا
میرے آقا! میرے سلطان! میں آیا آیا

تھی تعاقب میں میرے گردشِ حالات کی دھوپ
ناگہاں اُنکی عنایات کا سایہ آیا

لَمس ہو جائے عطا دستِ منوّر کا مجھے
میں ستم کیش زمانے کا ستایا آیا

اُس نے بانٹے ہیں محبت کے خزانے سب میں
میری قسمت، میرے حصے میں زیادہ آیا

عُجز میں ایک عمر گذاری ہم نے
تب کہیں جا کے ہمیں یہ لب و لہجہ آیا

اِک اشارے کی ذرا دیر تھی مجھ کو
میں قدم بوسی کو در پر تیرے بھاگا آیا

(عبد الکریم قدسی لاہور)

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے ساتھ

ایک یادگار سفر

صدیق اشرف علی، زعیم انصاراللہ موگرال، کیرالہ

ماہ فروری 2004ء کی بات ہے۔ جب حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب رحمہ اللہ کیرالہ تشریف لائے تھے اور آپ کے ہمراہ آپا جان محترمہ امۃ القدوس صاحبہ سلمہا بھی تھیں۔ لمبے وقفہ کے بعد آل کیرالہ کانفرنس منعقد ہو رہی تھی۔ کیرالہ کے سارے احمدی احباب بہت خوشی محسوس کر رہے تھے کہ اُن کو حضرت میاں صاحب کو قریب سے دیکھنے ان کی باتیں سننے اور آپ سے ملاقات کا موقعہ ملنے والا ہے۔ کیرالہ کے اکثر احمدی احباب یہی محسوس کرتے تھے کہ حضرت میاں صاحب ان کے قریبی ہیں۔ ان کے ہم وغم میں شریک ہیں ان کے حقیقی خیر خواہ ہیں۔ حضرت میاں صاحب بھی کیرالہ کے احمدی احباب کو اپنے دل کے قریب محسوس کرتے تھے۔ اور وہ اکثر کیرالہ تشریف لاتے تھے۔

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کے کیرالہ کے ایک دوست احمدی مکرم جناب اے کیو مسلم صاحب سے گہرے تعلقات تھے۔ آپ کی فیملی کے سبھی افراد سے بخوبی واقف تھے۔ ایک وجہ اس کی یہ تھی کہ جناب اے کیو مسلم صاحب بیس پچیس سال تک صوبہ کیرالہ کے جنرل سیکرٹری کے عہدہ پر کام کرتے چلے آئے تھے اور میاں صاحب مرحوم کے کیرالہ کے سارے پروگرام وہی ترتیب دیا کرتے تھے۔ خصوصاً پُر فضا پہاڑی مقامات اور wild iife sanctuary کی سیر وغیرہ کو ترتیب دینے میں اُن کو خاص مہارت حاصل تھی۔ اس لئے جب بھی حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کیرالہ تشریف لاتے یا آپ کے خاندان کے افراد کیرالہ آتے ان کی سیر وسیاحت کا سارا انتظام کرنا مسلم صاحب کے ہی حصہ میں آتا اور میاں صاحب مرحوم کی وفات تک یہ دیرینہ تعلقات قائم رہے۔ آپ کی وفات کی خبر ملنے پر مسلم صاحب باوجود علالت کے بذریعہ ہوائی جہاز سفر کر کے قادیان پہنچے اور آپ کے آخری سفر میں شرکت کی۔

سن 2004ء کے موقعہ پر بھی جب حضرت میاں صاحب مرحوم آپا جان سلمہا اللہ کے ہمراہ کیرالہ تشریف لائے تو اپنی پرائیویٹ سیر وسیاحت کے لئے دو دن کا سفر مسلم صاحب کے ساتھ کرنا طے کیا تھا اور قادیان سے روانگی سے قبل اس کی اطلاع ان کو دی تھی۔ حضرت میاں صاحب کی اجازت سے مسلم صاحب نے خاکسار کو بھی اپنے ہمراہ شریک کر لیا تھا۔

مسلم صاحب اپنی کار خود ہی ڈرائیو کر رہے تھے اور پچھلی سیٹ پر حضرت میاں صاحب مرحوم آپا جان کے ہمراہ تشریف فرما تھے اور خاکسار (صدیق اشرف علی) مسلم صاحب کے بائیں جانب اگلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ دونوں بزرگ ہستیاں (پچھلی سیٹ پر) وائناڈ کے خوشنما مناظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے (وائناڈ کا علاقہ جو کالیکٹ سے شمال مشرق میں واقع ہے) چائے کے باغات کا سلسلہ تھا جو حد نظر تک ختم ہونے میں نہیں آرہا تھا۔ چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ تھا ایسا لگتا تھا کہ خدا تعالیٰ نے پہاڑوں پر سبز رنگ کی مخملی اور خوبصورت قالین بچھا رکھی ہو۔ اور ان چائے کے باغوں کے درمیان دور دور تک پھیلی ہوئی اور بل کھاتی ہوئی پگڈنڈیاں گویا سبز قالین پر سیاہ رنگ سے کھینچی ہوئی لکیروں کی مانند دکھائی پڑتی تھیں اور جیسے مساوی طور پر بانٹ کر خوبصورتی سے سجائی گئی ہوں۔

جوں جوں گاڑی آگے بڑھ رہی تھی خوشنما نظاروں کی خوبصورتی دوبالا ہوئی جاتی تھی۔ ایسے میں یہ بزرگان ان نظاروں سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہے تھے اور خدا کی حمد میں کھوئے ہوئے تھے۔ اس پُر سکون ماحول سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلم صاحب نے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ سے ایک سنجیدہ سوال کرنے کا ارادہ کیا اور ملیالم زبان سے اردو میں ترجمہ کرنے کا کام میرے سپرد کیا۔

چنانچہ انٹرویو کا آغاز کرتے ہوئے پہلا سوال جو حضرت میاں صاحب کی خدمت میں عرض کیا گیا وہ یہ تھا کہ:-

مرکز احمدیت قادیان کی حفاظت اور درویشی کی سعادت کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادگان میں سے آپ کو ہی کیوں منتخب کیا۔ اور آپؓ کی نظر انتخاب آپ پر ہی کیوں پڑی؟۔

حضرت میاں صاحب کا جواب تحریر کرنے سے قبل بہتر معلوم پڑتا ہے کہ قارئین کرام کے سامنے مختصراً وہ پس منظر پیش کیا جائے جو 1947ء میں قادیان میں پیش آئے۔ انڈیا و پاکستان کے لوگوں کے لئے 1947 کا سال بڑی اہمیت کا حامل ہے یہ وہی سال ہے جب انڈیا و پاکستان دو الگ الگ آزاد مملکتوں کی شکل میں معرض وجود میں آئیں لیکن ساتھ ہی ہندو پاک کی سرحدوں پر ہندو مسلم فساد کا نہایت دردناک منظر دیکھنے میں آیا۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں بھی یہ کوئی کم اہمیت کا سال نہ تھا۔ قادیان میں رہنے والے احمدیوں کو بھی اپنے دائمی مرکز قادیان سے ہجرت کرنی پڑی سارا پنجاب مسلم آبادی سے خالی ہو چکا تھا ایسے مخدوش حالات میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے خدائی منشاء کے ماتحت ایک اہم فیصلہ فرمایا کہ ایک معین تعداد میں احمدی حضرات مرکز احمدیت قادیان کی آبادی کا اہم فریضہ بجالائیں گے۔ چاہے اس کیلئے ان کو اپنی جان کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے اور کسی طور سے بھی مقامات مقدسہ اور مزار مبارک حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور بہشتی مقبرہ کی آن کو آنچ آنے نہیں دیں گے۔

جو لوگ اس وقت کے پنجاب کے حالات کو جانتے ہیں ان کیلئے یہ سمجھنا مشکل نہیں تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بغیر خدا تعالیٰ کی خاص تائید اور نصرت کے عمل میں لانا ممکن نہیں تھا۔ آپ نے غزوہ بدر کی سنت پر یہ فیصلہ فرمایا کہ تین سو تیرہ (313) جاں نثار درویش اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس فریضہ کو بجالائیں گے اس اہم فریضہ کے لئے آپ نے اپنی نرینہ اولاد میں سے ایک کو اپنی نمائندگی کا اور درویشی کا شرف بخشا۔

محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم وہ خوش قسمت وجود ہیں جن کو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں یہ عظیم شرف حاصل ہوا۔

چنانچہ جب خاکسار نے حضرت میاں صاحب سے یہ سوال کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی نظر انتخاب آپ پر ہی کیوں پڑی؟ تو پہاڑی سفر کے اس پر سکون ماحول میں آپ اس سنجیدہ سوال کے لئے تیار نہ تھے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد جب حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پر وقار اور پر سکون انداز میں جواب دینا شروع کیا تو ایسا لگ رہا تھا اب وہ سوال کے ہر پہلو پر روشنی ڈالنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں اور جواب کا کوئی ایسا پہلو نہ تھا جس کیلئے انہیں گہرائی سے سوچنے کی ضرورت پڑتی۔

چنانچہ آپ نے فرمایا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے بچوں کی تعداد اس وقت (یعنی 1947 میں) 22 تھی۔ 13 صاحبزادگان اور 9 صاحبزادیاں تھیں۔ آپ نے اپنی نرینہ اولاد میں سے درویشی کے اہم فریضہ سپرد کرنے کے لئے خود انتخاب کرنے کے بجائے فیصلہ خدائی تقدیر پر چھوڑ دیا ہوا تھا۔ آپ نے اس کے لئے دو گروپ بنائے ایک گروپ میں صرف اپنی اولاد کے افراد کو شامل کیا اور دوسرے گروپ میں اپنے بھائی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی اولاد کو شامل فرمایا اور ہر دو گروپ میں سے قرعہ اندازی کے ذریعہ ایک ایک نمائندہ کو منتخب کرنا طے پایا۔ چنانچہ پہلی بار قرعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی اولاد میں سے حضرت مرزا خلیل احمد صاحب اور دوسرے گروپ میں سے حضرت مرزا مظفر احمد صاحب (ابن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ) کو قادیان میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس خدمت کے لئے تین ماہ کا عرصہ بھی مقرر فرمایا۔ تین ماہ کا عرصہ گزرنے پر دوبارہ قرعہ ڈالا گیا تو خدا تعالیٰ نے یہ شرف مجھے عطا فرمایا۔ اور آپ کے ساتھ دوسرے گروپ میں سے قرعہ کے مطابق مکرم عبد الوہاب صاحب ابن حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ قادیان آئے۔ متذکرہ پہلے دو بزرگان یعنی مرزا خلیل احمد صاحب اور مرزا مظفر احمد صاحب مرحوم اُسی ٹرک سے براستہ واہگہ بارڈر لاہور واپس چلے گئے جس میں نئے دو منتخب افراد قادیان آئے تھے۔ بعد میں ہم دونوں میں سے مکرم عبد الوہاب صاحب بعض وجوہات کی بناء پر واپس لوٹ گئے۔

اور اس طرح خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانب سے حضرت میاں صاحب مرحوم اکیلے نمائندہ کے طور پر قادیان مقیم رہے۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ آپ کی آمد قادیان کی تاریخ 5.3.1948 ہے۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ دونوں ممالک کے درمیان بذریعہ ٹرک ملٹری کی حفاظت میں لوگوں کا آنے جانے کا سلسلہ قائم تھا۔

جب محترم حضرت میاں صاحب مرحوم کے قیام قادیان پر بھی تین ماہ کا عرصہ گذر گیا اور نئے نمائندگان کے منتخب ہو کر آنے کا وقت قریب آیا تو حضرت میاں صاحب نے انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا میرے دل میں قادیان میں ہی رہنے کی خواہش گہری ہوتی چلی گئی اور میری بے چینی بڑھتی چلی گئی اور میں نہیں چاہتا تھا کہ اب میں قادیان سے واپس جاؤں۔ آپ فرماتے ہیں چنانچہ میں نے رو رو کر دعائیں کرنی شروع کر دیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دن میں نے اپنے آپ کو قصر خلافت کے ایک کمرہ میں بند کر لیا اور دس بجے دن سے لیکر ساڑھے بارہ بجے تک مسلسل اسی دعا میں لگا رہا اور مجھے لگا کہ خدائے ذوالقدیر نے میری دعائیں سن لی ہیں۔ الحمد للہ۔ چنانچہ جلد ہی یہ اطلاع ملی کہ دونوں ملکوں کے درمیان آزادانہ آمد ورفت کا سلسلہ بند کر دیا گیا ہے اسطرح خدا تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق درویشی کا یہ اعزاز آپؒ کے حصہ میں آیا۔ آپ نے بتایا اُس وقت آپ کی عمر 20 برس تھی۔ اور یہ بھی فرمایا آپ کی تاریخ پیدائش 8، جنوری 1927 ہے۔

جب آپ سے عرض کیا گیا کہ درویشی کے اس مبارک دور کو آج (یعنی 2004ء میں) 55 سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ اس طویل عرصہ میں بے شمار

تبدیلیاں قادیان میں رونما ہوئیں اور آپ کے ذمہ ایک ایک کر کے بڑی بڑی ذمہ داریاں سپرد کی گئیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ نے بڑے عزم اور استقلال سے ان فرائض کو نہایت احسن رنگ میں اور عمدگی سے ادا کرنے کی توفیق بھی پائی اور خلفاء کرام کی بے شمار دعائیں بھی آپ کے حصہ میں آئیں کیا آپ کو درویشی کے ابتدائی دَور میں اس بات کا احساس تھا کہ آگے چلکر اس قدر ذمہ داریاں آپ پر آن پڑیں گی۔

اس سوال کے جواب میں محترم حضرت میاں صاحب مرحوم کافی دیر تک خاموش رہے یوں لگ رہا تھا گویا آپ کے دماغ میں اس پچپن سالہ دَور کے واقعات ایک ایک کر کے گذر رہے ہوں۔ اور اس طویل عرصہ کے نشیب و فراز پر آپ نظر دوڑا رہے ہوں اور آپ کی یہ خاموشی پچپن سال پر محیط ہوگئی ہو۔

آپ کی اس خاموشی کو دیکھ کر ہم نے بھی خاموشی کو ہی بہتر سمجھا اور ہم بھی تاریخ کے واقعات ایک ایک کر کے یاد کرنے لگ گئے۔ قادیان کے وہ ابتدائی ایام جب حضرت میاں صاحب کو اپنے درویش بھائیوں کے ہمراہ ایک محدود ماحول میں محصور ہو کر دن گذارنے پڑے تھے پھر جب احمدیوں کی آبادی میں اضافہ اور آہستہ آہستہ حضرت میاں صاحب کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ آپ نے ناظر تعلیم، ناظر امور عامہ، اور ناظر دعوۃ وتبلیغ اور ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی قادیان، صدر صدر انجمن احمدیہ قادیان جیسے اہم اور اعلیٰ عہدوں کی ذمہ داریاں احسن رنگ میں نبھائیں علاوہ ازیں صدر مجلس خدام الاحمدیہ، صدر مجلس انصار اللہ، بھارت کی حیثیت سے سارے ہندوستان کی نگرانی کی اور پھر ہندوستان کے مختلف صوبہ جات کا کئی کئی بار دورہ کرنا، مختلف صوبوں کے سالانہ کانفرنسوں وجلسوں میں شرکت کرنا یہ سب آپ ہی کے حصہ میں آیا۔ نیز آپ کے شانہ بشانہ حضرت آپا جان سلمہا اللہ تعالیٰ بھی آپ کے ہمراہ رہیں۔ اور پھر خلفاء کرام کی ہدایات کی روشنی میں آپ نے ہندوستان کے باہر مختلف ممالک کا دورہ بھی فرمایا اور ان کے سالانہ جلسوں میں شرکت کی اور خطاب فرمایا۔ جس میں خصوصیت کے ساتھ انگلینڈ، جرمنی، ماریشس وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر 1991ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ قادیان میں تشریف لائے اور 2005ء میں حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تشریف لائے دونوں موقعہ پر بطور ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی قادیان سارے ہندوستان کی جانب سے ہر دو خلیفہ کے استقبال کا اعزاز آپ کو حاصل ہوا۔ اسی طرح خلافت خامسہ کی عالمی بیعت کے تاریخی موقعہ پر حضرت امیر المومنین مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر سارے ہندوستان کے احمدیوں کی جانب سے بیعت کرنے کا شرف آپ کو حاصل ہوا۔ یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے خاص فضلوں کے نتیجہ میں آپ کو عطا ہوئے۔

اتنے میں ہم نے محسوس کیا کہ حضرت میاں صاحب ہمارے سوال کے جواب دینے کے لئے تیار ہوگئے ہیں۔ آپ کا جواب بہت مختصر مگر نہایت جامع تھا اور وہ بھی قرآن کریم کی ایک آیت پڑھ کر: وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ (سورہ اعراف آیت:189) یعنی اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو اپنے لئے خیر ہی خیر جمع کر لیتا۔

گویا آپ یہ کہنا چاہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا محض احسان ہے کہ اس نے مجھ پر بے شمار فضل فرمائے اور مجھے خدمتِ دین کے بے انتہا مواقع فراہم کئے لیکن اگر مجھے ان ذمہ داریوں کے بارے میں غیب کا علم ہوتا تو شاید خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اس سے بھی بہتر رنگ میں ان کو پورا کرنے کی کوشش کرتا۔

حضرت آپا جان سلمہا اللہ تعالیٰ بھی ہمیشہ آپ کے ساتھ ساتھ رہیں۔ ہر دینی کام میں آپ کا ہاتھ بٹاتی رہیں۔ قادیان اور بھارت کی عورتوں کی عمدہ رنگ میں قیادت اور رہنمائی فرمائی اور عرصہ دراز تک صدر لجنہ اماء اللہ بھارت کے عہدہ پر فائز رہیں۔

آخر میں حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دعائیہ کلمات تحریر خدمت ہیں آپ فرماتے ہیں:-

''وہ (حضرت مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم-ناقل) صرف میرے ماموں نہیں تھے بلکہ میرے دستِ راست تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں میرا سلطان نصیر بنایا ہوا تھا۔''

''ان کی خدمات اور ان کی قربانیوں اور ان کی خوبیوں کو سامنے رکھتے ہوئے کی گئی دعائیں یقیناً اللہ کے حضور اگلے جہان میں ان کے درجات کی بلندی کا باعث بنیں گی۔۔۔ انشاء اللہ۔ انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں اعلیٰ علّیین میں جگہ عطا فرمائے گا خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنی زندگیاں خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور اس کے دین کی خدمت کرتے ہوئے گزارتے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب بھی یقیناً ایسے لوگوں میں سے ہی ایک تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین''

''حضرت میاں صاحب کی بیگم صاحبہ کے لئے بھی دعا کریں وہ بھی بیمار رہتی ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی ہمت اور حوصلہ دے اور یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے یہ بھی بڑی بابرکت وجود ہیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4 مئی 2007ء بحوالہ اخبار بدر 12 جولائی 2007)

☆☆

سُوئے جنت چل دیا محمودؓ کا لختِ جگر

سُوئے جنت چل دیا محمود کا لختِ جگر
عاشقِ دینِ محمدؐ احمدیت کا گہر
دین کا سچا مجاہد وہ ولی درویش تھا
دارِ مہدی میں گزارے جس نے سب شام و سحر
جان و دل سے وہ خلافت پر فدا تھا ہر گھڑی
وہ خلافت کی حمایت میں رہا سینہ سپر
مونس و غم خوار تھا وہ سب غریبوں کے لئے
ہر کسی کے واسطے اس کا کھلا رہتا تھا در
قادیان کے باسیوں کے واسطے اک ڈھال تھا
باپ کی مانند شفقت کی تھی ہر اک پر نظر
اس کی رحلت پر امام وقت نے خطبہ دیا
سب بتائے اس کے اوصاف حمیدہ کھول کر
رشک کرتے ہیں فرشتے ایسے نیک انجام پر
تجھ پہ انکی رحمتیں ہوں اے خلیفہ کے پسر
ہے دعا مومن کی مولیٰ دے انہیں اعلیٰ جزا
اپنی رحمت سے عطا کردے انہیں جنت میں گھر

(خواجہ عبد المومن اوسلو ناروے)

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی یاد میں

سر زمینِ مہدیؑ دوراں میں اک مردِ خدا
کیسے موسم میں ہمیں داغِ جدائی دے گیا
دو ہزار اور سات کا اپریل دن انتیسواں
غم کا ایک کوہِ گراں جب ناگہاں ہم پر گرا
مصلحِ موعود کا لختِ جگر نورِ نظر
چھوڑ کر دنیائے دوں کو عازمِ جنت ہوا
سخت سے بھی سخت مشکل میں رہا سینہ سپر
اسوۂ حسنہ سے ہم کو دے گیا درسِ وفا
قادیاں کی پاسبانی میں بھی وہ مردِ خدا
سائباں بن کر رہا درویش بھائیوں پر سدا
قدرت ثانی کی طاعت اور تعاون ہر گھڑی
اس کے اوصاف حمیدہ میں نمایاں وصف تھا
جانے والا اے خدا پائے ترا قربِ خواص
غم کے ماروں کو عطا ہو طاقتِ صبر و رضا

(چوہدری شبیر احمد، پاکستان)

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی

حسین یادیں - حسین باتیں

((وحید الدین شمس نائب ناظر تعلیم قادیان))

خاکسار کا تعلق ایک ایسی فیملی سے ہے جو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دیرینہ خادم ہے۔ میرے والد صاحب مرحوم کی پھوپھی مکرمہ عائشہ بیگم صاحبہ صاحبہ حضرت اماں جانؓ کی خدمت کیا کرتی تھیں اور حضرت اماں جانؓ نے انکو بیٹی بنایا ہوا تھا۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں اماں عائشہ کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ خاندان مبارک کے افراد ان کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

خاکسار بچپن سے ہی اپنی والدہ کے ساتھ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور کے گھر جایا کرتا اور جو بھی کام سپرد ہوتا وہ اللہ کی دی ہوئی طاقت اور صلاحیت کے مطابق کرتا اور یہ سلسلہ الحمد للہ ابھی تک جاری ہے گویا بچپن سے ہی خاکسار حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں رہا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ساتھ جڑی ہوئی بہت سی حسین یادیں ہیں جن میں سے کچھ ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔

نمازوں کی پابندی:

حضرت میاں صاحب کو نمازوں سے بہت عشق تھا۔ پنجوقتہ نمازوں کی ادائیگی باجماعت کیا کرتے تھے اور بعض اوقات بیماری کے باوجود مسجد مبارک میں نماز ادا کرنے کے لئے تشریف لاتے۔ اور اگر زیادہ بیماری کی وجہ سے مسجد تشریف نہ لا سکتے تو گھر میں ہی اذان کے بعد اپنے خادموں میں سے کسی کو فرماتے نماز پڑھاؤ۔ گویا کہ نماز باجماعت اور نماز وقت پر ادا کرنے کا وصف آپ میں نمایاں پایا جاتا تھا۔ چونکہ خاکسار کو حضرت میاں صاحب کے ساتھ اکثر سفر پر جانے کا موقع ملا اور میری یاد میں کوئی لمحہ ایسا نہیں کہ نماز کا وقت ہو گیا ہو اور آپ نے نماز ادا نہ کی ہو۔ کسی بھی گاڑی میں ہوتے نماز باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرتے۔

چنانچہ جس رات آپ کو دل کی تکلیف ہوئی اور کومہ میں چلے گئے اس دن بھی ظہر عصر مغرب اور عشاء کی نمازیں آپ نے باجماعت ادا کیں۔ حضرت میاں صاحب جب صحت کی حالت میں نماز پڑھاتے تو خاکسار اور خاکسار کے ہم عمر دوستوں نے آپ کی اقتداء میں نمازیں ادا کی ہیں۔ دل کی عجیب کیفیت ہو جایا کرتی تھی۔ آپ کی تلاوت مسحور کر دیتی تھی۔ اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ قرآن مجید کے جس حصہ کی تلاوت کر رہے ہیں اس کے نفس مضمون کی گہرائی میں پہنچے ہوئے ہیں۔ تلاوت قرآن کریم کے دوران اکثر آپ پر رقت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ چونکہ آخری عمر میں آپ قادیان میں کرسی میں بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے اور امامت نہ کروا سکتے تھے اس لئے جب کہیں سفر پر جاتے تو سواری میں خاکسار آپ سے مغرب وعشاء کی نمازیں پڑھانے کے لئے عرض کرتا تھا تا کہ آپ کی تلاوت سننے کا موقع مل جائے تو آپ مان جایا کرتے تھے۔

خلافت سے محبت:

خلافت سے محبت حضرت میاں صاحب کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور خلافت کا احترام جو آپ کی نظر میں تھا وہ دوسروں کے لئے نمونہ تھا۔ چنانچہ جب 1991ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ قادیان تشریف لائے تو خاکسار کو خاندان مبارک کی خدمت کی توفیق ملی۔ باوجود اس کے کہ میاں صاحب حضور رحمہ اللہ کے بڑے بھائی تھے لیکن جب بھی حضور میاں صاحب کے گھر تشریف لاتے تو حضرت صاحبزادہ صاحب آپ کو دیکھتے ہی یکدم بجلی کی رفتار سے کھڑے ہو جاتے۔ جب تک حضور قادیان میں رہے میاں صاحب نے مکمل آرام نہیں کیا۔ رات رات بھر بیٹھ کر اونگھ لیتے کہ حضور اگر یاد فرمائیں تو مجھے پہنچنے میں دیر نہ ہو جائے۔

سن 2005 میں حضور کی آمد پر حضرت میاں صاحب نے افسر جلسہ سالانہ سے کہا کہ وحید الدین شمس صاحب بچپن سے میرے ساتھ اٹیچ ہیں۔ میں اور بیگم صاحبہ کمزور ہیں اور بہت سے مہمان تشریف لا رہے ہیں اس لئے حضور سے درخواست کی جائے کہ وحید الدین شمس کو صرف نائب افسر جلسہ سالانہ مہمان نواز دار المسیح مقرر کر دیا جائے۔ اس پر حضور انور نے از راہ شفقت منظوری مرحمت فرما دی۔

جب حضور تشریف لائے تو میاں صاحب کی صحت دن رات بے آرامی کی وجہ سے کمزور تھی۔ لیکن باوجود بیماری اور کمزوری کے جب حضور پر نظر پڑتی آپ فورا کھڑے ہو جاتے۔ مجھے یاد ہے ایک مرتبہ گھر کے چھوٹے دفتر میں جو کہ بیت الدعا کے ساتھ ملحق ہے بیٹھے ہوئے تھے اور خاکسار کو کسی ضروری کام کے سلسلہ میں ہدایات دے رہے تھے کہ اچانک حضور انور اپنی رہائش گاہ مکان حضرت سیدہ ام طاہر سے بیت الریاضت جانے کے لئے تشریف لا رہے تھے جوں ہی حضرت میاں صاحب کی نظر پڑی آپ باوجود گھٹنوں میں شدید درد کے اور کمزوری کے، برق رفتاری سے کھڑے ہو گئے جیسے ایک نوجوان کھڑا ہوتا ہے اس وقت حضور انور نے فرمایا میاں صاحب بیٹھے رہا کریں۔ کیونکہ حضور انور آپ کی صحت کے بارہ میں جانتے تھے۔ اللہ اللہ! کیا احترام تھا خلیفہ وقت کا آپ کی نظر میں۔ حضرت میاں صاحب ہر جمعہ کے دن خضاب لگایا کرتے تھے۔ چنانچہ جب حضور انور تشریف لائے تو جب تک حضور انور رہے آپ کو خضاب لگانے کا وقت نہ ملا۔ اور آپ کی داڑھی میں سفیدی آ گئی۔ چنانچہ جب حضور انور تشریف لے گئے تو دو تین دن کے بعد خاکسار نے عرض کیا کہ میاں صاحب آپ کی داڑھی سفید ہو رہی ہے۔ آپ ہمیں کالی داڑھی میں بہت اچھے لگتے ہیں۔ اور مجھے بہت سے لوگوں نے کہا کہ میاں صاحب سے عرض کرو کہ خضاب لگائیں۔ اس پر ہنس کر کہنے لگے کہ اب سردی بہت ہے لیکن اس حقیر خادم کی بات رکھی اور اگلے ہی دن خضاب لگا لیا اور فرمانے لگے اب ٹھیک ہے؟۔

سنت نبویؐ پر عمل پیرا شخصیت:

حضرت میاں صاحب جب بھی مسجد میں تشریف لاتے تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عرض کرتے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے صرف السلام علیکم ہی کہا ہو اس طرح جب آپ باہر سیر کے لئے تشریف لے جاتے تو سلام کرنے میں پہل آپ کی طرف سے ہوتی چاہے کوئی عمر میں آپ سے چھوٹا ہوتا یا بڑا۔ اسی طرح گھر سے نکلتے اور گھر میں داخل ہوتے ہوئے اونچی آواز میں سلام کرتے۔ سنت نبویؐ پر آپ سختی سے عمل کیا کرتے تھے۔ چاہے وہ سلام کی عادت ہو چاہے کپڑوں کے پہنتے وقت اور اتارتے وقت دائیں اور بائیں کا لحاظ۔ ہمیشہ آپ پہلے دایاں پاؤں جوتے میں ڈالتے۔ گھٹنوں میں درد اور کمزوری کی وجہ سے اگر خدام پہلے بایاں جوتا ڈالنے کی کوشش کرتے تو سمجھاتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق یہ تھا کہ پہلے دایاں اور پھر بایاں جوتا پہنا جائے۔

ہمدردی مخلوق کے پیکر:

مخلوق کی ہمدردی اور مدد میں آپ ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ اگر مسجد میں باقاعدگی سے آنے والوں میں سے کوئی دو تین دن نمازوں میں حاضر نہ ہوتا تو آپ کو فکر ہوتی اور آپ فرماتے کہ دیکھو کہ فلاں شخص کی طبیعت کیسی ہے۔ اگر آپ کے ساتھ کوئی اختلاف رکھتا تو اس کی بھی آپ پوری فکر کیا کرتے تھے۔ اور ایسے شخص کے بارے میں آپ فرماتے کہ اس کی حالت پوچھو کیسی ہے؟ صحت کیسی ہے کیونکہ آپ کو ایک تڑپ تھی کہ فلاں شخص نمازوں میں باقاعدگی سے حاضر ہوتا ہے اب اچانک ایک دو روز سے نہیں آ رہا تو اس کی کیا وجہ ہے۔

آپ بیوگان اور مساکین کا بہت خیال رکھتے۔ جب بھی کوئی اپنی بات کہتا تو پہلے پوری بات سنتے اور پھر جواب دیتے اور مدد کرتے اگر کوئی آپ کے آرام کے وقت گھر کوئی بیوہ آ جاتی تو آرام کا خیال چھوڑ دیتے اور اس کی بات سنتے۔ آپ کی وفات پر بیوگان پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں کیونکہ ان کو اس بات کا احساس تھا کہ ہمارا ایک بڑا ہمدرد اس دنیا سے چلا گیا۔

آپ کے ساتھ بہت سے دوروں میں جانے کا موقعہ ملا آپ جس جماعت میں دریافت میں کرتے تھے کہ کون کون دوست بیمار ہیں جو ملاقات کے لئے نہیں آ سکتے ان کے گھروں میں تشریف لے جاتے اور شرف ملاقات بخشتے۔ جماعتوں میں بھی غرباء کی مدد فرماتے۔ جن جماعتوں میں قادیان کی بچیاں ہوتیں ان سے ملتے حال دریافت فرماتے اور مستحق غریب بچیوں کی مدد فرمایا کرتے۔ دوروں میں جماعتی عہدیداروں سے دریافت کرتے کہ قریب میں کون کون سے احباب کی وفات ہو گئی ہے۔ ان کے گھر تشریف لے جاتے اور ان کے اقرباء سے تعزیت کرتے۔ جب بھی کوئی اپنے گھر آنے کی دعوت دیتا تو باوجود بیماری کے دعوت کو قبول کرتے۔ ہر شادی کے موقع پر حاضر ہوتے اور رونق بڑھاتے۔

مالی قربانی میں پیش پیش:

حضرت میاں صاحب مالی قربانی میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ کسی بھی چندے کی تحریک ہوتی آپ اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ آپ کو چندوں کی ادائیگی کا اس قدر خیال رہتا کہ ایک مرتبہ دورے کے دوران ایک شخص نے آپ کو بند لفافہ نذرانہ کے طور پر دیا اور وہ کہیں گم ہو گیا۔ آپ کو بہت شدید اضطراب اور بے چینی ہوئی۔ ایک جماعتی عہدیدار کو بلوایا اور کہا کہ اپنے طور پر معلوم کرو کہ اس کے اندر کتنی رقم تھی۔ کیونکہ اس کے مطابق مجھے وصیت کا چندہ دینا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اس شخص پر یہ ظاہر نہ ہو کہ لفافہ گم ہو گیا ہے۔

آپ کا جب بھی بیگم صاحبہ کے ساتھ سیر و تفریح کے لئے سفر پر جانے کا پروگرام ہوتا تو خاکسار کو بلا کر پروگرام کرتے اور ہر چیز کو لکھواتے جس کی بیگم صاحبہ کو سفر کے دوران ضرورت پیش آنی ہو۔ اور جب سارا پروگرام تیار ہوتا تو فرماتے تو اب بی بی کو پروگرام دکھا لیں۔ بیگم صاحبہ پروگرام کو دیکھ کر اگر کوئی ترمیم کرواتیں تو ترمیم فرمایا کرتے تھے۔ سفر پر نکلنے سے پہلے گھر پر بیگم صاحبہ اور موجودہ افراد کے ساتھ ملکر دعا کرواتے اور پھر مسجد مبارک کے نیچے موجود افراد کے ساتھ دعا کرتے۔ سفر پر جانے سے قبل صدقہ ضرور نکلواتے۔ اگر کوئی مستحق نظر نہ آتا تو کسی معتبر شخص کو دے دیتے کہ صدقہ دے دیں۔

خادموں کے ساتھ حسن سلوک:

حضرت میاں صاحب اپنے خادموں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے اور ہمیشہ ان کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ سفر کے دوران بھی آپ اپنے خدام کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے اور دعوت وغیرہ میں خدام کا خاص خیال رکھتے۔ کئی مرتبہ آپ اپنے ذاتی خطوط ڈکٹیٹ کرواتے۔ بعض اوقات کسی لفظ کو لکھا نہ جاتا یا لکھنا مشکل ہوتا تو خاکسار پوچھ لیتا کہ میاں صاحب یہ لفظ کس طرح لکھنا ہے تو آپ بتا دیتے۔

امانت دار شخصیت:

حضرت میاں صاحب لین دین میں بہت کھرے تھے اور قرآن مجید کے حکم کے مطابق لین دین کا حساب لکھ لیا کرتے تھے۔ چاہے حساب کتنا ہی چھوٹا ہو اور امانت داری میں آپ کا جواب نہیں تھا۔ ایک مرتبہ آپ مع بیگم صاحبہ ایک لمبے عرصہ کے لئے امریکہ تشریف لے گئے۔ وہاں سے خاکسار کو فون کیا کہ اپنی والدہ سے گھر کی چابی لیکر الماری میں کسی کی امانت رکھی ہے وہ اس تک پہنچا دیں۔ غرض کہ امانت وقت پر دینا ہرگز نہ بھولتے تھے۔

بیمار پرسی:

حضرت میاں صاحب بیماروں کی بیمار پرسی

کے لئے تشریف لے جاتے۔ بیماری کے ایام میں خود بیمار پرسی کے لئے نہ جاسکتے تو خاکسار کو ارشاد فرماتے کہ فلاں شخص بیمار ہے اس کا میری طرف سے حال چال پوچھ کر آؤ۔ یہ ان لوگوں کا حال ہوتا جن کا حال : اپنے والا کوئی نہ ہوتا اور کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ بعض لوگ اپنے عزیز یا بزرگ کی بیماری پر دعا کے لئے آپ کو کہتے اور دوبارہ بیمار کی حالت آپ کو نہ بتاتے تو آپ کو بہت بے چینی ہوتی اور پھر ان کو فرماتے کہ دعا کے لئے کہتے ہو تو دوبارہ مریض کا حال بھی بتایا کرو۔

بارعب شخصیت:

حضرت میاں صاحب کی شخصیت بہت بارعب اور دل کو لبھانے والی تھی۔ جو ایک مرتبہ آپ سے ملاقات کرتا وہ دوبارہ آپ سے ملنے کا شائق رہتا۔ خاکسار جب بھی آپ کے ساتھ سفر پر ہوتا اکثر لوگ آپ کی شخصیت کو دیکھ کر آپ کے بارہ میں پوچھتے کہ یہ کون ہے؟ چنانچہ جب خاکسار آپ کے بارے میں بتاتا تو لوگ بہت ادب اور احترام کے ساتھ ملتے۔ آپ ایک مرتبہ گاڑی سے دہلی جارہے تھے خاکسار آپ کے ساتھ تھا۔ میاں صاحب کی سیٹ گاڑی کے بیچ راستہ سے دوسری طرف تھی۔ میرے ساتھ ایک معزز ہندو بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ تعارف پر معلوم ہوا کہ ریٹائرڈ ریلوے افسر ہیں۔ وہ شخص بار بار گہری اور دلچسپی بھری نگاہوں سے میاں صاحب کو دیکھ رہا تھا ان کے پوچھنے پر خاکسار نے میاں صاحب کا تعارف کروایا۔ اس شخص کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور میاں صاحب کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر بڑے احترام سے دبانے لگا اور اپنا سر میاں صاحب کے ہاتھوں میں رکھ دیا اور کہنے لگا کہ میرے والد پارٹیشن کے وقت قادیان ریلوے اسٹیشن کے ماسٹر تھے۔ آپ کے ابا حضور ہمارے والد کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے اور حالات کی خرابی کے وقت خدام کو ہماری حفاظت کے لئے متعین کرتے اور گاہے بگاہے ہمارے حالات دریافت فرماتے رہتے اور مدد کیا کرتے تھے۔ جب تک گاڑی دہلی نہیں پہنچی وہ شخص احتراماً کھڑا رہا۔ قادیان میں لوگ زیارت کے لئے آتے تو آپ سے ملکر بہت خوش ہوتے۔ اور آپ کی شخصیت کی ایک چھاپ ان کے دل پر ہوتی۔

قوت حافظہ:

آپ کا قوت حافظہ بہت تیز تھا۔ بھارت کے تقریباً سبھی خاندانوں کو آپ اچھی طرح جانتے تھے۔ جلسہ سالانہ یا عام دنوں میں جب لوگ آپ سے ملتے تو آپ ان کے خاندانوں کو جتنی اچھی جانتے تھے اتنا وہ خود نہ جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کا حافظہ آخری دم تک قائم رہا۔

مہمانوں سے ملاقات کا طریق:

حضرت میاں صاحب کا طریق تھا کہ جب تک کوئی مہمان آپ سے ملاقات ختم نہ کرتا تو اس وقت تک آپ ملاقات ختم نہ کرتے۔ جب تک مہمان خود اجازت نہ لیتا۔ بعض مرتبہ کئی وفود کئی گھنٹے آپ کے پاس بیٹھے رہتے اور کبھی یہ محسوس نہیں کیا گیا کہ آپ ذرہ بھر بھی اکتائے ہوں۔ چنانچہ مارچ 2007ء میں لاہور سے ایک وفد قادیان آیا۔ آپ نے انہیں ملاقات کا شرف بخشا اور تقریباً دو گھنٹے تک آپ ان کے ساتھ بیٹھے رہے ان کے سوالات کے جوابات دیتے رہے اور ایمان افروز واقعات سناتے رہے۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ یاد آیا کہ آپ نے اپنے آخری سفر حیدرآباد سے مورخہ 5/اپریل 2007 کو واپس آنا تھا اور مورخہ 4/اپریل 2007ء کو رات بارہ بج گئے اور مہمان بیٹھے رہے۔ آپ ان سے گفتگو فرمارہے تھے۔ خاکسار محسوس کر رہا تھا کہ آپ بہت تھک گئے ہونگے اس لئے آپ کو آرام کرنا چاہئے کیونکہ صبح سفر بھی کرنا تھا اور خاکسار نے ایک دو مرتبہ آپ کے کان میں جا کر کہا کہ میاں صاحب صبح سفر کرنا ہے اس لئے کچھ دیر آرام کرلیں۔ لیکن آپ میری بات سن کر اَن سنی کر دیتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد خاکسار نے تھوڑا اونچی آواز میں کہا تا کہ مہمان بھی سن لیں۔ اس پر میاں صاحب خاکسار اور مہمانوں کی طرف مسکرا کر دیکھنے لگے اور فرمایا وحید صاحب حکم کر رہے ہیں کہ آرام کروں آپ دوستوں کا کیا خیال ہے۔ اس پر مہمانوں کو بھی احساس ہوا کہ واقعی بہت دیر ہوگئی ہے اور اس طرح حیدرآباد کی جماعت کے ساتھ یہ آخری ملاقات تھی۔

ہمدرد خاوند:

حضرت میاں صاحب بیگم صاحبہ کا ہمیشہ خیال رکھتے اور جب کبھی بیگم صاحبہ بیمار ہو جاتیں تو آپ بے چین ہو جایا کرتے۔ ڈاکٹروں کو فون کر کے بلاتے۔ حیدرآباد تک ڈاکٹروں سے رابطہ کرتے کیونکہ وہاں بیگم صاحبہ کی آنکھوں کا علاج چل رہا تھا۔ اس لئے آپ حیدرآباد کے ڈاکٹروں کو بھی فون کرتے کہ اس تکلیف کا آنکھوں پر اثر تو نہیں ہوگا۔ اور جب تک بیگم صاحبہ کی تکلیف میں افاقہ نہ ہوتا آپ کرسی پر پاس ہی بیٹھے رہتے۔

دین کے لئے غیرت:

حضرت میاں صاحب دین کے لئے بہت غیرت رکھتے تھے اور ہمیشہ اور ہر اس موقع پر آپ نے دینی غیرت اور جوش دکھایا جہاں ضرورت پیش آئی۔ آپ کی زندگی کے آخری چند ماہ میں خاکسار کا معمول تھا کہ ناشتہ کے وقت دفتر جانے سے قبل آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ کو علم تھا کہ خاکسار اخبار پڑھ کر آیا ہے یا ٹی وی سے خبریں سن کر آیا ہے۔ آپ فرماتے کہ آج کی خبریں سناؤ۔ چنانچہ خاکسار خاص خاص خبریں سناتا جب کبھی بھی عالم اسلام یا مسلمانوں پر ظلم کی خبر سناتا تو آپ بہت رنجیدہ ہو جاتے اور اللہ رحم کرے اللہ رحم کرے فرماتے رہتے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا جب تک اگلی خبر نہ شروع ہو جاتی۔

حضرت میاں صاحب سلسلہ کے کاموں کو بہت اہمیت دیا کرتے تھے۔ چاہے طبیعت کتنی ہی خراب ہو مگر آپ اپنے کاموں کو اولیت دیتے تھے۔ آخری تین چار ماہ میں جب آپ کو کمزوری بہت زیادہ ہوگئی تھی بیگم صاحبہ نے خاکسار کو ارشاد فرمایا تھا کہ روزانہ پونے بارہ بجے جا کر میاں صاحب کو دفتر سے گھر لیکر آؤں تا کہ آپ گھر پر چائے وغیرہ پی لیا کریں اور تھوڑا آرام کرلیا کریں کیونکہ آپ جب ظہر کے وقت دفتر سے آتے ہیں تو تھک جاتے ہیں اور نماز ظہر کے بعد دوپہر کا کھانا بھی ٹھیک سے نہیں کھاپاتے چنانچہ خاکسار روزانہ دفتر میں حاضر ہو جایا کرتا تھا حالانکہ آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ میں کس لئے آیا ہوں مگر پھر بھی پوچھتے کیا ہے۔ خاکسار عرض کرتا کہ حضرت گھر چلیں چائے وغیرہ لے لیں اور کچھ آرام کرلیں۔ اس پر آپ فرماتے کہ ابھی کام ہے چائے دفتر میں ہی لے آؤ۔ اس پر خاکسار عرض کرتا اور ضد کرتا نہیں حضرت چائے گھر پر ہی لینی ہے کیونکہ خالہ جان نے بھی یہی کہا ہے۔ اس طرح خاکسار کھڑا رہتا اور پھر دس پندرہ منٹ بعد مسکرا کر فرماتے کہ چلنا ہی پڑے گا۔ حالانکہ آپ کا دل کام چھوڑ کر جانے بالکل نہیں کرتا تھا۔ پھر جب آپ گھر پہنچتے تو بیگم صاحبہ بھی خوش ہو جاتیں۔ آپ سلسلہ کے کاموں کو اتنی اہمیت دیتے تھے کہ آپ نے مورخہ 25/اپریل 2007ء کو بھی جس دن آپ نے امرتسر جانا تھا اور آپ کی طبیعت خراب تھی ڈاک ملاحظہ فرمائی اور ہدایات دیں۔

الحمد للہ کہ آخر وقت تک حضرت میاں صاحب باہوش رہے۔ 25/اپریل رات ساڑھے آٹھ بجے مکرم مولانا محمد انعام صاحب غوری جو اس وقت قائمقام ناظر اعلیٰ تھے کا فون خاکسار کے موبائل پر آیا کہ حضرت میاں صاحب کو بتادیں کہ حضور انور کو آپ کی صحت کے بارے میں جو اطلاع بھجوائی گئی تھی اس کا جواب حضور کی طرف سے آیا ہے۔ مضمون بیان کرنے لگے تو خاکسار نے عرض کیا کہ میاں صاحب! غوری صاحب کا فون ہے۔ حضرت میاں صاحب نے غوری صاحب سے فرمایا کہ میری طرف سے حضور کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہوئے جزاکم اللہ عرض کردیں نیز یہ کہ ڈاکٹروں کا مشورہ ہے کہ آج رات یہیں رُکوں کیونکہ کل کچھ ٹیسٹ ہونے ہیں۔ اسی رات 10 بجے آپ کو دل کی تکلیف ہوئی اور آپ کومہ میں چلے گئے اور مورخہ 29/اپریل 2007ء کو اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

الغرض حضرت میاں صاحب ایک ایسی انسان تھے جو کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنے والے وجود تھے جہاں آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کوتاہی نہیں کرتے تھے اور نمازوں اور دعاؤں میں دوسروں کے لئے نمونہ تھے وہیں غریبوں اور یتیموں اور بیواؤں سے ہمدردی کرنے میں بھی آپ بہت آگے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کو اپنی رحمت کے سائے میں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں حضرت میاں صاحب کے اوصاف کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ☆☆☆

رحمتِ باری کو دن رات برستے دیکھا

(خلافت خامسہ کے پانچویں جلسہ سالانہ ۲۰۰۷ کے بارہ میں)

رحمتِ باری کو دن رات برستے دیکھا
اس کے فضلوں کو صبح و شام اُترتے دیکھا

راستے جتنے تھے مہدی کے حدیقہ کی طرف
ہم نے دیوانوں کو ہر راہ پہ چلتے دیکھا

اک مسیحا کی صدا نے ہے جگایا جادو
ایک جنگل کو گلستاں میں بدلتے دیکھا

شرفِ انساں کی حقیقت ہوئی روشن تر
کالے گورے کو بصد شوق جو ملتے دیکھا

عشق بھی چیز ہے کیا ، کیسے بیاں ہو اس کا
اک نظر پڑتے ہی اشکوں کو برستے دیکھا

وہ سرِ بزم جو آیا تو عجب عالم تھا
اک تلاطم کو کناروں سے چھلکتے دیکھا

کیا عجب جذب کی طاقت تھی بیاں میں اس کے
اس کی ہر بات کو سینوں میں اترتے دیکھا

زندگی پا کے نئی اور نیا عزم لئے
شکر سے جھولیاں ہر شخص کو بھرتے دیکھا

ہے خلافت بھی عجب نور کی شمع راشد
جسکی خاطر سبھی پروانوں کو جلتے دیکھا

(عطاء المجیب راشد، لندن)

وصایا :: منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر ہذا کو مطلع کرے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ)

وصیت 16709 :: میں ارشاد احمد ولد رفیع احمد قوم احمدی پیشہ ملازمت پیدائشی احمدی ساکن خانپور ملکی ڈاکخانہ غازی پور ضلع مونگیر صوبہ بہار بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 06-7-14 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہانہ...... روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ سید آفتاب احمد العبد ارشاد احمد گواہ شیخ ہارون رشید

وصیت 16710 :: میں دیدار الحق ولد شیخ عبدالحلیم قوم احمدی پیشہ ملازمت عمر 25 سال تاریخ بیعت 1998ء ساکن بسوڑ ڈاکخانہ بسوڑ ضلع بیر بھوم صوبہ بنگال بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 06-7-14 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔
گواہ سید آفتاب احمد العبد دیدار الحق گواہ شیخ ہارون رشید

وصیت 16711 :: میں صنعت اللہ ولد عظمت اللہ قوم احمدی پیشہ ملازمت عمر 26 سال پیدائشی احمدی ساکن کوٹ ڈاکخانہ سونجھ ضلع بیر بھوم صوبہ بنگال بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 06-7-14 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہانہ 3180 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ سید آفتاب احمد العبد صنعت اللہ گواہ شیخ ہارون رشید

وصیت 16712 :: میں منظور عالم ولد یوسف انصاری قوم احمدی پیشہ ملازمت عمر 20 سال تاریخ پیدائشی احمدی ساکن باچیوڑ ڈاکخانہ گوڑ ضلع رانچی صوبہ جھارکھنڈ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 06-7-14 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہانہ...... روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ شیخ ہارون رشید العبد منظور عالم گواہ سید آفتاب احمد

وصیت 16713 :: میں زبیدہ بیگم زوجہ ملک منیر احمد پشاوری قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 22/8/05 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ زیور طلائی دو جوڑی ٹاپس 6 گرام، ایک عدد انگوٹھی 4 گرام (22 کیرٹ) قیمت 6000 روپے۔ حق مہر میرا گزارہ آمد از خورونوش ماہانہ 300 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔
گواہ ملک منیر احمد پشاوری الامۃ زبیدہ بیگم گواہ ملک طاہر احمد

وصیت 16714 :: میں شفیق احمد ولد بشیر احمد قوم احمدی پیشہ ملازمت عمر 35 سال تاریخ بیعت 1982ء ساکن ہاوی ڈی ڈاکخانہ ہاوی ڈی ضلع دربھنگہ صوبہ بہار بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 10/7/06 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ اس وقت میرے نام جو میں نے خریدی ہے پانچ دھور زمین ہے جس کی موجودہ قیمت 25000 روپے ہے۔ اس کے علاوہ بنک میں 10000 روپے جمع ہیں۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہانہ 3527 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ ابوالقیص العبد شفیق احمد گواہ سید شکر اللہ

وصیت 16715 :: میں سید محمد فضل احمد ولد محمد ریاض احمد قوم مسلمان پیشہ ملازمت عمر 31 سال پیدائشی احمدی ساکن خانپور ملکی ڈاکخانہ غازی پور ضلع مونگیر صوبہ بہار بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 6/7/06 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ اس وقت خاکسار کی جائیداد جو کہ تایا نے بطور وصیت ہم بھائیوں کے نام کی ہے ابھی تقسیم نہیں ہوئی ہے۔ کل جائیداد گھر سمیت 18 کٹھہ زمین ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہانہ 3461 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔
گواہ وسیم احمد العبد سید محمد فضل احمد گواہ محمد حسین

وصیت 16716 :: میں غلام رسول ولد محمد سلیمان قوم مسلمان پیشہ ملازمت تاریخ بیعت 5/4/2001 ساکن سلیم پور ڈاکخانہ سلیم پور ضلع شیوہر صوبہ بہار بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 6/7/06 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہانہ 3296 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ سید محمد فضل احمد العبد غلام رسول گواہ وسیم احمد

وصیت 16717 :: میں وسیم احمد ولد غفور انصاری قوم مسلمان پیشہ ملازمت عمر 22 سال پیدائشی احمدی ساکن باچیوڑ ڈاکخانہ گوڑ وراتو ضلع رانچی صوبہ جھارکھنڈ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 6/7/06 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہانہ 3178 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ محمد سید فضل احمد العبد وسیم احمد گواہ محمد حسین

وصیت 16718 :: میں محمد حسین ولد محمد خلیل قوم مسلمان پیشہ ملازمت عمر 35 سال تاریخ بیعت 15/1/2000 ساکن بکٹ پور ڈاکخانہ کوما ضلع شیوہر صوبہ بہار بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 6/7/06 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہانہ 3178 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔
گواہ سید محمد فضل احمد العبد محمد حسین گواہ محمد وسیم احمد

وصیت 16719 :: میں محمد مصور عالم ولد شیخ جمیل الدین قوم احمدی پیشہ معلم سلسلہ عمر 24 سال تاریخ بیعت 2000ء ساکن کریات ڈاکخانہ محمدیہ ضلع پورنیہ صوبہ بہار بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 14/7/06 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ سید آفتاب احمد   العبد محمد مصور عالم   گواہ شیخ ہارون رشید

وصیت 16720:: میں کلیم کباڑی ولد حمید کباڑی قوم احمدی مسلمان پیشہ سبزی فروش عمر 30 سال تاریخ بیعت 2001ء ساکن کاٹھمنڈو ڈاکخانہ کاٹھمنڈو ضلع کاٹھمنڈو صوبہ نیپال بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 5/8/06 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از تجارت ماہانہ 2000 نیپالی کرنسی ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ منیر احمد حافظ آبادی   العبد کلیم کباڑی   گواہ صابر رحمان

وصیت 16721:: میں شبیل احمد ولد سی ایچ عبد الجلیل قوم احمدی مسلمان پیشہ طالب علم عمر 18 سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 10/8/06 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہانہ 300 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ سہیل احمد   العبد شبیل احمد   گواہ انور احمد غوری

وصیت 16722:: میں محمد فرید الدین شیخ ولد اکبر علی شیخ قوم احمدی مسلم پیشہ کاشت کاری عمر 48 سال تاریخ بیعت 1994ء ساکن دکھن لکھن نارائن پور ڈاکخانہ پتھ پراتیمہ ضلع 24 پرگنہ صوبہ مغربی بنگال بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 6/7/06 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ زرعی زمین مع مکان ساڑھے تین بیگھہ ہے اس کی کل قیمت 105000 روپے ہے۔ میرا گزارہ آمد از تجارت ماہانہ 1500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ عبد الکریم شاہ   العبد محمد فرید الدین شیخ   گواہ منیر شیخ

وصیت 16723:: میں مشرب حسین ولد شہادت حسین قوم احمدی مسلم پیشہ تجارت عمر 33 سال تاریخ بیعت 1999ء ساکن اتر درگاپور ڈاکخانہ متھوراپور ضلع دکھن 24 پرگنہ صوبہ مغربی بنگال بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 7/5/06 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ ذاتی جائیداد صرف 2 ڈسملز مین ہے جس کی موجودہ قیمت 50000 روپے ہے۔ میرا گزارہ آمد از تجارت ماہانہ 2000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ عبد الکریم شاہ   العبد مشرب حسین   گواہ شجاء الدین ملک

وصیت 16724:: میں آر محمود احمد عبد اللہ ولد اے رحمت اللہ قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 24 سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 22/8/06 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد املازمت ماہانہ 3303 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ عنایت اللہ منڈاشی   العبد آر محمود احمد عبد اللہ   گواہ محمد ایوب ساجد

وصیت 16725:: میں نور الدین ولد بشیر الدین ننگلی قوم ارائیں پیشہ ملازمت عمر 24 سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 1/9/2006 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہانہ 3303 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ بشیر الدین ننگلی   العبد نور الدین   گواہ ناصر الدین

وصیت 16726:: میں شوقین کاٹھات ولد ظفر کاٹھات قوم کاٹھات پیشہ ملازمت تاریخ بیعت 1992ء ساکن قادیان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 21/8/06 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہانہ 3303 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ عنایت اللہ منڈاشی   العبد شوقین کاٹھات   گواہ غیر احمد شمیم

وصیت 16727:: میں ابوالحسن عابد ولد وی اے محمد یوسف قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 28 سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 22/8/06 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہانہ 3303 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ عنایت اللہ منڈاشی   العبد ابوالحسن عابد   گواہ محمد ایوب ساجد

جماعتی عمارات کی تعمیر میں خدمت کرنے والے رضا کاران

قادیان میں ۱۹۸۹ء سے لے کر ۲۰۰۷ء تک جماعتی عمارات کی تعمیر میں خدمت کرنے والے رضا کاران کی فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ یہ فہرست مکرم چوہدری عبد الرشید صاحب آرکیٹکٹ نے مہیا فرمائی ہے۔ اس فہرست میں ان درویشان کے اسماء بھی شامل ہیں۔ جنہوں نے درویشی دور کے نہایت نامساعد حالات میں وقف کے جذبہ کے تحت تعمیراتی کاموں کو سرانجام دیا۔ (ادارہ)

۱-مکرم چوہدری عبد الرشید صاحب آرکیٹکٹ لندن ۲-مکرم اطہر الحق صاحب ایڈیشنل ناظر تعمیرات ۳-مکرم ظہور الدین صاحب مرحوم بھارت ۴-مکرم مبشر احمد صاحب بھارت ۵-مکرم روشن احمد صاحب بھارت ۶-مکرم خالد حسین صاحب بھارت ۷-مکرم قمر احمد صاحب پاکستان ۸-مکرم ملک محمد اکرم صاحب پاکستان ۹-مکرم چوہدری رشید احمد صاحب پاکستان ۱۰-مکرم جمیل الحسن صاحب آرکیٹکٹ پاکستان

درویشان قادیان:

۱-مکرم مستری محمد دین صاحب درویش مرحوم قادیان ۲-مکرم مستری منظور احمد صاحب درویش قادیان ۳-مکرم چوہدری عبد السلام صاحب درویش مرحوم قادیان ۴-مکرم دین محمد صاحب ننگلی درویش مرحوم قادیان

(**نوٹ**: جماعتی تعمیرات کی تصاویر [illegible] میں ملاحظہ فرمائیں۔)

گجرات میں پہلا جلسہ پیشوایانِ مذاہب منعقد ہوا، سٹیج پر بیٹھے مختلف مذاہب کے نمائندگان
مکرم مولانا ظہیر احمد صاحب خادم ناظر دعوۃ الی اللہ بھارت تقریر کرتے ہوئے۔

گجرات میں جلسہ پیشوایانِ مذاہب میں شریک حاضرین کا منظر

احمد آباد گجرات میں جماعت احمدیہ کی طرف سے منعقدہ پریس کانفرنس میں علماء کرام
پریس نمائندگان کے سوالات کے جوابات دیتے ہوئے۔

مکرم مولانا محمد کریم الدین صاحب شاہد ایڈیشنل ناظم وقفِ جدید بیرون و مکرم فضل الرحمٰن بھٹی صاحب مبلغ سلسلہ غریب خواتین کو
جماعت احمدیہ کی طرف سے سلائی مشین دیتے ہوئے

جماعت احمدیہ ممبئی اور ممبئی پولیس کے ذریعہ منعقدہ ایک ہارمونی پروگرام میں مکرم ڈی این یادو صاحب کمشنر پولیس ممبئی مکرم مولانا
ظہیر احمد صاحب خادم کو Momento اور سند پیش کرتے ہوئے۔

امسال کے ممبئی بک فیئر میں جماعت احمدیہ کی طرف سے لگائے گئے بک سٹال میں ممبئی
جماعت کے اراکین، مکرم سید طفیل احمد صاحب شہباز مبلغ سلسلہ کے ہمراہ

جناب سشیل کمار شندے مرکزی وزیر بھارت کی خدمت میں اسلامی لٹریچر کا تحفہ پیش کرتے ہوئے
مکرم عقیل احمد صاحب سہارنپوری سرکل انچارج شولاپور، مہاراشٹر

مکرم سید فضل باری صاحب مبلغ سلسلہ بھوبنیشور جناب ایم ٹھاکر گورنر آف اڑیسہ کو کتاب
"اسلامی اصول کی فلاسفی" کا انگریزی ترجمہ پیش کرتے ہوئے

14 اکتوبر 2007ء کو دار التبلیغ "بیت العافیت" کا افتتاح کرتے ہوئے مکرم مولانا ظہیر احمد صاحب خادم ناظر دعوت الی اللہ بھارت،
تصویر میں مکرم حلیم احمد صاحب مبلغ سلسلہ، مکرم انیس احمد صاحب دانی صدر جماعت بسنہ پر دہ نظر آرہے ہیں

جماعت احمدیہ چارکوٹ کے زیر اہتمام 19 جولائی کو منعقدہ تقریب آمین میں مکرم مولانا
منیر احمد صاحب خادم ایڈیشنل ناظر تعلیم القرآن وقفِ عارضی بچوں کا نصائح کرتے ہوئے۔

EDITOR
MUNEER AHMAD KHADIM
Tel. Fax: (0091) 1872-220757
Tel. Fax: (0091) 1872-221702
e-mail
badrqadian@rediffmail.com

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT No. RN61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADR Qadian
Qadian - 143516 Dt-Gurdaspur(Pb.) INDIA

Vol. 56 | Thursday | 20/27 December-2007 | Issue No.51/52

SUBSCRIPTION
ANNUAL : Rs.300/-
By Air: 20 Pounds or 40 U.S $
: or 30 Euro
By Sea: 10 Pounds or 20 U.S$
Postal Reg.No L/P GDP-1, Dec-09

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور سے متعلق چند یادگار جھلکیاں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے دورۂ بھارت 2005ء سے واپس تشریف لے جاتے وقت دہلی ائیرپورٹ کے لاؤنج میں محترم صاحبزادہ صاحب مرحوم ومغفور کے ساتھ محوِ گفتگو

ممبران صدر انجمن احمدیہ قادیان کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ 9 جنوری 2006ء کے موقعہ پر لی گئی ایک یادگار تصویر۔ جس میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان تشریف فرما ہیں

جلسہ سالانہ قادیان 2006ء کے موقعہ پر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور صدارت وخطاب فرماتے ہوئے۔

جلسہ سالانہ قادیان 2006ء کے موقع پر جناب لکھبیر سنگھ لودھی ننگل MLA حلقہ قادیان محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور سے ملاقات کرتے ہوئے۔ تصویر میں محترم محمد نسیم خان صاحب ناظر امور عامہ بھی نظر آرہے ہیں۔

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان کا ایک دیدہ زیب فوٹو

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور کی وفات کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے عطا کردہ نئی منظوریاں

محترم حافظ صالح محمد الہ دین صاحب
صدر صدر انجمن احمدیہ قادیان

محترم مولانا محمد انعام صاحب غوری
ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان

محترم ڈاکٹر محمد عارف صاحب
نائب امیر مقامی قادیان

محترم مولانا محمد عمر صاحب
ناظر اصلاح وارشاد قادیان

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان